روحوں کی دنیا
تصنیفِ لطیف
اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز
فرید بک سٹال
۳۸ اردو بازار لاہور
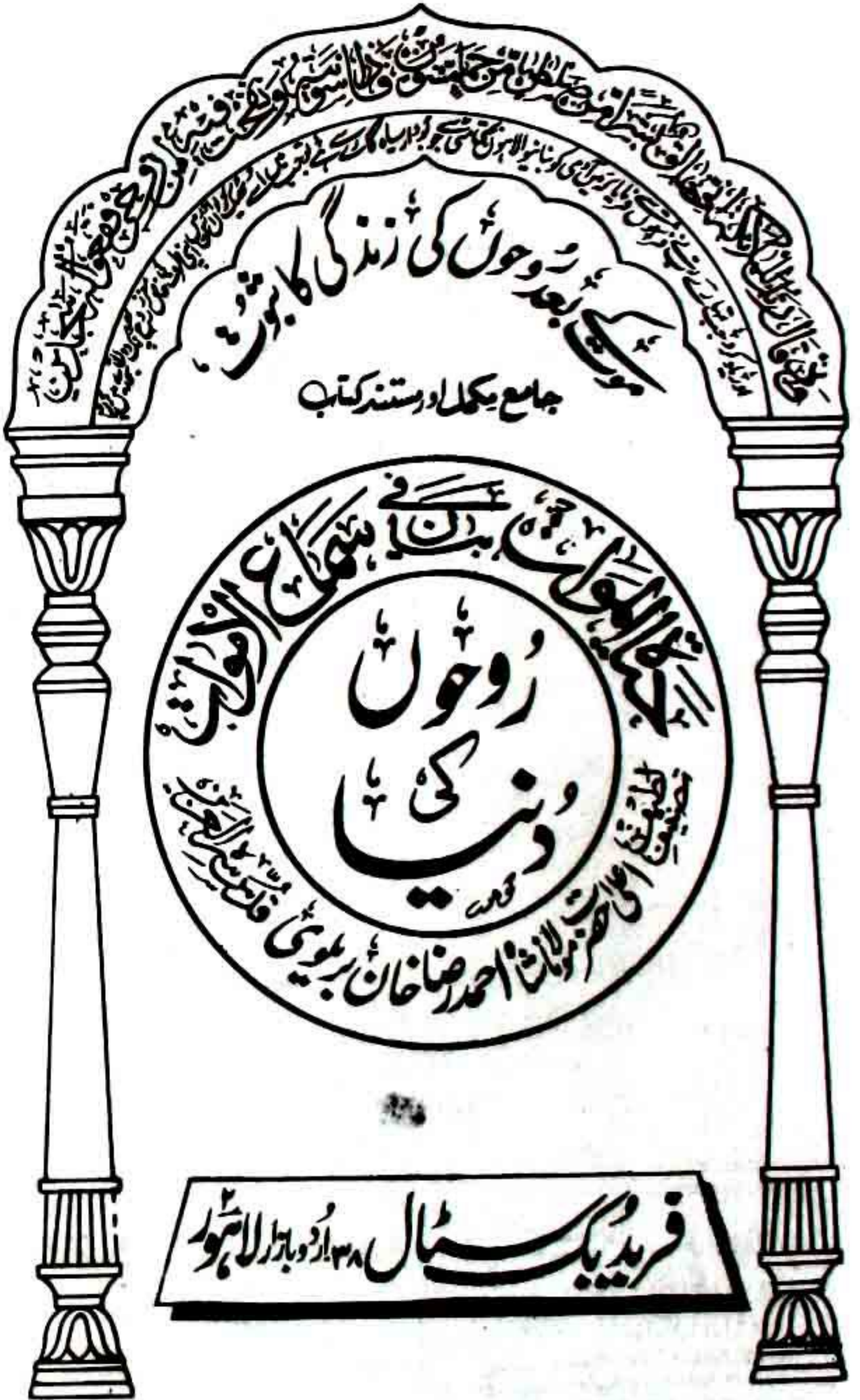
موت کے بعد روحوں کی زندگی کا ثبوت
جامع مکمل اور مستند کتاب
حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات
روحوں کی دنیا
اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی
فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار لاہور

نام کتاب : حیات الموات فی بیان سماع الاموات
تصنیف لطیف: اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
قیمت : -/ روپے

فرید بُک سٹال ۳۸۔اُردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹
ای۔میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

Farid Book Stall
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حامد اینڈ کمپنی نے مختصر عرصہ میں اسلامی کتب کی اشاعت میں ایک مقام حاصل کر لیا ہے، اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال رہی تو امید ہے کہ یہ ادارہ دینی لٹریچر کی اشاعت میں نمایاں کردار ادا کرے گا۔

حضرت علامہ مولانا ریحان رضا خاں مدظلہ العالی ، بریلی شریف، اگر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں اور ہمیں امام اہل سنت کی غیر مطبوعہ تصانیف کی فوٹو سٹیٹ کاپی عنایت فرمائیں تو ہم تمام اخراجات کی ادائیگی اور ان کتابوں کی اشاعت کی ذمہ داری لینے کیلئے تیار ہیں۔

پیش نظر کتاب "حیات الموات" عصر حاضر کے امام اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ العزیز کی تصنیف لطیف ہے، اس کتاب میں انہوں نے روحانی دنیا اور اس کے وظائف و اشغال کی نقاب کشائی کی ہے، قرآن و حدیث اور چودہ سو سالہ اسلامی لٹریچر کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ مرنے کے بعد روح فنا نہیں ہو جاتی بلکہ ایک نئے سفر کا آغاز کرتی ہے، ارواح کھانے پینے سے بے نیاز اور گھٹنے بڑھنے سے پاک ہوتی ہیں، دیکھنا، سننا، جاننا وغیرہ افعالِ روح ختم نہیں ہو جاتے بلکہ ان کی صلاحیت میں اضافہ ہو جاتا ہے، کتاب میں صرف اس مسئلہ کے متعلقات پر ہی بحث نہیں کی گئی بلکہ مذہبی مادہ پرستوں کے اعتراضات کے مسکت جوابات دیئے گئے ہیں۔

ہمارے محترم دوست الحاج محمد عارف قادری رضوی نے اس کتاب کا نادر نسخہ فراہم کیا ، مولانا اختر شاہجہانپوری نے امام اہل سنت کے حالات زندگی لکھے حضرت مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری نے بڑی محنت سے تصحیح کی ہم ان حضرات اور دیگر معاونین کے شکر گزار اور دعا گو ہیں۔

فہرست مضامین

فہرست فوائد ردوہابیت

فہرست خدمت گذاری تفہیم المسائل

فہرست دیگر فوائد

فہرست فوائد حواشی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حرفِ آغاز

مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ جہاں آپ کی علمی عظمت کا ڈنکا عرب وعجم میں بج رہا ہے وہاں پوری دنیا میں آپ کے فیض کا دریا رواں دواں ہے۔ زمانہ کے مایہ ناز اہل علم حضرات نے بھی آپ کے علمی تبحر اور درجۂ امامت کو خراج عقیدت پیش کیا اور آپ کو چودھویں صدی کا مجدد برحق تسلیم کیا ہے۔ ؎

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

آپ بزرگوں کی مقدس امانت یعنی حقیقی اسلام کے سچے محافظ، خالص عقیدۂ توحید و رسالت کے قابل فخر علمبردار، جبوں اور عماموں میں چھپے ہوئے فرقہ سازوں اور فتنہ پردازوں کے لیے پیغام اجل اور برٹش گورنمنٹ کے پرفتن دور میں وقت کی اہم ترین ضرورت ثابت ہوئے۔ سابقہ مجددین کی طرح چودھویں صدی میں خدائے ذوالمنن نے آپ کو ملت اسلامیہ کے بیڑے کا ناخدا بنایا۔

آپ ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو متحدہ ہندوستان کے صوبہ یو۔پی کے مشہور شہر بریلی شریف کے محلہ جسولی میں مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء) بن مولانا رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء) کے علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد محترم اپنے وقت کے جید عالم دین مفتی اور صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ دادا جان بھی جید عالم اور صاحب دل بزرگ

ہو گزرے ہیں۔ دونوں بزرگوں کی آپ پر خصوصی نگاہ کرم رہی۔ جس کا اثر اعلیٰ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات مجمع صفات میں کھلی کتاب کی طرح صاف نظر آتا تھا۔

آپ مولداً بریلوی، نسباً پٹھان، مذہباً حنفی اور مشرباً قادری برکاتی تھے۔

پیدائشی نام محمد اور تاریخی المختار رکھا گیا تھا۔ جد امجد آپ کو احمد رضا خان کہا کرتے۔ والد محترم کی زبان میں آپ کو امن میاں کے لقب سے پکارا جاتا۔ علمائے اہلسنت نے آپ کو اعلیٰحضرت اور فاضل بریلوی کہا، یگانہ روزگار ہستیوں نے آپ کو امام زمانہ اور مجدد مائۃ حاضرہ قرار دیا۔ لیکن مسلمانان عالم کا یہ امام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا غلام اپنا نام بڑے فخر کے ساتھ یوں لکھا کرتا تھا۔ عبد المصطفیٰ احمد رضا خاں ـــ عبد مصطفیٰ ہونے کا آپ کو بجا طور پر ناز تھا۔ جس کا ایک نعت شریف میں آپ نے یوں اظہار بھی فرمایا ہے۔ ؎

خوف نہ رکھ رضا ذرا، تو تو ہے عبدِ مصطفیٰ
تیرے لیے امان ہے تیرے لیے امان ہے

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ولادت کی جو تاریخ نکالی اس کے بارے میں بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اپنی سوانح حیات کے دریا کو آپ نے کوزے کے اندر بند کر کے رکھ دیا ہے۔ چنانچہ خامہ قدرت نے تاریخ ولادت کے لیے آپ کی زبان پر یہ آیت کریمہ جاری فرمائی

اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔

باغ عرب کا سرو ناز، دیکھ لیا ہے ورنہ آج
قمری جان غمزدہ، گونج کے چہچہائی کیوں

۱۴ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ کو تیرہ ۱۳ سال، دس ماہ اور تین دن کی عمر میں آپ نے تمام علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کر کے سند فراغ و دستار فضیلت پائی۔ والد محترم نے منصب افتاء کی ذمہ داری اسی روز آپ کے سپرد کر دی اور خود سرپرستی فرمانے لگے۔ چنانچہ اسی روز آپ نے رضاعت کے بارے میں ایک استفتاء کا جواب تحریر فرمایا

۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں جبکہ آپ عمر عزیز کی بائیس ۲۲ منزلیں طے کر چکے تھے تو اپنے والد ماجد کے ہمراہ مارہرہ شریف جا کر سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں جناب شاہ آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء) کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اسی موقع پر جملہ سلاسل میں اجازت و خلافت سے بھی نوازے گئے مرشد برحق کو اس گوہر یکتا پر بڑا ناز تھا۔ ایک موقع پر فرمایا "اگر قیامت کے روز پوچھا گیا کہ ۔ اے آل رسول! دنیا سے میرے لیے کیا لائے ہو؟ تو عرض کروں گا، الٰہی! میں تیرے لیے احمد رضا لایا ہوں"۔

نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانے میں
کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہو کر

۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں اپنے والدین کریمین کے ہمراہ فریضہ حج ادا کیا۔ اس مبارک موقع پر آپ نے مکہ مکرمہ میں شیخ احمد دحلان مفتی شافعیہ اور شیخ عبدالرحمان سراج مفتی حنفیہ رحمۃ اللہ علیہما سے تفسیر، حدیث، اصول حدیث اور اصول فقہ کی سندیں حاصل کیں۔ اس موقع پر ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا جس کا ذکر مولوی رحمان علی مرحوم (المتوفی ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء) نے یوں کیا ہے۔

"ایک دن نماز مغرب مقام ابراہیم (علیہ السلام) میں ادا کی۔ نماز کے بعد امام شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل بغیر کسی سابقہ تعارف کے ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنے گھر لے گئے۔ دیر تک ان کی پیشانی کو تھامے رہے اور فرمایا: اِنِّیْ لَاَجِدُ نُوْرَ اللّٰهِ مِنْ هٰذَا الْجَبِیْنِ۔ (بے شک میں اس پیشانی سے اللہ کا نور پاتا ہوں) اس کے بعد صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دست خاص سے مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے۔ سند مذکور میں امام بخاری علیہ الرحمۃ تک گیارہ واسطے ہیں۔ مکہ معظمہ میں شیخ جمل اللیل موصوف کے ایماء سے رسالہ جوہرہ مضیہ کی شرح جو مناسک حج میں شافعی مذہب کے مطابق ہے ۲ دو دن میں لکھی

یہ رسالہ شیخ حسین بن صالح کی تصنیف ہے۔ مولوی احمد رضا خان اس کا نام النیرۃ الوضیۃ فی شرح الجوہرۃ المضیۃ۔[1] رکھ کر شیخ کی خدمت میں لے گئے۔ شیخ نے ان کے حق میں تحسین و آفرین فرمائی"۔[2]

دوسری مرتبہ جب آپ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں حج بیت اللہ و زیارت روضہ مطہرہ سے مشرف ہوئے تو علمائے حرمین شریفین نے آپ کی وہ فقید المثال تعظیم و تکریم کی جو پاک و ہند کے شاید ہی کسی بزرگ کو اس مقدس سرزمین پر میسر آئی ہو۔ علمائے حرمین نے اپنے مسائل آپ سے حل کرائے اور آپ سے سندیں اور اجازتیں حاصل کرنا اپنے لیے سرمایہ افتخار شمار کیا۔ ایسی سندوں اور اجازتوں کو آپ کے خلف اکبر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) نے ایک رسالے کی شکل میں جمع کیا جس کا تاریخی نام الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ و المدینۃ ہے۔ موصوف نے اس رسالے میں مذکورہ اعزاز و اکرام کا آنکھوں دیکھا حال عربی میں سپرد قلم کیا ہے، جس کے ایک ٹکڑے کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

"والد ماجد نے اگرچہ گوشہ نشینی اور گمنامی کو پسند کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین میں آپ کی مقبولیت رکھ دی، گویا مکہ مکرمہ میں کارکنان قضا و قدر سے ندا کرا دی گئی کہ اے اہل صفا! جلدی جلدی چلو، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام آیا ہوا ہے۔ تو ہم نے وہاں کے علمائے کرام کو آپ کی جانب تیز تیز آتے اور اکابر عظام کو آپ کی تعظیم و توقیر میں جلدی کرتے دیکھا۔ بعض آپ کے علمی انوار حاصل کرنے کے لیے آئے۔ بعض صرف برکت ملاقات کی غرض سے پہنچے۔ کسی نے آکر مسئلہ پوچھا اور فتویٰ طلب کیا۔ کسی بزرگ نے اپنا لکھا ہوا فتویٰ دکھایا (اور تصدیق و تقریظ چاہی)۔ یہاں تک کہ باعزت لوگوں

---

[1] یہ رسالہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔

[2] محمد ایوب قادری، پروفیسر: تذکرہ علماء ہند (اردو، مطبوعہ کراچی)، بار اول ۱۹۶۱ء ص ۹۹

ممتاز شخصیتوں نے آپ سے برکت اجازت چاہی اور بڑی شان والے اکابر بیعتِ طریقت میں داخل ہوئے اور سالِ کرم مخدوم محمد حضرات بجالانے لگے۔ تا آنکہ ہم نے خود سنا کہ ایک دفعہ ایک بزرگ، بلند مرتبہ پیشوا۔۔۔ سے گفتگو کرتے وقت جب حضرت والد ماجد نے ادباً اُن کے گھٹنے کو چھونا چاہا تو وہ بولے:- انا اقبل ارجلکم ونعالکم کثر اللہ فی الامۃ امثالکم۔ (میں آپ کے قدموں اور جوتوں کو بوسہ دوں۔ اللہ تعالیٰ اس امت میں آپ جیسے علماء بکثرت پیدا کرے")۔[1]

۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء میں امام احمد خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے المعتمد المستند کے اندر گمراہ گردوں کے پانچ سرغنوں کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کیا تھا تاکہ بھولے بھالے مسلمانوں کو ان کے کفر وارتداد کے جال میں پھنسنے سے بچایا جائے۔ اس مبارک موقع پر آپ نے غنیمت جانا کہ علمائے حرمین طیبین سے اس فتوے کی تصدیق کروائی جائے چنانچہ آپ نے اپنا فتویٰ اور گمراہ گردوں کی متعلقہ کتابیں علمائے مکہ مکرمہ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ ان حضرات نے آپ کے فتوے کی زبردست تائید کی اور دعموم وعلم سے تقریظیں لکھیں۔ اسی طرح علمائے مدینہ منورہ نے بھی آپ کی تائید میں تقاریظ لکھیں چنانچہ ان حضرات کی تصادیق کے مجموعے کو وطن واپس لوٹتے ہی حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین کے تاریخی نام سے شائع کروا دیا گیا تھا۔ یہ مقدس مجموعہ آج بھی حق و باطل کے درمیان خطِ فاصل کا کام دیتا ہے۔[2]

یوں تو ہر سال حج بیت اللہ کے موقع پر عظیم الشان اجتماع ہوتا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ہوتا رہے گا لیکن ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء کا یہ اجتماع عظیم الشان تاریخی اہمیت کا حامل ہے کہ اس سال اس ارض مقدس پر حق و باطل کا واضح

---

[1] محمد احسان الحق، مولانا، رسائل رضویہ جلد دوم، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء، ص ۲۴۹۔

[2] بدر الدین احمد، مولانا، سوانح اعلیٰحضرت، مطبوعہ لکھنؤ، ص ۱۹۴۔

فیصلہ ہوا تھا معلوم کچھ ایسا ہوتا ہے کہ قدرت کا یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ اس سال حق و باطل کے علمبرداروں کو وہاں بلا کر، سب کے سامنے دربارِ رسول سے فیصلہ کروا دیا جائے۔ چنانچہ اس مقدس موقع پر جہاں اہلِ حق کا قافلہ سالار یعنی امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ یہاں پہنچا، اس طرح اہلِ باطل کا سرخیل مولوی خلیل احمد انبیٹھوی (المتوفی ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۶ء) بھی وہاں پہنچا ہوا تھا۔

اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کا جب دیوبندیوں کو علم ہوا تو انہوں نے شریف مکہ کے کان بھرے اور آپ کے خلاف سازشوں کا جال بچھا دیا۔ مسئلہ علم غیب کو اپنا سہارا بنانے کی کوشش کی اور تاثر یہ دیا کہ احمد رضا خان کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب علومِ الٰہیہ کے برابر ہے اور وہ ذاتی و عطائی کے سوا اور کوئی فرق نہیں مانتا۔ چنانچہ پانچ سوال متعلقہ علوم غیبیہ آپ کی خدمت میں حکومت کی جانب سے پیش ہوئے۔ بفضلہ تعالیٰ بخار کے باوجود مختلف نشستوں کے اندر ساڑھے آٹھ گھنٹے میں، آپ نے وہ تحقیقی جوابات بغیر کتابوں کی مدد کے۔ اپنی خداداد عدیم النظیر ذہانت و علمیت کے بل بوتے پر دئے کہ علمائے مکہ مکرمہ انگشت بدندان رہ گئے اور انہوں نے آپ کو سر آنکھوں پہ جگہ دی۔ آپ کے اس مقدس مجموعہ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیۃ پر تقریظ و تصدیق لکھنا اپنے لیے باعث سعادت سمجھا پون صدی گزر چکی گستاخانِ رسول کے تمام ٹولوں سے اس کا جواب نہیں ہو سکا بلکہ کوئی دشمن رسول اس کی ایک دلیل کو بھی کمزور ثابت نہیں کر سکا۔[1]

مکہ مکرمہ میں آپ کے علم کے انوار چمک اٹھے۔ ان حضرات پر بخوبی عیاں ہو گیا کہ احمد رضا خاں تو آسمان رشد و ہدایت کے نیّر تاباں، علوم و معارف میں امام زمانہ اور اس صدی کے مجدد برحق ہیں۔ پھر کیا تھا! وہاں کی مایہ ناز علمی ہستیوں نے آپ کی راہوں میں دیدہ و دل کا فرش بچھا دیا۔ آپ سے سندیں اور اجازتیں لیں، اپنے مشکل مسائل حل کروائے اور اس طرح ۲۴ صفر المظفر ۱۳۲۴ھ تک علمائے مکہ مکرمہ کے درمیان

[1] بدرالدین احمد، مولانا۔ سوانح اعلیٰحضرت، مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۶۲ء، ص ۲۱۱۔

یوں جلوہ افروز رہے جیسے چودھویں کا چاند ستاروں کے جھرمٹ میں[1] لیکن رئیس وہابیہ مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی نے ۲۷ اور ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کی درمیانی رات میں فَفَرَّ بِغَیرِ فِدَاءٍ۔ کی ایسی گردان پڑھی کہ ایک ہی جست میں جدہ جا کر سانس لیا غرضیکہ وہابیہ کے ایجنٹ، احمد فقیہ، مخصوم، نائب الحرم اور عبدالرحمان اسکوبی وغیرہ یعنی ساری منوہلی اینڈ کو ذلیل و خوار ہو کر رہ گئی[2] رئیس وہابیہ راہ فرار اختیار کر گیا اور نانوتوی جی کی مہاتمائی اپنے اکابر کی ذلت و رسوائی کا مدینہ طیبہ میں بدلہ لینے کی غرض سے انگڑائیاں لینے لگی۔[3]

جب آپ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے اور کعبہ جان سے رخصت ہو کر قبلہ دین و ایمان (روضہ اطہر) کی زیارت سے مشرف ہوئے تو علمائے مدینہ طیبہ نے بھی آپ کے اعزاز و اکرام میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور ان حضرات نے حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ پر بڑی محبت سے تقریظیں لکھیں نیز جب تک آپ کا قیام رہا اس وقت تک اہل علم آپ سے سندیں اور اجازتیں حاصل کرتے رہے بلکہ جن حضرات کو زمانہ قیام میں سند و اجازت نہ دے سکے اُن سے وعدہ فرمالیا تھا، ایسے تمام حضرات کے لیے بریلی شریف واپس پہنچ کر بذریعہ رجسٹری سندیں اور اجازتیں بھیجی گئیں۔[4]

علمائے مدینہ منورہ نے بھی آپ کو امام زمانہ اور چودھویں صدی کا مجدد برحق سمجھا اور شایانِ شان تعظیم و تکریم کی جیسا کہ تقاریظ سے ظاہر ہے۔ اسی لیے مولانا اختر الحامدی الرضوی مدظلہ نے کہا ہے :۔

نہ کیوں نازاں ہوں اختر اہل سنت اپنی قسمت پہ
رضا لوٹے مدینہ سے مجدد کی سند لے کر

---

[1] مصطفیٰ رضا خاں، مولانا: الملفوظ، حصہ دوم، مطبوعہ کراچی، ص ۳۸۔

[2] سید عبدالرحمان بہیوی مولانا: مقدمہ خالص الاعتقاد، مطبوعہ لاہور، ص ۷۔

[3] محمد مسعود احمد، پروفیسر: اعلیٰحضرت علماء حجاز کی نظر میں، مطبوعہ لاہور، ص ۱۷۶، ۱۷۷۔

[4] حامد رضا خان، مولانا: الاجازات المتینہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۰۶ء، ص ۲۵۶۔

اس وقت تک عالم اسلام کے کسی مفتی سے نوٹ کی شرعی حیثیت کا صحیح تعین نہیں ہو سکا تھا۔ اس مبارک موقع پر جب علمائے مکہ مکرمہ نے آسمان علم و عرفان کے اس نیر تاباں کو دیکھا تو انہوں نے نوٹ کے بارے میں بارہ ۱۲ سوالات آپ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپ نے ایسے محققانہ جواب دیے کہ ہمیشہ کے لیے نوٹ کا مسئلہ حل ہو گیا۔ اس مجموعے کا نام کفل الفقیہ الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم ہے۔ اس محققانہ رسالے کی اہمیت و عظمت کا اپنوں اور بیگانوں سب کو اقرار ہے۔ اس کی وجہ تصنیف اور مکہ مکرمہ کے مفتی احناف حضرت مولانا عبد اللہ بن صدیق رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے واقعہ کو مولانا بدر الدین احمد مدظلہ نے یوں بیان کیا ہے۔

واقعہ یوں ہے کہ اسی زمانے میں مولانا عبد اللہ میر داد، امام حرم شریف اور مولانا حامد محمد احمد جداوی نے نوٹ کے متعلق اعلحضرت کی خدمت میں ایک استفتاء پیش کیا، جس میں بارہ ۱۲ سوال تھے۔ اعلحضرت نے اس کے جواب میں مبسوط کتاب کفل الفقیہ الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم۔ تصنیف کر کے شروع کی جو بفضلہ تعالیٰ ۲۳ محرم ۱۳۲۴ھ کو مکمل ہو گئی۔ پھر یہ کتاب تبئیض کے لیے کتب خانہ حرم میں حضرت مولانا سید مصطفیٰ (محافظ کتب حرم مولانا سید اسماعیل بن سید خلیل کے برادر خورد) کے پاس بھجوائی گئی کیونکہ مولانا موصوف نہایت خوشخط عالم تھے۔ ۴ صفر ۱۳۲۴ھ کو اعلحضرت کفل الفقیہ کے مسودہ کی تصحیح کے لیے کتب خانہ حرم میں پہنچے۔ دیکھا کہ ایک شاندار عالم (مفتی احناف مولانا عبد اللہ بن صدیق) بیٹھے ہوئے کفل الفقیہ کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ جب وہ اس مقام پر پہنچے جہاں اعلحضرت نے فتح القدیر سے یہ عبارت نقل فرمائی کہ لَوْ بَاعَ كَاغِذَةً بِأَلْفٍ يَجُوْزُ وَلَا يُكْرَهُ۔ یعنی اگر کوئی شخص اپنے کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے میں بیچے تو بلا کراہت جائز ہے۔ تو پھڑک اٹھے اور اپنی ران پر ہاتھ مار کر بولے

أَيْنَ جَمَالُ بْنُ عَبْدُ اللهِ مِنْ هٰذَا النَّصِّ الصَّرِيْحِ۔

حضرت جمال بن عبداللہ (سابق مفتی احناف در رئیس علماء) اس نص صریح سے کہاں غافل رہ گئے۔ جب گزشتہ زمانے میں حضرت مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی علیہ الرحمہ مفتی حنفیہ تھے تو ان سے بھی نوٹ کے بارے میں سوال ہوا تھا۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے۔ مجھے اس کے جزئیہ کا کوئی پتہ نہیں چلتا کہ کچھ حکم دوں"۔ [1]

۱۳۲۹ھ میں امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ نے اس رسالے کا ضمیمہ نام کاسِرُ السَّفِیْہِ الْوَاھِمْ فِیْ اِبْدَالِ قِرْطَاسِ الدَّرَاھِمْ۔ کے نام سے عربی میں لکھا اور ساتھ ہی اَلذَّیْلُ الْمَنُوْطُ لِرِسَالَۃِ النُّوْطِ ـــــ کے تاریخی نام سے اس کا اردو ترجمہ پیش کیا۔ [2] اس رسالے میں مسئلہ نوٹ کے تحت مولوی عبدالحی لکھنوی مرحوم (المتوفی ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء) کی تحقیق پر تیرہ ایرادات قائم کیے اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی (المتوفی ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء) کی تحقیق پر، جن کو دیوبندی حضرات امام ربانی کہتے اور فقیہ النفس ٹھہراتے ہیں، ان کی اس ایک ہی مسئلہ میں فقاہت دکھاتے ہوئے ایک سو بیس رد کیے، جن میں سے کسی ایک کے تحقیقی جواب سے عہدہ برآ ہونے کی ان حضرات کے کسی جامع المجددین اور مفتی اعظم وغیرہ بننے والوں نے آج کے دن تک توفیق نہیں پائی ہے۔ [3]

ممکن ہے قارئین کرام کو ۱۳۲۳ھ کے اس مقدس سفر کی تفصیلات موضوع سے بیگانہ نظر آئیں لیکن اعلیٰحضرت کے منصب امامت علمی رفعت اور مجددانہ صلاحیت کے اظہار کی خاطر اس بیان کو طول دینا پڑا ہے۔ اس سے امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے منصب کو سمجھنے اور آپ کے علمی کارنامے کی اہمیت و اصابت سے باخبر ہونے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ ویسے جب دیار حبیب کا ذکر آئے تو رہوار قلم بھی کیا

---

[1] بدرالدین احمد مولانا: سوانح اعلیحضرت، مطبوعہ لکھنؤ، ص ۲۲۰، ۲۲۱

[2] محمد مسعود احمد، پروفیسر: اعلیحضرت علماء حجاز کی نظر میں، طبع سوم، ص ۱۶۱

[3] سبحان محمود مولوی: دیباچہ فتاویٰ رشیدیہ مبوب، مطبوعہ مطبع سعیدی کراچی، ص ۳

جو تسکینِ قلب و جگر حاصل کر لینے سے پہلے اُن کی چوکھٹ سے اپنا سر اُٹھائے۔ اس تجربہ کا ذکر تو راحتِ جان بلکہ جانِ ایمان ہے۔ ؎

اُن کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

غرضیکہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ علوم و معارف کے گوہر لٹاتے، انوار و فیضان کے دریا بہاتے اور مجددانہ انداز میں ملتِ اسلامیہ کی رہنمائی کا فریضہ ادا فرماتے رہے۔ آخر وہ وقت بھی آ پہنچا کہ حکمتِ الٰہیہ کے تحت آپ کو بھی اس جہانِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف رختِ سفر باندھنا پڑا۔ یعنی ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ بمطابق ۱۹۲۱ء کو جمعہ مبارکہ کے دن دو بجکر ۳۸ منٹ پر عین اذان کے وقت ادھر حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کی آواز سنی ادھر آفتاب جہاں تاب ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ چہرہ مبارکہ پر ایک نور کا شعلہ لپکا اور اعلیٰحضرت اس دارِ فانی سے کوچ کر کے اپنے ربِ قدیر کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ [۱]

حضرت محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میرے والدِ محترم وضو کر رہے تھے اچانک رونے لگے، وجہ پوچھی تو فرمایا، بیٹا! میں فرشتوں کے کندھوں پر قطب الارشاد کا جنازہ دیکھ رہا ہوں اور اس کے بعد زبان مبارک سے فرمایا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ۔ دیکھا تو یہ تاریخی مادہ (۱۳۴۰ھ) ہے۔ چند گھنٹوں کے بعد بریلی شریف سے مجددِ ملتِ حاضرہ قدس سرہ کے وصال کی خبر کا تار آ گیا۔ [۲] ـــــ خود محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تاریخ نکالی :۔ امام الھدیٰ عبد المصطفیٰ احمد رضا علیہ الرحمہ (۱۹۲۱ء) [۳] لیکن وصال سے تقریباً پانچ مہینے پہلے رمضان المبارک میں بھوالی پہاڑ پر خود قدرت نے سالِ وصال کے لیے امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان

---

[۱] محمد عبد الحکیم شرف قادری، مولانا، یادِ اعلیٰحضرت، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۰ھ، ص ۵۹۔

[۲] محمد صابر نسیم بستوی، مولانا: مجددِ اسلام، ص ۱۲۶۔

[۳] حسنین رضا خان، مولانا: وصایا شریف، مطبوعہ مقبول عام پریس لاہور، ص ۱۹۔

پر یہ آیۂ مبارکہ جاری فرمائی تھی۔ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِآنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ ؎
امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تصانیف کثیرہ ہو گزرے ہیں۔ آپ کو تقریباً پچاس علوم و فنون میں کامل عبور حاصل تھا۔ بعض علوم و فنون کے موجد ہونے کا آپ نے شرف پایا تھا۔ کئی علوم تو ایسے ہیں کہ آپ کے ساتھ ہی گویا دفن ہو گئے۔ ان علوم میں کامل ہونا تو درکنار کوئی ان کی معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا بھی آج دنیا میں نظر نہیں آتا۔ اکثر علوم و فنون میں آپ کو منصب امامت حاصل تھا۔ اہل علم کا ارشاد ہے کہ گذشتہ دو صدیوں میں ایسا جامع عالم اور کوئی نظر نہیں آتا۔ مذکورہ پچاس علوم و فنون میں سے کوئی علم و فن ایسا نہیں جس میں آپ کی متعدد تصانیف موجود نہ ہوں۔ تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، منطق، کلام اور تصوف وغیرہ کی تقریباً ڈیڑھ سو متداول کتابوں پر آپ نے حواشی لکھے اور تقریباً پانچ سو کتابیں ان لوگوں کے رد میں ہیں برٹش گورنمنٹ کے اشارے پر فرقے بنا کر ملت اسلامیہ کی اجتماعی قوت کو منتشر کیا اور جو اصلاح کے پردے میں مسلمانوں کی ایمانی دولت کو چھیننے پر تلے ہوئے تھے۔ اگرچہ آپ کی تصانیف کی مکمل فہرست تو تاحال مرتب نہیں ہو سکی لیکن مجموعی تعداد ایک ہزار سے کم نہیں جو پوری دنیا میں ایک ریکارڈ ہے۔ ؎۲

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی نور اللہ مرقدہٗ کے علمی کارناموں میں سب سے نمایاں ان کا فقہی کارنامہ ہے۔ آپ نے بے شمار سوالوں کے ایسے محققانہ جواب تحریر فرمائے کہ فقہ حنفی کے آسمان میں چار چاند لگا دیے۔ مجموعہ فتاوی بارہ ضخیم جلدوں مکمل ہے اور ہر جلد ہزار کے لگ بھگ صفحات پر مشتمل ہے۔ تاحال پہلی پانچ جلدیں شائع ہوئی ہیں۔ رد المحتار جیسی فقہ حنفی کی مشہور کتاب کی جد الممتار [عل] کے نام سے آپ نے

؎۱ ایضاً، ص ۱۸

؎۲ و۔ المیزان، بمبئی، امام احمد رضا نمبر، ص ۲۵۸
ب۔ انوار رضا، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۷ھ، ص ۳۲۵ تا ۳۴۸

[عل] جد الممتار عربی ٹائپ میں حیدر آباد دکن سے طبع ہو کر مبارک پور سے شائع ہو رہی ہے

پانچ جلدوں میں شرح لکھی جو فقہ حنفی میں یقیناً ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ کتب حرم کے محافظ اور مکہ مکرمہ کے جید عالم دین، مولانا سید اسماعیل بن سید خلیل رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء) نے آپ کے فتاوے کے چند اوراق پڑھے تو پھڑک اٹھے اور بیساختہ اُن کی زبان سے نکلا:۔

واللہ اقول والحق اقول لو راٰھا	اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور سچ کہتا
ابو حنیفۃ النعمان لاقرت عینہ	ہوں کہ اگر اسے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ
ولجعل مؤلفھا من جملۃ	علیہ دیکھتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی
الاصحاب [1]	ہوتیں اور اس کے مولف کو اپنے
	اصحاب میں شامل فرماتے۔

آپ کا دوسرا قلمی کارنامہ کنز الایمان کے نام سے قرآن کریم کا ملت اسلامیہ کو ایسا اُردو ترجمہ دے دینا ہے جسے اگر ایمانی عینک لگا کر پڑھا جائے تو یقیناً یہی کہنا پڑے گا کہ کلام الٰہی کی ترجمانی کا اُردو میں اگر کسی نے حق ادا کیا ہے تو وہ کنز الایمان ہے جو ملت اسلامیہ کو ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں مرحمت فرمایا گیا تھا[2]۔ یوں تو قرآن کریم کے اردو میں بے شمار ترجمے ہو چکے ہیں اور بعض بڑی آب و تاب سے شائع بھی ہو رہے ہیں لیکن ان میں اپنے خانہ ساز نظریات کو اس طرح ٹھونسنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ترجمانی کی صورت مسخ ہو کر رہ گئی۔ ایسے حضرات نے اپنے مخصوص نظریات پر بساط بھر قرآنی تائید کی نقاب تو ڈال دی لیکن ایسا کرکے جہاں انہوں نے امت محمدیہ کو غلط راستے پر ڈالنے کی کوشش کی وہاں اپنے لیے بھی نفع بخش زادِ راہ جمع نہیں کیا۔

میری نظر میں مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تیسرا علمی کارنامہ

---

[1] حامد رضا خان، مولانا۔ الاجازات المتینۃ، مطبوعہ لاہور، ص ۲۵۸۔

[2] (۱) ۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر:۔ فاضل بریلوی اور ترک موالات، مطبوعہ لاہور، طبع پنجم ۱۳۹۰ھ، ص ۲۰۔

(ب) ۔ انوار رضا، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۷ھ، ص ۱۰۱ تا ۱۱۱

یہ ہے کہ جب وہابیت کی تند و تیز آندھی چلی اور وہ مسلمانوں کی ایمانی دولت کو خس وخاشاک کی طرح اڑائے جانے اور انہیں بارگاہ رسالت کا گستاخ بنا دینے پر تلی ہوئی تھی تو اس پیکر عاشق رسول نے بلبل باغ مدینہ بن کر یوں چہچہانا شروع کیا کہ مسلمان آپ کے نغموں کو سن کر جھوم اٹھتے، ان کے دین و ایمان کے گلشن میں بہار آگئی، ان کی کشت ایمان لہلہانے لگی۔ آپ نے اپنے ایمان افروز نغموں کے ذریعے گلشن ملت اسلامیہ کی یوں آبیاری کی کہ اس چمنستان کا ہر نخل مئے حب نبی سے سرشار ہوتا اور مست جام بادہ الفت ہو کر جھومنے لگتا تھا[1] ایک روز یہی حقیقت آپ کے قلم سے بھی یوں ٹپک پڑی تھی۔ ؎

جھوم جھوم اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستان
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

آپ کا چوتھا قلمی کارنامہ، بلکہ تمام کارناموں کا جامع، وہ تجدیدی کارنامہ ہے جس کا چودھویں صدی میں آپ نے پوری کامیابی کے ساتھ فریضہ ادا کیا۔ ایک جانب اگر آپ سرمایہ ملت کی نگہبانی کر رہے تھے، اسلامی علوم و معارف کی حفاظت کا فریضہ ادا کر رہے تھے تو دوسری جانب کوئی ایسا فتنہ پروان اور فرقہ ساز نہ ہوگا جس کے خلاف آپ معرکہ آراء نہ ہوئے ہوں۔ کوئی گمراہ گر ایسا نہیں ملے گا جو اپنے وقت کا مرحب یا عمرو بن عبد ود ہی کیوں نہ ہو، کہ اسے علمی میدان سے بھاگنے پر مجبور کر کے کھونٹے سے نہ باندھ دیا ہو اسی لیے تجدیدی کارنامے کا چودھویں صدی میں قدرت نے جس کے سر پر سہرا باندھا وہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والا صفات ہے[2]۔ اس زندہ حقیقت کا آپ نے خود یوں اعلان فرمایا تھا۔ ؎

وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے، یہ وار وار سے پار ہے

مولانا عبد الجبار خاں صاحب اعظم گڑھی مدظلہ نے اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے

---

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر: فاضل بریلوی اور ترک موالات، ص ۲۱

[2] المیزان، بمبئی، امام احمد رضا نمبر، بابت اپریل، مئی، جون ۱۹۷۶ء، ص ۲۷۰۔

خوب فرمایا ہے کہ جب مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقصد کی تکمیل کے لیے اپنی زبان اور اپنے قلم کو جنبش دی ، جس کے لیے قدرت نے آپ کو پیدا فرمایا تھا اور اس فرض کی ادائیگی کے لیے کھڑے ہو گئے جس پر رضائے مصطفی علیہ الثناء الثنا کی مہر لگی ہوئی تھی ، تو ایوان باطل کے ہر گوشے میں (خواہ وہ بدعت و ضلالت کا ہو یا کفر و ارتداد کا) کھلبلی مچ گئی ۔ تہلکہ اور زلزلہ بپا ہو گیا ۔ اس کے قلم کی نوک نے مذہب اسلام کے ہر نقاب پوش ڈاکو کے چہرے سے نقاب الٹ دی اور اس طرح اس کا خوفناک اور اصلی مکروہ چہرہ اسلامیوں کے سامنے کر دیا ۔ بقول ایک معاصر ، میں خیال کرتا ہوں کہ ہر فتنہ انگیز کو فتنہ پھیلانے سے پہلے یہ خیال مدتہائے مدت تک باز رکھتا ہو گا کہ اعلیحضرت کی سیف زبان و قلم کا جواب کیا ہو گا ——— غرضیکہ اعلیحضرت نے اپنے دور میں ملت اسلامیہ کو وہ سب کچھ دیا جس کی اسے ضرورت پیش آئی ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :- اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا اَمْرَ دِیْنِھَا ۔ یعنی ہر صدی کے ختم پر اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ ایک مجدد ضرور بھیجے گا جو امت کے لیے اس کا دین تازہ کرے ۔ حدیث شریف کی رہنمائی کے مطابق جب ہم چودھویں صدی پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ایک ایسا مجدد نظر آتا ہے جو چودھویں رات کے چاند کی طرح اپنی شان مجددیت میں درخشاں اور تاباں ہے ۔ فضل و کمال کے ساتھ ہر ایک علم میں اللہ اور رسول (جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اپنے دین کے لیے اس مجدد کو وہ بلند مرتبہ عطا فرمایا جس کے سامنے عرب و عجم اور حل و حرم کے بڑے بڑے علماء نے سر نیاز خم کیے ۔ جن کے علمی دبدبے سے یورپ کے سائنس دان اور ایشیا کے فلاسفہ لرزتے رہے ——— جانتے ہو اس عظیم المرتبت مجدد کا نام کیا ہے ؟ ——— لو اب ہم سے سنو ۔ اس کا پیارا نام عبد المصطفیٰ احمد رضا خان ہے ، جو اسلامی دنیا میں اعلیحضرت ، فاضل بریلوی کے نام سے مشہور ہے ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا یلہ

لہ بدر الدین احمد مولانا : سوانح اعلیحضرت ، مطبوعہ لکھنؤ ، ص ۶۵ ، ۶۶ ۔

جائے غور ہے برٹش گورنمنٹ کے پرفتن دور میں امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سوا اور ایسا کون ہے جو گمراہ گروں اور دشمنان دین سے پنجہ آزما اور معرکہ آرا ہوا ہو؟ جب دشمنانِ اسلام نے ذاتِ قدوس اور بے عیب خدا پر کذب کے معنی درست کر کے اسلامی عقیدہ توحید پر ضرب لگانے کی کوشش کی تو آپ کا قلم ان کے لیے شمشیر خارا شگاف بنا، جب شاتمانِ رسول نے مسلمانوں کے عقائدِ نبوت کو مجروح کرنا چاہا تو کس کا قلم ان بدنصیبوں پر ذوالفقارِ حیدری بن کر ٹوٹا؟ مجھے جواب دیجیے کہ دین و مذہب کے ڈاکوؤں نے جب اہل ایمان کے سینوں سے اس امانتِ خداوندی یعنی عظمت مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا کو چھین لینے کا خواب دیکھا تو ان کے خوابوں کے فلک بوس محل کو تعبیر سامنے آنے سے پہلے کس کی زبان و قلم اور حکمتِ عملی نے مسمار کر کے رکھ دیا اور جب ان مکاروں نے پیری اور مشیخت کے لبادے اوڑھ کر ملت کے دلوں کے فانوس میں بزرگانِ دین و عمائدینِ اسلام کی عقیدت کے جلتے ہوئے چراغوں کو بجھانے کے لیے ناپاک تمناؤں کے قلعے تیار کیے تو کس کی سعی بہیم نے ان کو زمین بوس کر کے تہس نہس کر دیا؟ جب مولویت نما عیاروں نے آثارِ اسلام اور مقاماتِ مقدسہ کی عزت و حرمت کو غلامانِ مصطفٰے کے دلوں اور دماغوں سے نکال پھینکنے کی جرات کی، تو کس کی زبان پاک اور قلم مبارک نے ان کی چالاکیوں کے پردوں کو چاک کیا؟ اس مردِ مجاہد کا نامِ نامی و اسم گرامی احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ وہی تاریخ ساز فرد کامل اس صدی کا مجدد ہے۔ [1]

اعلحضرت کا شمار ان جلیل القدر شہیدان محبت میں ہوتا ہے جنہوں نے عظمت مصطفٰے علیہ التحیہ والثناء کے پرچم کو بلند رکھنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگائی اور پہاڑ کی طرح جم کر دشمنانِ رسول کا مقابلہ کیا۔ چنانچہ جب متحدہ ہندوستان کے بے دین علماء نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گالیاں لکھ کر عظمت رسول کو گھٹانے کا ہولناک فتنہ کھڑا کیا، تو آپ نے کوہ استقامت بن کر اس عظیم فتنہ کی بیخ کنی فرمائی۔ پھر تو ان دشمنان دین نے جل بھن کر اپنے رسالوں، اخباروں اور کتابوں میں آپ پر گالیوں کی بوچھاڑ

[1] انوار رضا مطبوعہ لاہور ۱۳۹۷ھ ص ۲۴۔

کردی اور طرح طرح کی آپ کو گالیاں دینے لگے۔ مگر محمدی کچھار کے اس شیر نے اُن کی گالیوں سے بے نیاز ہو کر اپنی ذات کو عظمتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے لیے سپر ہی بنائے رکھا اور ان کی دھمکیوں اور گیدڑ بھبکیوں کی کوئی پرواہ نہ کی۔[1]

۱۲۹۶ھ سے ۱۳۴۰ھ تک متواتر چونسٹھ سال آپ نے سرمایہ ملت کی نگہبانی کا عظیم الشان فریضہ ادا کیا۔ شجر اسلام میں غیر اسلامی عقائد و نظریات کی قلمیں لگانے والوں کا ہر محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ جبوں اور عماموں میں چھپے ہوئے تمام لصوص دین کے مکروہ چہروں سے نقاب اٹھا کر سب کو دکھاتے رہے اور آخری وقت بھی ملت اسلامیہ کی خیر خواہی کے پیش نظر بھولے بھالے مسلمانوں کو یوں فہمائش فرمائی۔

پیارے بھائیو! تم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑیں ہو۔ بھیڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکا دیں، تمہیں فتنے میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں ان سے بچو اور دور بھاگو۔ دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فتنے ہوئے اور ان سب سے نئے گاندھوی ہوئے (مودودیت ان سب کے بعد میں اٹھنے والا فتنہ ہے) جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا۔ یہ سب بھیڑیے ہیں تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں۔ ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رب العزت جل جلالہ کے نور ہیں، حضور سے صحابہ روشن ہوئے، اُن سے تابعین روشن ہوئے، تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے، اُن سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے۔ اُن سے ہم روشن ہوئے۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں، یہ نور ہم سے لو، ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو۔ وہ نور یہ ہے کہ اللہ و رسول کی سچی محبت، اُن کی تعظیم اور اُن کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے

---

[1] بدر الدین احمد، مولانا: سوانح اعلیحضرت، ص ۱۰۰

دشمنوں سے سچی عداوت، جس سے خدا اور رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ، پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو، پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اُسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔

میں پونے چودہ برس کی عمر سے یہی بتا رہا ہوں۔ اس وقت پھر یہی عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کی حمایت کے لیے کسی بندے کو کھڑا کر دے گا۔ مگر نہیں معلوم میرے بعد جو آئے، کیسا ہو اور تمہیں کیا بتائے۔ اس لیے ان باتوں کو خوب سن لو۔ حجۃ اللہ قائم ہو چکی۔ اب میں قبر سے اٹھ کر تمہارے پاس بتلانے نہ آؤں گا۔ جس نے اسے سنا اور مانا، قیامت کے دن اُس کے لیے نور و نجات ہے اور جس نے نہ مانا اُس کے لیے ظلمت و ہلاکت۔ یہ تو خدا اور رسول کی وصیت ہے۔ جو یہاں موجود ہیں سنیں اور مانیں اور جو یہاں موجود نہیں تو حاضرین پر فرض ہے کہ غائبین کو اس سے آگاہ کریں۔"[1] ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آپ قلمی میدان میں عمر بھر سرمایہ ملت کی نگہبانی کرتے رہے۔ جب بھی کسی موضوع پر قلم اٹھایا تو تحقیق کا وہ حق ادا کیا کہ مایہ ناز اہلِ علم بھی دنگ رہ جاتے۔ محاسبہ اتنا جاندار ہوتا تھا کہ مخالف کے فرار کی ہر گلی بند کر دی جاتی تھی۔ نظر میں اتنی وسعت تھی کہ اہلِ علم کے لیے اضافے کی گنجائش باقی نہیں رہتی تھی ——— ایسے ہی موضوعات میں سے ایک مسئلہ سماعِ موتیٰ کا ہے۔ مجددِ مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ جب عمرِ عزیز کی تینتیسویں منزل طے کر رہے تھے تو اس موضوع پر اپنے رہوارِ قلم کو

---

[1] حسنین رضا، مولانا: وصایا شریف، مطبوعہ مقبولِ عام پریس لاہور، ص ۳ تا ۵۔

اذان حرام دینا پڑا۔ برزخی زندگی کے بارے میں اہلسنت وجماعت (اللہ تعالیٰ ان حضرات کی سعی کو مشکور فرمائے) کا ہمیشہ سے یہ مذہب ہے۔

۱۔ دنیاوی زندگی جس کا سلسلہ موت پر ختم ہو جاتا ہے اور اخروی ودائمی زندگی جو روز حشر سے شروع ہو گی ان دونوں زندگیوں کے درمیانی وقفے کو برزخی زندگی کہتے ہیں۔

۲۔ برزخ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر انسان کو، خواہ وہ مومن ہو یا کافر، ایک خاص قسم کی زندگی عطا فرمائی جاتی ہے یعنی جسم اور روح کا دورہ ہوتے ہوئے ایک گونہ تعلق باقی رکھا جاتا ہے، جس کے باعث یہ زندگی دنیاوی زندگی سے بڑی حد تک مختلف ہوتی ہے۔

۳۔ برزخی زندگی میں عام انسانوں کو چلنے پھرنے سے اگرچہ عاجز رکھا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود پروردگار عالم انہیں ادراک وشعور سے بہرہ ور رکھتا ہے تاکہ وہ منکر نکیر کے سوال اور دنیا والوں کے سلام وکلام کا جواب دے سکیں۔ اگرچہ ہم ان کا جواب نہیں سنتے لیکن وہ سننے اور بولنے سے مجبور نہیں ہوتے۔

۴۔ موتیٰ کے سماع وادراک کا انکار، قبر کے عذاب وثواب اور نکیرین کے سوالات وغیرہ امور کا انکار ہے جب کہ یہ باتیں نصوص قطعیہ سے ثابت ہیں اور ایک مسلمان انہیں جھٹلانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

۵۔ جسم کے اجزا جلنے، گلنے سڑنے، جانوروں کے کھا جانے یا کسی بھی وجہ کے تحت ہزاروں جگہ منتشر کیوں نہ ہو جائیں لیکن روح کے ساتھ اُن کا تعلق برابر قائم رہتا ہے اور اسی تعلق کے باعث روح کے ساتھ اجزائے جسم بھی برابر راحت یا تکلیف محسوس کرتے رہتے ہیں۔

۶۔ برزخی زندگی اگرچہ دنیاوی زندگی کے مقابلے میں کئی لحاظ سے نامکمل اور ایک مخصوص قسم کی زندگی ہو کر رہ جاتی ہے لیکن قدرت ہر مردے میں ایک مخصوص طریقے پر علم وادراک اور سمع وبصر وغیرہ کی قوت باقی رکھتی ہے۔

۷۔ ارواح مومنین کی رہائش گاہ علیین وغیرہ میں ہوتی ہے اور کفار و منافقین کے جیل خانے کا نام سجین ہے۔ جو زمین کی سب سے نچلی تہہ کے نیچے ہے۔

۸۔ شہدار کی ارواح کا ان کے اجسام کے ساتھ اتنا مضبوط تعلق ہوتا اور اُن کے اجسام کو وہ خصوصیت حاصل ہوتی ہے کہ ان کی برزخی زندگی پر حیات کا اطلاق کیا جانا زیادہ مناسب ہے۔ اسی لیے قرآن کریم نے انہیں زندہ قرار دیا ہے۔

۹۔ اولیائے کرام کی برزخی زندگی بھی شہدار کی طرح علی قدرِ مراتب بہت بلند و بالا ہوتی ہے۔ اور ان حضرات کے علوم و اختیارات میں وفات کے بعد اور بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

۱۰۔ انبیائے کرام پر موت تو ضرور واقع ہوتی ہے۔ لیکن ان حضرات کی برزخی اور دنیاوی زندگی میں اس کے سوا اور کوئی فرق نہیں ہوتا کہ دنیاوی زندگی کا سلسلہ ختم ہوتے ہی یہ بزرگ دنیاوی ضروریات اور بشری تقاضوں سے بے نیاز اور فریضہ تبلیغ سے سبکدوش ہو جاتے ہیں[۱]۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

اللہ تعالےٰ اپنی قدرت کاملہ سے عوام الناس کی ارواح کا اُن کے اجسام سے اتنا تعلق ضرور قائم فرما دیتا ہے جس کے باعث انہیں ادراک و شعور حاصل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ احادیث مطہرہ میں وارد ہے کہ میت غسل دینے والوں قبرستان کی طرف لے جاتے والوں۔ دفن کرنے والوں اور بعد دفن سلام و کلام کرنے والوں کو پہچانتی اور ان کے سلام و کلام کا جواب دیتی ہے۔ اہلسنت وجماعت کے جمہور، مفسرین، محدثین، فقہا اور متکلمین کا مذہب یہی ہے۔ چنانچہ علامہ ابوالمظفر طاہر بن محمد اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۷۱ھ/۱۰۷۸ء) نے اس سلسلے میں یوں فرمایا ہے:۔

واخبر انھم یحیون فی القبور و	فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ مردے قبروں میں
قد ورد فی معنے احیاء الموتیٰ فی القبور	زندہ کیے جاتے ہیں۔ قبروں میں مردوں کے زندہ کیے جانیکے

[۱] فتاویٰ رضویہ جلد چہارم مسئلہ نمبر ۱۵۴ صفحہ نمبر (۱۹۷)

الآیات والاخبار والآثار۔[1]

بارے میں اتنی آیتیں اور احادیث و آثار ہیں جن کا شمار نہیں۔

اہل سنت وجماعت کے مایہ ناز محقق، امام تقی الدین سبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۵٦ھ / ۱۳۵۴ء) نے فرمایا ہے:۔

قد اجمع اہل السنۃ علی اثبات الحیوۃ فی القبور. قال امام الحرمین فی الشامل وقد اتفق سلف الامۃ علی اثبات عذاب القبر و احیاء الموتی فی قبورھم و رد الارواح فی اجسادھم۔[2]

اہل قبور کی حیات پر اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے۔ حضرت امام الحرمین نے اپنی کتاب شامل میں فرمایا ہے کہ عذاب قبر کے اثبات اور مردوں کے ان کی قبروں میں زندہ کیے جانے اور ارواح کو ان کے اجسام کی طرف لوٹائے جانے کے بارے میں اہل سنت وجماعت (اسلافِ امت) کا مکمل اتفاق ہے۔

امام المتکلمین قاضی عضد الدین، عبد الرحمان بن احمد رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۵٦ھ / ۱۳۵۵ء) نے فرمایا ہے:۔

احیاء الموتی فی قبورھم ومسئلۃ منکر ونکیر وعذاب القبر للکافر والفاسق کلھا حق واتفق علیہ سلف الامۃ[3]

مردوں کو ان کی قبروں میں زندہ کیا جانا، سوالات منکر نکیر اور کافر و فاسق کو قبر میں عذاب دیا جانا، ہمارے نزدیک یہ سارے امور حق ہیں اور امت کے اگلوں کا ان پر اتفاق رہا ہے۔

امام المحدثین، ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۵۲ھ / ۱۴۴۳ء) نے یوں تصریح فرمائی ہے:۔

ذھب ابن حزم وابن ھبیرۃ الی ان السؤال یقع ابن حزم اور ابن ہبیرہ کا مذہب یہ ہے کہ سوال

---

[1] طاہر بن محمد اسفرائنی، امام :- التبصیر، مطبوعہ مصر، ص ۱۵۸

[2] تقی الدین سبکی، امام :- شفاء السقام، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، ص ۱۵۲۔

[3] عبد الرحمان بن احمد عضد الدین، متکلم :- شرح مواقف، مطبوعہ نولکشور، ص ۷۱۵۔

غیر عود الی الجسد وخالفہم الجمہور فقالوا تعاد الروح الی الجسد او بعضہ کما ثبت فی الحدیث ۔[۱]	صرف روح سے ہوتا ہے اور روح جسم کی طرف لوٹائی نہیں جاتی، لیکن جمہور اہلسنت ان کے خلاف ہیں کیونکہ جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ روح پورے جسم یا اُس کے بعض حصوں کی طرف لوٹائی جاتی ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے ۔

دسویں صدی کے مجدد اور مایہ ناز محدث و محقق علامہ علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۴ء) نے برزخی زندگی اور اعادہ روح پر بحث کرتے ہوئے ان لوگوں کے اس الزام کی تردید بھی فرمائی ہے جو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء) پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ حضرت امام المسلمین کو اعادہ روح کے بارے میں توقف تھا۔ چنانچہ موصوف نے اس سلسلے میں یہ بھی فرمایا ہے :۔

واعلموا ان اهل الحق اتفقوا علی ان الله یخلق فی المیت نوع الحیوة فی القبر قدر ما یتألم و یتلذذ ولكن اختلفوا فی انه هل یعاد الروح الیه والمنقول عن ابی حنیفة التوقف[۲] لا ان کلامه ههنا یدل علی اعادة الروح اذ جواب الملكین فعل اختیاری فلا یتصور بدون الروح[۳]	جاننا چاہیے کہ اس بات پر اہل حق کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کو قبر میں ایک خاص قسم کی زندگی عطا فرما دیتا ہے جس سے وہ تکلیف اور لذت کا احساس کرتا ہے، لیکن روح کو لوٹائے جانے کے بارے میں اختلاف ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو توقف کرنا منقول ہے، اس کے برعکس ان کا کلام اعادہ روح پر دلالت کرتا ہے کیونکہ منکر نکیر کو جواب دینا مرضی ہے جو بغیر روح کے متصور نہیں ۔

[۱] ابن حجر عسقلانی، محدث :۔ فتح الباری ۔ جلد پنجم، ص ۲۰۷ ۔
[۲] شاید یہ کتابت کی غلطی ہو ورنہ ابن حزم کے ہم خیال کا نام تو ابن بیو تھا۔
[۳] ملا قاری حنفی، محدث :۔ شرح فقہ اکبر، ص ۱۲۱ ۔

اہلسنت وجماعت کے مشہور و معروف عالم و متکلم اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ (المتوفی سنہ ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) کے ہمعصر یعنی علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ۱۰۷۰ھ / ۱۶۶۰ء) نے فرمایا ہے:۔

لا یخفیٰ علیک ان لیس المراد	تجھ پر مخفی نہ رہے کہ زندہ سے مراد یہاں ایسا
بالحیّ ھٰھنا ما یعاد فیہ الروح	زندہ نہیں ہے کہ جس میں روح پورے طور پر
ویصدر عنہ الافعال الاختیاریۃ	لوٹا دی جائے اور اس سے دنیاوی زندگی
بل ما یدرک الالم واللذۃ	کی طرح اختیاری فعل صادر ہونے لگیں بلکہ
فاذا خلق اللہ فیہا ادراکًا	صرف اتنی زندگی مراد ہے جس سے تکلیف
یکون سببًا لادراک الالم	اور راحت کا ادراک ہو سکے۔ جب اللہ تعالیٰ
واللذۃ یکون حیًا ولا	اس میں ادراک پیدا کر دیتا ہے جو تکلیف اور
جمادًا [1]۔	راحت محسوس کرنے کا سبب بنتا ہے تو اسے
	زندہ کہتے ہیں نہ کہ جماد

تفسیر مظہری کے مصنف جنہیں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء) نے بیہقی وقت کا لقب دیا تھا، یعنی حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء) نے مختلف احادیث کو تطبیق دیتے ہوئے جمہور کے موقف کی یوں ترجمانی کی ہے:۔

قلنا وجہ التطبیق ان مقر	ہم کہتے ہیں کہ ان میں مطابقت اس طرح ہے کہ
ارواح المؤمنین فی علیّین	ارواح مومنین کی رہائش گاہ علیین یا ساتوں
او فی السماء السابعۃ ونحو	آسمان یا ان کے مانند کوئی جگہ ہے جیسا کہ مذکور
ذٰلک کما مرّ ومقر ارواح	ہوا اور کفار کی ارواح کا ٹھکانہ سجّین ہے۔ اس
الکفار فی سجّین ومع ذٰلک	کے باوجود ہر ایک روح کا اس کے متعلقہ جسم
لکل روح منہا اتصال بجسدہ	سے قبر وغیرہ میں اتصال و تعلق ہوتا ہے اور

[1] عبد الحکیم سیالکوٹی علامہ:۔ حاشیہ خیالی، ص ۱۱۸۔

فی قبرہ لا یدرک کنھہ الا
اللہ تعالیٰ وبذلک الاتصال
یصح ان یعرض علی الانسان
المجموع المرکب من الجسد
والروح متعددۃ من الجنۃ
والنار ویحس اللذۃ اوالالم
ویسمع سلام الزائر یجیب
المنکر والنکیر ونحو ذلک
مما ثبت بالکتب والسنۃ [1]

اس تعلق کی حقیقت کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا
اور اسی اتصال وتعلق کی وجہ سے تو یہ درست
ہوا کہ انسان پر، جو جسم اور روح کے مجموعے
سے مرکب ہے، اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے۔
خواہ وہ جنت ہو یا دوزخ اور وہ راحت و
تکلیف محسوس کرتا ہے، زائر کا سلام سنتا اور
منکر نکیر کو جواب دیتا ہے اور اسی طرح وہ تمام چیزیں
واقع ہوتی ہیں جو قرآن وحدیث سے ثابت
ہیں۔

متاخرین میں سے احناف کے مایہ ناز فقیہ یعنی علامہ سید محمد امین ابن عمر عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء) نے اس سلسلے میں جمہور کے موقف کی یوں ترجمانی فرمائی ہے:۔

ولا یرد تعذیب المیت فی
قبرہ لانہ توضع فیہ الحیوۃ
عند العامۃ بقدر ما یحس
بالالم والبنیۃ لیست بشرط
عند اھل السنۃ بل تجعل
الحیوۃ فی تلک الاجزاء المتفرقۃ
لا یدرکہ البصر [2]

عذاب قبر ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کیونکہ
عام علماء کے نزدیک مردے کے اندر اتنی
زندگی پیدا کر دی جاتی ہے جس سے وہ تکالیف
وغیرہ کا احساس کر سکے۔ اہلسنت وجماعت کے
نزدیک ڈھانچے کا باقی رہنا شرط نہیں ہے
بلکہ جسم کے اجزائے متفرقہ میں ایسی جان ڈال
دی جاتی ہے جسے نگاہ نہیں دیکھتی۔

مذکورہ بالا عبارتوں سے جمہور اہلسنت وجماعت کا برزخی زندگی کے بارے میں موقف بالکل واضح ہے۔ اس مسئلے میں سب سے پہلے ابن حزم ظاہری المذہب

---

[1] ثناء اللہ پانی پتی، محدث، تفسیر مظہری، جلد دہم، ص ۱۲۴، ۱۲۵۔

[2] سید محمد امین ابن عابدین، علامہ: رد المحتار، جلد دوم، مطبوعہ مصر، ص ۲۰۱۔

(المتوفی ۴۵۶ھ / ۱۰۶۴ء) نے اہلسنت وجماعت سے اختلاف کیا موصوف احادیث صحیحہ کے خلاف اعادہ روح کے منکر تھے۔ ان کا موقف یہ تھا کہ برزخ میں جو راحت یا کلفت پہنچتی ہے اس کا احساس صرف روح کو ہوتا ہے اور جسم اس کی لذت و احساس سے قطعاً نا آشنا رہتا ہے۔ اس سراسر غیر اسلامی نظریہ کی صدائے بازگشت آج بھی مبتدعین زمانہ سے سنی جاتی ہے اور مبتدعین زمانہ بعض اصولی و فروعی مسائل میں کتاب و سنت کے خلاف ہونے کے باوجود، ابنِ حزم، ابن تیمیہ حرانی (المتوفی ۷۲۸ھ / ۱۳۲۸ء) ابن قیم الجوزی (المتوفی ۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۱ء) اور مولوی محمد اسماعیل دہلوی (المقتول ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء) کی پیروی بڑی عقیدت کے ساتھ کرتے ہیں۔

ان حضرات میں ابن تیمیہ حرانی کی شخصیت سب سے قدآور ہے۔ اگر موجودہ زمانہ کے غلط عقائد و نظریات کا حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا جائے تو ایسے ہر عقیدے کا سلسلہ علامہ ابن تیمیہ حرانی سے جا ملے گا۔ ابن قیم موصوف کے شاگرد و شریک کار تھے جب کہ وہابیت کے نجدی و ہندی بانی علامہ موصوف ہی کے مخصوص نظریات کے شارح و ناشر ہیں اس حقیقت کے باوجود ان حضرات نے کھل کر ابن حزم کی اس مسئلے میں تائید نہیں کی بلکہ جمہور کا ساتھ دیا۔ چنانچہ ابن تیمیہ حرانی نے سماع موتیٰ کے بارے میں یوں لکھا ہے:-

وسماع المیت للاصوات من السلام والقراءۃ حق [1]

مردے کا سلام و قراءت وغیرہ کی آوازوں کو سننا حق ہے۔

موصوف کے شاگرد خاص علامہ ابن قیم الجوزی نے ایک مشہور حدیث کی تشریح کرتے ہوئے یوں لکھا ہے:-

فھذا نص فی انہ یعرفہ بعینہ ویرد علیہ السلام [2]

یہ حدیث اس بارے میں نص ہے کہ سلام کہنے والے کو وہ حقیقی طور پر پہچانتا اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

---

[1] ابن تیمیہ، علامہ: الاقتضاء الصراط المستقیم، مطبوعہ مصر، ص ۱۸۱۔

[2] ابن قیم، علامہ: کتاب الروح، ص ۴

غیر مقلد حضرات کے پیشوا اور اس مسلک کی سب سے بڑھ کر ترویج و اشاعت کرنے والے عالی جناب نواب صدیق حسن خان بھوپالی (المتوفی ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء) اس سلسلے میں یوں رقم طراز ہیں :۔

جملہ اموات از مومنین وکفار از حصول علم وشعور وادراک وسماع و عرض اعمال ورد جواب بزائر برابر اند[۱]	تمام مردے، خواہ مومن ہوں یا کافر، وہ علم و شعور اور ادراک و سماع کے حاصل ہونے نیز اعمال پیش ہونے اور زیارت کرنے والے کو جواب دینے میں برابر ہیں۔

دیوبندیوں کے علامہ انور شاہ کشمیری (المتوفی ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۴ء) نے سماعِ موتی کے بارے یوں تحریر کیا :۔

اقول والاحادیث فی سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر[۲]	میں کہتا ہوں کہ سماعِ موتی کے بارے میں حدیثیں تواتر کے درجے تک پہنچی ہوئی ہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی (المتوفی ۱۳۶۹ھ / ۱۹۴۹ء) نے سماعِ موتی کے بارے میں یوں تصریح کی ہے :۔

ان سماع الموتی ثابت فی الجملۃ بالاحادیث الکثیرۃ الصحیحۃ[۳]	بے شک سماعِ موتی جن احادیث سے ثابت ہے وہ تعداد میں بہت زیادہ اور صحیح ہیں۔

اگرچہ مبتدعین زمانہ اور گستاخانِ رسول کے اکثر اکابر نے بھی سماعِ موتی اور اعادہ روح وغیرہ امور کو تسلیم کیا ہے لیکن ان میں سے بعض حضرات کی روش ابنِ حزم ظاہری کے مطابق ہے۔ علاوہ بریں وہابی حضرات جن کے مذہب کی بنیاد ہی مقربین بارگاہ الٰہیہ کی توہین و تنقیص پر ہے، لہٰذا وہ اولیاء اللہ کے علوم و اختیارات کو عوام الناس کی نگاہوں میں زمنی دکھلانے کی خاطر سماعِ موتی کا انکار کر دینا اپنے لیے ضروری سمجھتے ہیں اور اپنی منزل

---

[۱] صدیق حسن خاں بھوپالی، نواب :۔ دلیل الطالب، ص ۸۸۶

[۲] انور شاہ کشمیری، مولوی :۔ فیض الباری، جلد دوم، ص ۴۶۷

[۳] شبیر احمد عثمانی، مولوی :۔ فتح الملہم، جلد دوم، ص ۴۷۹

منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لیے اس مسئلے کو زینے کے طور پر استعمال کرتے ہیں چنانچہ اعلحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک مفتی صاحب سے سماعِ موتیٰ کے بارے میں پوچھا گیا، موصوف نے اپنے فتوے میں اہلِ قبور سے خطاب کو شرک یا کم از کم شبہ و شائبہ شرک قرار دیا نیز تصریح کر دی کہ زائر اور مقبور کے درمیان چونکہ مٹی کا ڈھیر حائل ہے اس لیے مقبور سے کلام و خطاب کرنا اسے سمیع و بصیر علی الاطلاق ماننا ہے۔

مستفتی نے موصوف کا یہ خلاف جمہور اور مبہم و مختلف فتویٰ مجددِ مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ارسال کرتے ہوئے استفتاء پیش کیا کہ سماعِ موتیٰ کے بارے میں جمہور کا مذہب مدلل بیان فرمایا جائے اور مرسلہ فتوے کی حقیقت بھی واضح فرما دی جائے۔ امامِ اہلسنت نے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی خاطر اپنے رہوارِ قلم کو میدانِ تحقیق میں ایسا اذنِ خرام دیا کہ ماہ رجب ۱۳۰۵ھ (۱۸۸۶ء) کے ابتدائی چند ایام میں حیات الموات فی بیان سماع الاموات کے تاریخی نام سے ایسا محققانہ رسالہ تیار ہو گیا جس نے دشمنانِ اولیاء کے تمام مزعومہ دلائل کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ ایسے ساٹھ سے چار سو دلائل قائم فرمائے جن میں سے کسی ایک دلیل کو غلط یا دعویٰ سے لاتعلق ثابت نہیں کیا جا سکا۔ بفضلہ تعالیٰ چھیانوے ۹۶ سال گزر گئے لیکن علم و نقل کے تمام تر دعاوی کے باوجود کسی گمراہ گر سے اس کا جواب نہیں لکھا گیا اور نہ کبھی لکھا جا سکے گا کیونکہ ——— فاضلِ بریلوی نے میدانِ تحقیق میں قدم رکھتے ہی الحق یعلو ولا یعلیٰ۔

اہلِ ایمان کو یہ مژدہ سنایا تھا:

> یہ مجالہ نہ صرف سماعِ موتیٰ کا ثبوت دے گا بلکہ بفضل اللہ تعالیٰ خوب واضح کرے گا کہ حضرات اولیاء بعد الوصال زندہ اور ان کے تصرف و کرامات پائندہ اور ان کے فیض بدستور جاری اور ہم غلاموں، خادموں، محبوں، معتقدوں کے ساتھ وہی امداد و اعانت و یاری۔"

یہ تحقیقی رسالہ تین مقاصد (ابواب) پر مشتمل ہے، مقصد اول میں مذکورہ فتوے پر آپ نے مذہب اہلسنت و جماعت کی رو سے پچیس ۲۵ اعتراضات کیے اور ساتھ ہی

اس فتوے کی منکرین سماع موتیٰ کے مذہب سے دس مخالفتیں دکھائیں۔ مفتی صاحب چونکہ اس وقت تک سنی حنفی مشہور تھے لیکن اس فتوے میں جہاں خلاف اہلسنت چلے وہاں منکرین سماع موتیٰ سے بھی پرے جا کر بھسلے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد اس لحاظ سے برٹش گورنمنٹ کا عہد بڑا پراسرار ہو کر رہ گیا تھا کہ اس دور میں بعض رہنما، مصلح اور لیڈر نظر آنے والے ظاہر و باطن میں یکساں نہیں رہے تھے۔ لباس سے تقدس ٹپکتا تھا لیکن دلوں میں کھوٹ چھپا ہوا تھا۔ زبان پر قوم کی خیر خواہی اور ملت کی رہبری کے گیت تھے لیکن حقیقت میں وہ انگریزی مفادات کے محافظ ہو کر رہ گئے تھے۔ انہوں نے گندم نما جو فروش بننا پسند کر لیا تھا۔ ملت اسلامیہ نے دیکھا اور آئے دن دیکھ رہی ہے کہ:۔ ؎

راہزن خضر رہ کی قبا چھین کر

رہنما بن گئے دیکھتے دیکھتے

مقصد دوم کے تحت آپ نے ساٹھ احادیث مطہرہ پیش کیں، جن کی اجمالی صورت یہ ہے:۔

۱۔ انیس ۱۹ احادیث سے ثابت کیا کہ موت کے بعد بھی روح اور صفات و افعال روح کو بقا حاصل رہتی ہے۔

۲۔ دو ۲ حدیثیں اس امر پر دلالت کرنے والی کہ احیاء نے اہل قبور سے حیا کی۔

۳۔ چار ۴ احادیث ایسی کہ زندوں کے آنے، پاس بیٹھنے سے اہل قبور کا جی بہلتا ہے۔

۴۔ آٹھ ۸ احادیث اس امر پر دال کہ زندوں کی بے اعتدالی سے مردوں کو اذیت پہنچتی ہے۔

۵۔ تیرہ ۱۳ احادیث سے ثابت کیا کہ زیارت کرنے والوں کو اہل قبور پہچانتے، ان کا سلام کلام سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ زندوں کے جوتوں کی آہٹ تک سنتے ہیں۔

۶۔ چھ ۶ احادیث ایسی جن میں کفار مقتولین بدر سے کلام کرنا اور ان کا سننا مصرح۔

۷۔ چار ۴ احادیث متعلقہ تلقین میت پیش فرمائیں۔

۸۔ چند احادیث ایسی جن سے واضح کہ صحابہ کرام نے اہل قبور سے کلام و خطاب فرمایا۔

مقصد سوم میں آپ نے انتیس [۲۹] صحابہ کرام، اکیس [۲۱] تابعین عظام اور مابعد کے ائمہ مجتہدین مفسرین، محدثین، فقہا، متکلمین اور حضرات اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کے تین سو پانچ اقوال پیش کر کے ثابت کر دکھایا کہ امت محمدیہ شروع سے آجتک سماع موتیٰ کی قائل چلی آرہی ہے۔ مذکورہ شمار میں بعض اقوال سرخیل منکرین کے بھی ہیں، جن کے باعث مبتدعین زمانہ اور دشمنانِ اولیاء کے فرار کی آخری گلی بھی بند ہو گئی۔ یہ مرحلہ وہابیہ کے لیے سانپ کے منہ میں چھچھوندر کی طرح ہو جاتا ہے، جسے اگلتے بنے نہ نگلتے۔ نہ تو یہ حضرات کبھی اہلسنت کے ساتھ اپنے بزرگوں کو مشرک ٹھہرا سکتے ہیں اور نہ کبھی مذہب مہذب اہلسنت وجماعت کی حقانیت کا کھل کر اعتراف کرنے پر آتے ہیں کذلک العذاب ولعذاب الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون ـــــ اس اتمام حجت اور وضوح حق کے بعد مجدد مائۃ حاضرہ نے مسلمانوں کو یوں فہمائش کی :۔

> ہاں عوام اہلسنت کو بیدار کروں گا کہ بھائیو! اب بھی وضوح حق میں کچھ باقی ہے جس نا مہذب مذہب ناپاک مشرب کی رو سے صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و علمائے دین و اولیائے کاملین، قرونِ ثلاثہ سے لے کر آج تک سب کے سب معاذ اللہ مشرک و کافر، بدعتی خاسر ٹھہریں ۔۔۔۔۔ ظاہر ہے کہ وہ طائفہ تالفہ کیا ہو گا اور اسے سنت و جماعت سے کتنا علاقہ؟ سبحان اللہ! سنت و جماعت کو شرک بتائیں، جماعت سنت کو مشرک ٹھہرائیں، پھر سنی ہونے کا دعویٰ بجا! کلا ورب العرش الاعلیٰ۔

امام اہلسنت، مجدد دین و ملت قدس سرہٗ نے اس مقصد سوم کے اندر تین سو پانچ اقوال پیش فرمائے ہیں۔ تکملہ کے فائدہ رابعہ میں تین مزید مذکور ہوئے، یوں جملہ تین سو آٹھ اقوال ہوئے، جن سے آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہے کہ امت محمدیہ کا شروع سے اب تک کیا عقیدہ رہا ہے۔ ان جملہ اقوال کے مفادات کا خلاصہ ملاحظہ ہو:۔

۱۔ ایک سو پچاس اقوال سے موتیٰ کے علم و سمع و بصر کا صریح اثبات۔

۲۔ پانچ۵ اقوال اس بارے میں کہ بعد وصال بھی اولیاء کی کرامتیں باقی رہتی ہیں۔

۳۔ پندرہ۱۵ اقوال ایسے کہ اولیاء اللہ بعد وصال بھی تصرف فرماتے ہیں۔

۴۔ چھیاسی۸۶ اقوال اس بارے میں کہ رحلت کے بعد بھی اولیائے کرام نزدیک و دور سے مدد کرتے ہیں۔

۵۔ بیالیس۴۲ اقوال میں اس امر کی تصریح کہ بوقت حاجت اولیاء کو پکارنا، ان سے مدد چاہنا جائز ہے۔

۶۔ تیرہ۱۳ اقوال اس سلسلے میں کہ حضرات اولیاء کو بعد وصال بھی دیکھنے سننے میں نزدیک و دور یکساں ہے۔

مجدد مائۃ حاضرہ، امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق کا وہ حق ادا کیا کہ منکرین و مخالفین کے سامنے دو راستے آ گئے۔ ایک یہ کہ جواب دے کر اپنی بگڑی بناتے لیکن اس کی گنجائش باقی نہ رہی۔ دوسرا یہ کہ باطل سے عدول کرتے ہوئے حق کو قبول کر لیتے لیکن جملہ فرقہ سازوں، فتنہ پردازوں کو ہمیشہ راہ ہدایت پر آنے سے چڑ رہی ہے، ہاں اہل حق کو الٹا بدنام کرنے پر ہمیشہ کمربستہ رہے ہیں۔ پس منکرین و مخالفین نے مذکورہ دونوں کے علاوہ ایک تیسرا راستہ ایجاد کیا یعنی ہیرا پھیری کی دکان کھول لی تاکہ جہلا میں بھرم رہے اپنوں کے نزدیک اسی طرح دھرم رہے۔ علم و فضل کی ساکھ رکھنے کی خاطر مقربین بارگاہِ الٰہیہ کے انکار کرامات و قطع کمالات کی خاطر تفہیم المسائل جیسی بھونڈی کاوش دکھائی۔ مائۃ مسائل اور سراج الایمان وغیرہ کا دامن تھام کر مستابعین کو اپنے لیے ڈھال بنانا شروع کر دیا۔ مجددِ دین و ملت، امام اہلسنت قدس سرہٗ نے ان کی اس کارگزاری کو دیکھا تو ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء میں حیات الموات کا تتمہ الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین کے تاریخی نام سے لکھا۔ میدانِ تحقیق میں قدم رکھتے ہوئے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت فرمائی کہ:

> حضرات منکرین کی غایت سعی و مبلغ مایہ ناز اس باب میں جو کچھ ہے وہ یہی مسئلہ یمین ہے جسے دکھا کر عوام بلکہ کم علموں کو متزلزل کر دینا چاہتے ہیں۔

مانعۂ مسائل میں کافی شرح وافی و فتح القدیر و کفایہ و حواشی ہدایہ و عینی شرح کنز سے طولانی عبارتیں کچھ قطع و برید کچھ بیگانہ مزید پر مشتمل نقل کیں کہ عوام بڑی بڑی عبارات عربیہ دیکھ کر ڈر جائیں اور اگر سماع موتی سے منکر نہ ہوں تو لا اقل تردد تو کر جائیں۔ مگر بحمد اللہ اہل علم جانتے ہیں کہ یہ سب نری طمع کاری ہے ورنہ وہ عبارات اور ان جیسی سو یا ہزار جتنی اور ہوں، نہ ہمیں معزنہ منکرین کو مفید، نہ اہلسنت و جماعت کا اجماعی مسئلہ جو نصوص صریحہ، احادیث صحیحہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت، کسی مشکک کی تشکیکات بے معنی سے متزلزل ہو سکے۔ فقیر غفر اللہ المولی القدیر اس کی تحقیق و تنقیح میں بھی کلمات چند نافع و سود مند گزارش کرے کہ باذنہ تعالیٰ حامی حق کو ثبات و استقامت، مخالف منصف کو رشاد و ندامت، مکابر متعسف کو وبال و غرامت دیں۔"

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلۂ یمین پر میدان تحقیق میں قدم رکھا تو پانچ مقدمات بانۂ دلائل اور پچیس[۲۵] شواہد سے ثابت کیا کہ جن مشائخ سے اس بارے میں نفی منقول وہ بدن موتی کے سماع کے انکار پر محمول ہے ورنہ مذہب اہلسنت کی تغلیط لازم آتی ہے مانعۂ مسائل نے معتزلہ کا مذہب خود یوں نقل کیا کہ میت جمادات لیکن چک پھیری دے کر خود بھی یوں معتزلہ کی تعیین برداری کی کہ: "ہر چند در میت حیات نیست مگر جائز ست کہ خدائے تعالیٰ دراں نوعی از حیات بقدر ادراک الم عذاب و لذت تنعم عند الایلام والتعذیب پیدا کند و آں مستلزم سماع نیست۔" آپ نے اس اعتزال پسندی کے جملہ مزعومہ دلائل کا رد بلیغ فرمایا اور ثابت کر دکھایا کہ مذہب اہلسنت ہی اس مسئلے میں بھی کتاب و سنت اور اجماع و قیاس کے عین مطابق ہے۔

اعلیٰحضرت مجدد دین و ملت قدس سرہٗ نے داد تحقیق دینے کے بعد حد درجہ تنزل فرماتے ہوئے وضاحت کی کہ اگر منکرین کے دلائل کو تھوڑی دیر کے لیے قابل احتجاج تسلیم کر ہی لیا جائے تو اس صورت میں فریقین کے دلائل کی تطبیق لازم آئے گی اور ثابت کیا کہ اس مرحلے پر بھی دلائل اہلسنت کو دس وجہ سے واضح ترجیح حاصل ہے۔

غرضیکہ مسئلہ یمین پر بھی تحقیق کے وہ دریا بہائے کہ متقدمین قدیم و جدید اور دشمنانِ اولیا کے مزعومہ دلائل کے سارے تار و پود بکھیر کر رکھ دیے۔ منکرینِ سماعِ موتیٰ کی اس سرمایہ ملت کے نگہبان نے یوں زباں بندی کی کہ تحقیق کے میدان میں ذرا بھی بولنے کی گنجائش باقی نہ چھوڑی آپ نے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا مجددانہ انداز میں فریضہ ادا کرنے کے بعد تحدیثِ نعمت کے طور پر یوں اعلانِ حق فرمایا ہے۔

جو با انصاف بے اعتساف اسے دیکھے گا ان شاء اللہ تعالیٰ بہ دل صاف شہادت دے گا کہ مسئلہ یمین آج حل ہوا۔ جسے مخالف موافق سمجھا کرتے تھے، اس کا عقدہ آج منحل ہوا۔ جن کلمات کو مخالف اپنی دلیل بنایا کرتے اب وہ کھلے خود انہیں کو ذلیل بنائیں گے۔ جن اقوال کو موافقین محتاج جواب سمجھے اب انہیں کو اپنی دلیل بنائیں گے اور اس کے ساتھ بفضلہ تعالیٰ تفہیم المسائل کی ساری بالاخوانیاں بھی بچی پڑیں۔ صبح سیت شرقِ حق سے چمکی، باطل کی ظلمتیں دھواں بن کر اُڑیں"۔

راقم الحروف نے اپنی علمی بے مائگی کے باوجود چودھویں صدی کے مجددِ برحق اور اُن کی مایہ ناز تصنیف حیات الموات کے بارے میں چند ٹوٹے پھوٹے تعارفی کلمات اس لیے پیش کیے ہیں تاکہ اس مردِ حق آگاہ سے عقیدت رکھنے والے اپنے موجودہ علمائے کرام کو یہ دعوتِ غور و فکر دے سکوں کہ اس پرفتن دور میں جب کہ باطل کا سیلاب مختلف خوشنما رنگوں میں چاروں طرف سے اُمڈتا اور بڑھتا چلا آ رہا ہے، جس نے اہلِ حق کو ہر جانب سے پوری طرح اپنے نرغے میں لیا ہوا ہے اور اُن کی ایمان جیسی متاعِ عزیز کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جانے پر تلا ہوا ہے، تو ایسے نامساعد حالات میں آپ حضرات نے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلمی کارناموں کو سامنے رکھ کر کہاں تک اُن کے عقیدت مند و پیروکار ہونے اور اپنا فریضہ ادا کرنے کی کوشش فرمائی ہے؟ —— انہوں نے تو حق کی حمایت اور باطل کی تردید میں سینکڑوں تحقیقی کتابیں تصنیف فرمائیں لیکن آپ نے؟ —— انہوں نے متقدمین کے

اتنے سارے سرگردہوں اور سرغنوں کو علمی میدان سے راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ لیکن آپ حضرات نے؟ ——— یہ خود سوچیے اور اس میدان میں اگر کسی کوتاہی کا آپ حضرات کو احساس ہو جائے تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ (المتوفی ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) اور مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تجدیدی کارناموں کو مشعلِ راہ بنا کر سرمایہ ملت کی نگہبانی کا فریضہ اپنے منصب کے مطابق ادا کیجیے۔ مقدس اسلام آج بھی آپ سے مطالبہ کر رہا ہے ؎

بہ مژگانِ سیہ کردی ہزاراں رخنہ در دینم
بیا کز چشمِ بیمارت ہزاراں زخم برچینم

خدائے ذو المنن ہم سب کو اپنا اپنا فرض پہچاننے اور اُسے ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔ یَا اِلٰہَ الْعٰلَمِیْنَ بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

گدائے در اولیاء: محمد عبد الحکیم خان اختر
مجددی، مظہری، شاہجہانپوری
دار المصنفین لاہور

۱۶ رجب المرجب ۱۳۹۹ھ
۱۲ جون ۱۹۷۹ء

ابتدائیہ

الحمد للہ الذی خلق الانسان ؛ علمہ البیان ؛ واعطاہ سمعا وبصرا وعلما قرانا ؛ وجعلہ مظہر الصفات الرحمٰن ؛ ولم یجعلہ معدوما بفناء الابدان و الصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان ؛ علی السمیع البصیر العلیم الخبیر الملک المستعان ؛ المولی الکریم الرؤف الرحیم العظیم الشان ؛ سیدنا و مولٰنا **محمد** النافذ حکمہ فی عوالم الامکان ؛ وعلی الہ وصحبہ وابنہ **الغوث** الباھر السلطان ؛ الحی المنعم فی القبر المکرم بفضل المنان واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ شہادۃ یحیٰی بھا وجہ الدیان ؛ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ شھادۃ توردنا موارد الرضوان ؛ فصلی اللہ وسلم وبارک وانعم علی ھذا الحبیب القریب الملتجی البعید المرتقی الرفیع المکان ؛ وعلی الہ وصحبہ وعیالہ وحزبہ اولی العلم والعرفان ؛ وعلینا معھم وبھم ولھم یا جلیل الاحسان ؛ وجمیل الامتنان آمین آمین الٰہ الحق آمین

امابعد یہ معدود سطریں ہیں یا منضود سلکیں تنقیح مسئلۂ علم وسماع موتیٰ وطلب دعا بمشاہد اولیا ہیں جنہیں افقر الفقرا احقر الوریٰ عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی اصلح اللہ عملہ وحقق املہ نے اوائل ماہ رجب ۱۳۰۵ھ ہجریہ کی چند تاریخوں میں رنگ تحریر دیا اور بلحاظ تاریخ **حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات** ۱۳۰۵ھ سے مسمی کیا اس سے پہلے کہ فقیر غفرلہ نے چند کلمے مسمی بہ

الاھلال بفیض الاولیا بعد الوصال جمع کیے تھے ان کے اکثر مطالب و مضامین بھی اس رسالہ کے بعض انواع و فصول میں مندرج ہوئے اب یہ عجالہ نہ صرف علم و سماع موتی کا ثبوت دے گا بلکہ بحول اللہ تعالیٰ خوب واضح کرے گا کہ حضرات اولیا بعد الوصال زندہ اور ان کے تصرف و کرامات پائندہ اور ان کے فیض بدستور جاری اور ہم غلاموں خادموں محبوں معتقدوں کے ساتھ وہی امداد و اعانت و یاری۔ والحمد للہ القدیر الباری۔

یہ رسالہ حق سے متصل باطل سے منفصل مقدمہ و سہ مقصد و خاتمہ پر مشتمل و حسبنا اللہ و نعم الوکیل ھو مولانا و علیہ التعویل۔

مقدمہ

باعث تالیف میں سلخ جمادی الاخرہ ۱۳۰۵ھ کو ایک مسئلہ بغرض تصدیق و اظہار اور علمائے طلب تحقیق فقیر کے پاس آیا صورت سوال یہ تھی:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ چہ میفرمایند علمای دین و مفتیان شرح متین در ین باب کہ ایک بزرگ کے مزار شریف پر واسطے زیارت کے گیا اس وقت یہ کلمہ زبان سے نکلا کہ اے بزرگ برگزیدۂ درگاہ کبریائی آپ اللہ پاک سے میرے واسطے دعا کیجئے کہ حاجت میری فلانی بر آئے کیونکہ آپ بزرگ ہیں بطفیل رسول[1] مقبول واسطے اللہ کے حاجت بر آوے بعد کو کچھ فاتحہ و درود شریف پڑھا اور پیشتر ہیں پڑھا لیوں مزارگاہ میں جانا اور دعا مانگنا اور زیارت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ زیادہ والسلام فقط انتہیٰ بلفظہٖ۔"

اس پر بعض اجلۂ مخادیم کا جواب مزین بمہر و دستخط جناب تھا جس میں صاف صاف صورت مذکورہ کو شرک اور ادنیٰ درجہ شائبہ شرک قرار دیا اور دلیل میں ایک نئے طور پر اصحاب قبور کے انکار سماع بلکہ استحالہ و امتناع سے کام لیا۔ تحریر شریف یہ ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اس میں شک نہیں کہ زیارت قبور مومنین خاصۃً بزرگان دین اور پڑھنا درود شریف اور سورۂ فاتحہ وغیرہ کا اور ثواب خیرات اموات کو بخشنا مندوب و مسنون ہے جس پر حدیث شریف جناب سید الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا نص صریح ناطق لیکن بزرگان اہل قبور کو خطاب طلب

[1] صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ منہ۔

دعائے حاجت روائی خود کرنا خالی از شائبہ و شبہہ شرک نہیں کیونکہ جب درمیان زائر اور مقبور کے حجب عدیدہ سمع و بصر حائل تو سماع اصوات اور بصارت صور محال اگرچہ بعض اموات کو بوجہ قطع[1] تعلق از مادہ زیادت[2] ادراک بھی حاصل ہو لیکن یہ مستلزم اس کو نہیں کہ بلا توجہ خاص جس کا انکشاف حال خارج از علم زائر اور بحیز اختیار پروردگار عالم ہے بروقت دعا زائر کے وہ بزرگ اس کی دعا کو سن لیں جب زائر بلا حصول علم مرتکب سوال کا ہے تو گویا سائل نے اہل قبر کو سمیع و بصیر علی الاطلاق قرار دیا ہے اور نہیں ہے یہ اعتقاد مگر شرک اور ادنیٰ درجہ شائبہ و شبہ شرک تو بالضرور ہوا جس سے احتراز و اجتناب لازم و واجب فرقان حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود ازاں جملہ ہے سورۂ

لہ . عجیب لطیفہ غیبی ساتوال دہا اللہ التوفیق - ذی علم اگرچہ لغزش کریں پھر بھی سخن حق ان کے کلام میں اپنی جھلک دکھا ہی جاتا ہے . یہ بوجہ مولوی صاحب نے ایسے فرمائے جس نے مذہب حق کی وجہ موجہ ظاہر کر دی . میں عرض کروں جب زیادت ادراک کی وجہ علائق مادی کا انقطاع ہے تو وہ عموماً ہر میت کو حاصل کہ موت خود اسی قطع تعلق مادی کا نام ہے تو بعض اموات کی تخصیص محض بے وجہ، بلکہ تمام اموات کو حاصل ہونا چاہیے اور بے شک ایسا ہی ہے اسی لیے اکابر محققین تصریح فرماتے ہیں کہ موت کے بعد کا ادراک بہ نسبت ادراک حیات کے صاف تر اور روشن تر ہے . مقصد اخیر میں اسکی بعض تصریحیں آئیں گی . زیادہ نہیں تو نوع دوم مقصد سوم مقال چہارم میں شاہ عبدالعزیز صاحب ہی کا قول ملاحظہ ہو جائے منہ

لہ مولوی صاحب اس کلام سے شاہ عبدالعزیز صاحب کے اس قول کی طرف مشیر ہیں جس کا ایک پارہ نوع ۲ مقصد ۳ مقال ۱۶ میں مذکور ہوگا اور تتمہ جس نے آدھی وہابیت کا کام تمام کر دیا عنقریب سوال ۵ میں آتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اس میں شاہ صاحب نے بے شائبہ شبہہ مانا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اولیاء کرام کے مدارک کو ایسی وسعت دیتا ہے مولوی صاحب کے لفظ یہاں ایسے واقع ہوئے جو انکار و اقرار دونوں کا پہلو دیں خیر اگر شاہ صاحب کو اس قول میں خاطی پائیں اور اپنی اگرچہ کم ساعت یا فرض ہی پر محمول رکھیں تاہم ہمیں مضر نہیں نہ آپ کے کلام کی اصلاح کر سکتا ہے کما ستری ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۲ منہ -

یوسف میں و ما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون اور حدیث شریف میں ہے
من حلف بغیر اللہ فقد اشرک اور اس حرمت کا سبب سوائے
اس کے نہیں کہ حالف کی اس قسم غیر خدا سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے
عقیدے میں غیر خدا کو بھی نفع و ضرر رساں جانتا ہے جو معنیٔ شرک
ہے واللہ اعلم۔ مہر شریف

اس جواب کو دیکھ کر زیادہ تر حیرت یہ ہوئی کہ مولوی صاحب کی کوئی تحریر ان خلافات محدثہ میں آج تک نظر سے نہ گزری تھی۔ گمان یوں تھا کہ قصداً احتراز فرماتے ہیں بلکہ غلو منکرین کو خود بھی لائق انکار ٹھہراتے ہیں۔ طرفہ تر یہ کہ پہلی بسم اللہ قلم کو اذن رقم ملا تو یوں کہ طرز ارشاد فریقین کے مضاد پھر سراپا ناتمامی تقریب نہ ناکامی مدعا و اجنبیت دلیل و بے تعلقی دعوے اگرچہ حضرات نجدیہ کا قدیمی دستور مگر فضیلت سے بغایت دور فقیر کو بعض وجوہ سے مولوی صاحب کی رعایت ایک حد تک منظور ولہذا ان سطور میں نام نامی مستور و نامسطور مگر اظہار حق بنص قرآن ضرور اور حدیث صحیح میں الدین النصح لکل مسلم ماثور میرا قصد تھا کہ اس مسئلے میں تحقیق بالغ و تنقیح بازغ سے کام لوں اس تفصیل جامع و تحریر لامع سے اختتام دوں کہ براہین اثبات کا حصر وافی ہو اور ازہاق شبہات کا احاطہ کافی ہو مگر جب دیکھا کہ خود جواب جناب مذہب منکرین سے منزلوں دور اور اکثر اوہام جو اُدھر سے پیش ہوتے ہیں آپ ہی کی تحریر سے ہباءً منثورا تو مجھے بہت کفایت مؤنت و کمی مشقت ہوئی اور رائے آخر رائے اس پر ٹھہری کہ بالفعل جناب کی تقریر خاص پر جو اعتراضات میرے ذہن میں ہیں گزارش کر کے چند آثار و احادیث و اقوال علمائے قدیم و حدیث و نبذے بحث اصل مدعا یعنی ارواح طیبہ سے طلب دعا اور بعد وصال ان کا فیض دلوانا لکھ کر ختم کلام کروں اور بقیہ تحقیقات باہرہ و تدقیقات قاہرہ جو بحمد اللہ حاضر خاطر بندۂ قاصر ہیں انہیں بشرط جواب مولوی صاحب[1] دور آئندہ پر محمول رکھوں

[1] اس رسالہ کا پہلا ہی نسخہ رجب ۱۳۰۵ھ میں مولوی صاحب کی خدمت (باقی برصفحہ آئندہ)

بااین ہمہ یہ مختصر رسالہ ان شاء اللہ تعالیٰ ثابت کر دے گا کہ مولوی صاحب کی یہ چند سطری تحریر اور اس پر مع ان کے اصل مذہب[1] کے چار سو وجہ سے دار و گیر واللہ المعین بہ استعین۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) حاضر کر دیا گیا مدتوں عزم جواب کا جوش رہا مگر پھر صدائے برنخاست یہاں تک کہ شوال ۱۳۱۲ھ میں مولوی صاحب نے انتقال کیا اب ان کو خود ہی معلوم ہو گیا ہو گا کہ مردے دیکھتے سنتے سمجھتے ہیں یا مر کر پتھر ہو جاتے ہیں۔ ۱۲ منہ سلطان احمد خان غفر لہ۔

[1] اصل مذہب سے کبرائے مذہب مولوی صاحب کی تصریح مراد ہے۔ کہ میت جماد ہے۔ ۱۲ منہ سلمہ ربہ۔

اَلْمَقْصَدُ الْاَوَّلُ

فِی الْاِعْتِرَاضَاتِ وَاِزَاحَۃِ الشُّبُہَاتِ

اور اس میں دو نوعیں ہیں۔

نوع اول:

اعتراضات مقصودہ میں۔ شاید مولوی صاحب نام اعتراض سے ناراض ہوں لہذا مناسب کہ بپیرایہ سوال ہیں اعتراض ہوں فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔

سوال ۱۔ جناب نے قبر کی مٹی حائل دیکھ کر آواز سننی صورت دیکھنی محال ٹھہرائی اس مراد محال عقلی یا شرعی یا عادی بر تقدیر اول کاش کوئی برہان قاطع اس کے استحالہ پر قائم فرمائی ہوتی میں پوچھتا ہوں اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ یہ حائل مانع احساس نہ ہو اگر کہیے نہ تو ان اللہ علی کل شیء قدیر کا کیا جواب اور فرمائیے ہاں تو استحالہ کہاں بر تقدیر ثانی آیات قرآنیہ یا احادیث صحیحہ سے ثابت کیجئے کہ جب تک یہ حائل و حجاب رہیں گے ابصار و سماع نہ ہو سکیں گے الفاظ شریفہ ملحوظ خاطر رہیں بر تقدیر ثالث عادت اہل دنیا مراد یا عادت اہل برزخ در صورت اول کیا دلیل ہے کہ مانع دنیوی عائق برزخ بھی ہے کیا جناب کے نزدیک برزخ دنیا کا ایک رنگ ہے اہل دنیا ملائکہ کو نہیں دیکھتے مگر بطور خرق عادت اور برزخ والے عموماً دیکھتے ہیں حتی کہ کفار بھی احادیث نکیرین چھپنے کی چیز نہیں۔ در صورت دوم جناب نے یہ عادت اہل برزخ کیونکر جانی ہوا نے تو آگر بیان ہی نہ کیا اور طریقے سے علم ہوا تو ارشاد ہو آدر ماصول کہ دعوے بتمامہا زیر لحاظ رہے۔

سوال (۲) ۔ اسی تشقیق سے احد الشقین الاولین مراد تو آپ ہی کا آخر کلام اس کا ادل راد کہ محال عقلی صالح تعلق اذن نہیں اور محال شرعی سے ہرگز اذن متعلق

نہ ہوگا در شق ثالث اس کا اعتقاد ممکن کا اعتقاد کہ ہر محال عادی ممکن عقلی ہے اور شرک اعظم محالات عقلیہ کا اعتقاد تو اعتقاد ممکن عقلی کا شرک ہونا محال عقلی بین الفساد و بعہ لا تا اخری او ضح و اجلی جناب کی پچھلی عبارت صاف گواہ کہ بعض اموات کو ایسی زیادت ادراک عطا ہوتی ہے کہ وہ توجہ خاص کریں تو باذن اللہ دعائے زائر سن سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ قادر ہے یا نہیں کہ یہ قوت انہیں ہر وقت کے لیے بخشے بر تقدیر انکار سخت مشکل افعیینا بالخلق الاول۔ در صورت اقرار میت یہ وصف ملنے سے خدا کا شریک ہوگیا یا نہیں میں جانتا ہوں ہاں نہ کہیے گا اور جب نہ کی ٹھہری تو میں عرض کروں وہ وصف جس کے ثبوت سے خدا کی شرکت لازم نہ آئی اس کے اثبات سے خدا کا شریک کرنا کیونکر قرار پایا اور جس کی حقیقت شرک نہیں اس کا گویا شائبہ کیونکر ہوا۔

سوال (۳) کیا آدمی اسی کام کو اپنے لیے حلال جانے جس کے بکار آمد ہونے پر یقین رکھتا ہو باقی کو حرام سمجھے یا صرف امید کافی اگرچہ علم نہ ہو۔ در صورت اولی واجب کہ نماز روزہ و تمام اعمال حسنہ کو حرام جانیں کہ وہ بے قبول بکار آمد نہیں اور ہم میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے اعمال قطعاً مقبول در صورت ثانیہ جب آپ کے نزدیک بھی بعض اکابر کا ایسا قوی الادراک ہونا[۱] مسلم کہ بتوجہ خاص باذن اللہ دعائے زائر سن لیں تو وہاں کرم الٰہی سے ہر وقت امید و توقع موجود کہ سننے کا علم نہیں تو نہ سننے پر بھی جزم نہیں پھر کلام کیونکر ناروا ہو سکتا ہے جناب کو اپنا اطلاق حکم ملحوظ خاطر رہے۔

سوال (۴) یہ تو ظاہر کہ سائل جن کے دروازوں پر سوال کرتے ہیں وہ ہر وقت فراخ دست نہیں ہوتے اب ان سائلوں کو حضرت کے اعتقاد میں ہر

---

[۱] اگر تسلیم تحقیقی ہے تو امر ظاہر اور بطور تجویز و تقدیر ہے تو یہی عرض کیا جاتا ہے کہ یہ صورت مان کر پھر اس کلام کی کیا گنجائش ہے یہ نکتہ محفوظ رہنا چاہیئے۔ ۱۲ منہ۔

شخص کے حال خانہ پر اطلاع و وقوف ہے یا نہیں۔ اگر کہیے ہاں تو جس طرح جناب کے نزدیک نا ثر بیچاروں نے حضرات اولیا کو سمیع و بصیر علی الاطلاق مانا یونہی آپ نے ان بھیک مانگنے والوں جوگیوں سادھوؤں کو علیم و خبیر علی الاطلاق جانا والعیاذ باللہ سبحنہ و تعالیٰ۔ اور اگر فرمائیے نہ تو جبکہ سائل بلا حصول علم مرتکب سوال ہوتے ہیں آپ کے طور پر گویا اہل بیوت کو معطی و قدیر علی الاطلاق قرار دیتے ہیں یا نہیں بر تقدیر اول واجب ہوا کہ سوال شرک نہ ہو تو ادنیٰ درجہ شائبہ و شبہ شرک ضرور ہو حالانکہ بہت اکابر اولیا و علمانے وقت حاجت اس پر اقدام فرمایا ہے۔ حضرت ابو سعید خراز قدس سرہ العزیز جن کی عظمت عرفان و جلالت شان آفتاب نیمروز سے اظہر ہنگامہ فاقہ ہاتھ پھیلاتے اور شیأ للہ فرماتے یونہی سید الطائفہ جنید بغدادی کے استاذ حضرت ابو حفص حداد و حضرت ابراہیم ادہم و امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے وقت ضرورت شرعیہ سوال منقول نقل کل ذلك العلامۃ المناوی فی التیسیر[۲] کتب فقہیہ شاہد عدل کہ بعض صورتیں علمائے کرام نے سوال فرض بتایا ہے معاذ اللہ یہ آپ کے طور پر شرک یا شائبہ شرک کا فرض ہونا ہوگا بر تقدیر ثانی زائر بیچارہ بلا حصول علم سوال کرنے پر کیوں اُن الفاظ کا مصداق ہوا۔

سوال (۵) جو شخص ایک جگہ خاص پر ہو کہ وہاں جا کر جس وقت بات کیجئے سن لے اس قدر سے اسے سمیع علی الاطلاق کہا جائے گا یا نہیں اگر کہیے ہاں تو اپنے نفس نفیس کو سمیع علی الاطلاق مانیے ہم نے تو ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ دولتخانہ پر جا کر جب کسی نے بات کی ہے آپ کے کان تک پہنچی ہے اور فرمائیے نہ تو

---

[۱] تشبیہ مقصود بالذات ہے کہ یہ سوال نقض اجمالی ہے ورنہ ہمارے نزدیک نہ صرف اتنا علم و خبر مطلق نہ فقط اتنا سمیع و بصر مطلق ۱۲ منہ

[۲] تحت قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سأل من غیر فقر فکانما یاکل الجمر ۱۲ منہ۔

مزار پر جاکر کلام کرنے سے سمیع علی الاطلاق جانتا کیونکر سمجھا گیا۔

سوال (۶) ۔ زمانہ وجود مخاطب کے استغراق ازمنہ باوصف خصوص مکان کو جناب نے مثبت سمع علی الاطلاق ٹھہرایا تو استغراق ازمنہ وجود وامکنہ دنیا بدرجۂ اولیٰ موجب ہوگا اب کیا جواب ہے اس حدیث سے کہ امام بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی وعقیلی وابن النجار وابن عساکر وابو القاسم اصبہانی نے عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:۔

ان اللہ تعالیٰ ملکا اعطاہ اسماع الخلائق (زاد الطبرانی کلھا) قائم علی قبری (زاد الی یوم القیمۃ) فما من احد یصلی علی صلوۃ الا ابلغنیہا۔

بیشک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جسے خدا نے تمام جہان کی بات سن لینی عطا کی ہے وہ قیامت تک میری قبر پر حاضر ہے جو مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ یہ مجھ سے عرض کرتا ہے۔

علامہ زرقانی شرح مواہب اور علامہ عبد الرؤف شرح جامع صغیر میں اعطاہ اسماع الخلائق کی شرح میں یوں فرماتے ہیں:۔

ای قوۃ یقتدر بہا علی سماع ما ینطق بہ کل مخلوق من انس وجن وغیرہما (زاد المناوی) فی ای موضع کان۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو ایسی قوت دی ہے کہ انسان جن وغیرہما تمام مخلوق الٰہی کی زبان سے جو کچھ نکلے اسے سب کے سننے کی طاقت ہے چاہے کہیں کی آواز ہو۔

اور دیلمی نے مسند الفردوس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اکثروا الصلوۃ علی فان اللہ تعالیٰ وکل لی ملکا عند قبری

مجھ پر درود بہت بھیجو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے مزار پر ایک فرشتہ متعین

فاذا صلی علی رجل من امتی قال	فرمایا ہے جب کوئی امتی میرا مجھ پر درود
لی ذلک الملک یا محمد	بھیجتا ہے وہ مجھ سے عرض کرتا ہے
ان فلان بن فلان یصلی	یا رسول اللہ فلاں بن فلاں نے ابھی ابھی
علیک الساعۃ۔	حضور پر درود بھیجی ہے۔

اللّٰھم صل وبارک علیٰ ھٰذا الحبیب المجتبیٰ والشفیع المرتجی وعلیٰ الہ وصحابہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین صلوٰۃ تدوم بدوام ملک وتبقی ببقائک کما ھو اھل لہ وکما انت اھل لہ آمین آمین الٰہ الحق آمین ؎

جان میدہم در آرزوای قاصد آخر بازگو
در مجلس آن نازنین حرفے گر از ما میرود

بھلا ارشاد ہو اولیاء کرام تو خاص حاضران مزار کی بات سننے پر سمیع علی الاطلاق ہوئے جاتے ہیں یہ بندۂ خدا کہ بارگاہ عرش جاہ سلطانی صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے جدا نہیں ہوتا اور وہیں کھڑے کھڑے ایک وقت میں شرقاً غرباً جنوباً شمالاً تمام دنیا کی آوازیں سنتا ہے اُسے کیا قرار دیا جائے گا۔ آپ کہہ تو کیا کہوں مگر ان نجدی شرک فروشوں نے نہ خدا کی قدرت دیکھی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو کیا کیا عطا فرما سکتا ہے نہ اس کی عظمت صفات سمجھی ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر شرک کا ماتھا ٹھنکتا ہے ما قدروا اللہ حق قدرہ

سوال (۷)۔ کیا بات سننے کے لیے صورت دیکھنی بھی ضرور جب تو واجب کہ تمام اندھے بہرے ہوں اور فرشتۂ مذکور آپ کے طور پر بصیر علی الاطلاق بلکہ اس سے بھی کچھ زائد ورنہ فقط خطاب کرنے سے بصیر ماننا کیونکہ مفہوم ہوا عموم واطلاق تو یا للعجب طاق۔

سوال (۸)۔ بفرض لزوم سماع کلام کو مطلق بصر درکار ہے جو روایت مخاطب سے حاصل یا بصر مطلق علی الاول ملازمت باطل وعلی الثانی لازم کہ تمام مخلوق الٰہی بہری اور کسی بات کا سننا کسی غیر خدا کے لیے ماننا مطلقاً مستلزم شرک

ہو تو سب مشرک ہیں یا ہر ذی سمع بصیر علی الاطلاق تو آفت اشد ہے۔ والعیاذ باللہ۔

سوال (۹)۔ ان اولیا کی زیادت اور اک اگر اسے مستلزم نہیں کہ ہر کلام زائر سن لیں تو اسے بھی نہیں کہ سب کو نہ سنیں آپ خود نہ عدم استلزام فرماتے ہیں نہ استلزام عدم تو دونوں صورت میں محتمل رہیں پھر ایک امر محتمل پر جزم شرک کیونکر ہو سکتا ہے۔ غایت یہ کہ بے دلیل ہو تو غلط سہی کیا ہر غلط بات شرک ہوتی ہے۔

سوال (۱۰) مجھے نہیں معلوم کہ قرآن عظیم میں ایک جگہ بھی بیان فرمایا ہو کہ مزارات پر جا کر کلام و خطاب کرنا شرک یا حرام ہے یا اتنا ہی ارشاد ہوا ہو جو ایسا کرتا ہے گویا اصحاب قبور کو سمیع یا بصیر علی الاطلاق مانتا ہے اور حضرت کی صحت استدلال انہیں امور پر مبنی آپ فرماتے ہیں فرقان حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود ہیں مقامات متعددہ کی تکلیف نہیں دیتا ایک ہی آیت فرما دیجئے جس میں صاف صاف مضمون مذکور مزبور ہو۔ بینوا توجروا۔

سوال (۱۱) سورۂ یوسف کی آیہ کریمہ کہ تلاوت فرمائی اس کا ترجمہ و مطلب میں کیوں عرض کروں مولوی اسمٰعیل سے سنیئے تقویۃ الایمان میں لکھا:۔

"نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں یعنی اکثر لوگ جو دعوی ایمان کا رکھتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں انتہیٰ"

خدارا اس میں مزارات اولیا پر جانے یا ان سے کلام و خطاب کرنے کا کون سا حرف ہے استغفر اللہ تام کو بو بھی نہیں تصریح تام تو بڑی چیز ہے پھر اس آیت نے جناب کا کونسا دعوی ثابت کیا یا حضار مزار کو کیا الزام دیا اگر ایسے ہی بے علاقہ استناد کا نام تصریح تام تو ہر شخص اپنے دعوے پر قرآن عظیم کی آیت پیش کر سکتا ہے مثلاً فلسفی کہے تو بسیط عقول حق ہے ورنہ لازم آئے کہ تمام اشیاء متکثرہ اس

آیت مذکورہ کا استدلال محض بیجا ہے

واحد حقیقی سے بالذات صادر ہوئی ہوں اور یہ خدا کے عزوجل پر افترا فان الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد اور اللہ تعالیٰ پر افترا حرام قطعی قرآن حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود از انجملہ ہے سورۂ انعام میں ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۵ یا نصرانی کے انکار تثلیث آیت انجیل محرف سے ثابت اور آیت الٰہیہ کی تکذیب موجب عذاب شدید فرقان حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود از انجملہ ہے سورہ عنکبوت میں وما یجحد بایتنا الا الظلمون ارشاد فرمائے کیا ان تقریروں سے ان کی استدلال تام ہو گئی اور ان کے جھوٹے دعوے معاذ اللہ قرآن عظیم نے ثابت کر دیے حاشا للہ واستغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ۔ میں نہیں چاہتا کہ عیاذا باللہ فلاں دہمان کی طرح آیات الٰہیہ کو ان کے محل وقوع سے بیگانہ کر کے بزور زبان دوسری طرف پھیرا جائے ورنہ حضرات منکرین کے مقابل آیۂ کریمہ کما یئس الکفار من اصحاب القبور ۵ بہت اچھی طرح پیش ہو سکتی ہے اور وہ اس آیت کی بہ نسبت جو آپ نے تلاوت کی ہزار درجہ زیادہ محل وقوع سے تعلق رکھتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اہل قبور سے کافر لوگ ناامید ہو بیٹھے ۔ اب غور کر لیا جائے کہ کون لوگ اہل قبور سے امید رکھتے ہیں اور کون یاس کے ہاتھوں آس توڑے بیٹھے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون

صنف آخر من ہذا النوع

یہاں ان اکابر خاندان عزیزی کے بعض اقوال رنگ تحریر فرمائیں گے جنہوں نے بے حصول علم ارتکاب سوال جائز رکھا اور مولوی صاحب کے طور پر شرک خالص یا ہارے درجہ شائبۂ شرک میں گرفتار ہوئے ۔

سوال (۱۲) شاہ ولی اللہ ہمعات میں حدیث نفس کا علاج بتاتے ہیں :۔

"ہاروا ح طیبۂ مشائخ متوجہ شود و برائے ایشاں فاتحہ خواندیا زیارت

مزارات پر حاضر ہو کر بھیک مانگو

قبر ایشاں رو دو از انجا انجذاب دریوزہ۔

اقول اولاً:۔ جناب کے نزدیک مزارات اولیا سے بھیک مانگنے کا کیا حکم ہے افسوس وہاں تو ان سے دعا منگوانا شرک ہوا جاتا تھا۔ یہاں[1] خود ان سے بھیک مانگی جاتی ہے۔

ثانیاً:۔ کسی سے بھیک مانگنی یونہی معقول کہ وہ اس کی عرض سنے اور اس کی طرف توجہ کرے ورنہ دیواروں پتھروں سے کیا بھیک مانگتا مگر آپ فرما چکے کہ توجہ خاص کا انکشاف حال خارج از علم زائرو بجز اخنیار پروردگار عالم ہے اب جو یہ بھیک مانگنے والا شاہ صاحب کے حکم سے بحصول علم مرتکب سوال کا ہے اس نے گویا اہل قبر کو سمیع و بصیر علی الاطلاق قرار دیا یا نہیں اور شاہ صاحب نے یہ شرک خالص یا شائبۂ شرک تعلیم کیا یا نہیں اور ایسی چیز کا سکھانے والا کافر یا مشرک یا بدعتی بدمذہب ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

ثالثاً:۔ انہوں نے مزار پر جاکر گدائی تو پیچھے بتائی پہلے گھر ہی بیٹھے ارواح طیبہ کی طرف توجہ کرا رہے ہیں اب تو اطلاق کا پانی سر سے گزر گیا۔

سوال (۱۳) انہیں شاہ صاحب نے ایک رباعی لکھی ؎

آنانکہ زنا دناس بہیمی جستند	باللجۂ انوار قدم پیوستند
فیض قدس از ہمت ایشاں میجو	دروازۂ فیض قدس ایشاں ہستند

اور مکتوب شرح رباعیات میں خود اس کی شرح یوں کی:۔

"یعنی توجہ بارواح طیبہ مشایخ در تہذیب روح دسر نفع بلیغ دارد"

ارواح سے فیض چاہو

اقول۔ کیا اچھا نفع بلیغ ہے کہ بلا حصول علم اُن کی ہمت سے فیض چاہ کر مشرک[2]

---

[1] شاید یہاں کوئی مخمصہ ہو کہ شاہ صاحب عذر کریں کہ تیرے فاقہ مردار بھی حلال ہے ۱۲ سلطان احمد خاں غفر لہ۔

[2] شرک یا شائبۂ شرک کی تردید یاد رہے ہر جگہ ظہار کی حاجت نہیں یہ دہی مثل ہوئی کہ آدھ پیر دھ گھر کی بھی لے جاؤ ۱۲ سلطان احمد خان عفا عنہ۔

ہو گئے۔

سوال (۱۴) - یہی شاہ صاحب قول الجمیل میں لکھتے ہیں - اُن کی عبارت عربی لاکر ترجمہ کروں اس سے یہی بہتر کہ مولوی خرم علی صاحب بلھوری مصنف نصیحۃ المسلمین کا ترجمہ نقل کروں یہ صاحب بھی عمائد کبرائے حضرات منکرین سے ہیں شفاء العلیل میں کہتے ہیں :-

"مشایخ چشتیہ نے فرمایا قبرستان میں میّت کے سامنے کعبہ معظمہ کو پشت دے کر بیٹھے گیارہ بار سورۂ فاتحہ پڑھے پھر میّت سے قریب ہو پھر کہے یا رب ۷ اور یا روح ۷ الروح ۷ کی دل میں ضرب کرے یہاں تک کہ کشائش و نور پائے پھر منتظر رہے اس کا جس کا فیضان صاحب قبر سے ہو اس کے دل پر آہ ملخصا۔

اقول اولا :- اس ندائے یا روح کا حکم ارشاد ہو۔

ثانیاً :- یہ سائلان فیض جو بتقریر و تسلیم واشاعت و تعلیم شاہ صاحب و مترجم صاحب جب چاہا بلا حصول علم قبور کے سامنے یا رب و یا روح کرتے اور فیض مانگنے بیٹھ گئے آپ کے طور پر اہل قبور کو سمیع و بصیر و معطی و مفیض علی الاطلاق مان کر اور ماتن و مترجم بتا جا کہ مشرک ہوئے یا نہیں۔

سوال (۱۵) - شاہ عبد العزیز صاحب تفسیر فتح العزیز میں وہیں جہاں انہوں نے بعض خواص اولیا کو ایسی زیادت ادراک ملنی لکھی ہے - یہ بھی فرماتے ہیں کہ :-

"اویسیان تحصیل مطلب کمالات باطنی از انہا مینمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از انہا میطلبند و می یابند"

کہیے زیادت ادراک مسلم مگر توجہ خاص کا انکشاف حال تو خارج از علم طالب و بجز اختیار پروردگار عالم ہے پھر اویسی لوگ جو بلا حصول علم مرتکب استفادہ ہوتے ہیں کیونکہ مصداق ان لفظوں کے نہ ہوئے اور ایسی نسبت کہ معاذ اللہ بذریعہ

شرک ملتی ہے کیونکہ صحیح و مقبول ٹھہری یہی شاہ صاحب اپنے والد شاہ ولی اللہ صاحب سے ناقل اویسیت کی نسبت قوی اور صحیح ہے شیخ ابو علی فارمدی کو ابوالحسن خرقانی سے روحی فیض ہے اور ان کو بایزید بسطامی کی روحانیت سے اور ان کو امام جعفر صادق کی روحانیت سے تربیت ہے اھ نقلہ البدهودی فی شفاء العلیل۔

ثانیاً:۔ ذرا شاہ صاحب کے پچھلے لفظ کہ اہل حاجت اپنی مشکلوں کا حل ان سے مانگتے اور پاتے ہیں ملحوظ خاطر رہیں کس دھوم دھام سے ارواح اولیا کو حاجت روا مشکل کشا بتایا ہے واللہ کہا سچ اگرچہ بُرا مانیں ناواقف رع الناس اعداء لما جهلوا ؎

غوث اعظم بن بیسر و سامان مددے

قبلہ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

سوال (۱۶) ۔ اسی تفسیر عزیزی میں دفن کو نعمت الٰہی ٹھہرا کر اس کے منافع و فوائد میں لکھتے ہیں:۔

"از اولیائے مدفونین انتفاع و استفادہ جاریست"

اقول:۔ انتفاع تک خیر تھی کہ بے قصد منتفع بھی ممکن استفادہ نے غضب کر دیا کہ وہ نہیں مگر طلب فائدہ پھر کیا اچھا نفع دفن میں نکالا کہ بندگان خدا بے حصول علم مرتکب سوال ہو کر معاذ اللہ مشرک ہوتے ہیں۔

ثانیاً۔ لفظ جاریست پہ لحاظ رہے کہ اس سے مراد نہیں مگر مسلمانوں میں جاری ہونا اور رجوع مسلمانوں میں جاری ہرگز شرک نہیں کہ جن میں شرک جاری ہرگز مسلمان نہیں۔

سوال (۱۷)۔ مرزا مظہر جانجاناں صاحب جنہیں شاہ ولی اللہ صاحب اپنے مکاتیب میں قیم طریقۂ احمدیہ و داعی سنت نبویہ لکھتے ہیں اور حاشیۂ مکتوبات دلویہ پہ انہیں شاہ صاحب سے ان کی نسبت منقول ہند و عرب و ولایت میں ایسا متبع کتاب و سنت نہیں بلکہ سلف میں بھی کم ہوئے اھ ملحضاً مترجماً یہ

مرزا صاحب اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں :۔

"نسبت بآنجناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ میرسد وفقیر

را نیازی خاص بآنجناب ثابت است در وقت عروض عارضۂ جسمانی

توجہ بآنحضرت واقع میشود وسبب حصول شفا بگردد"

مرض میں مولیٰ علی کی طرف توجہ

سوال (۱۸)۔ آگے فرماتے ہیں :۔

"یکبار قصیدہ کہ مطلعش اینست ؎

فروغ چشم آگاہی امیر المومنین حیدر

زانگشت ید اللّٰہی امیر المومنین حیدر

بجناب ایشاں عرض نمودم نوازشہا فرمودند اھ

مولیٰ علی کی نوازشیں

اقول اوّلا :۔ جب جناب مرزا صاحب امراض میں بارگاہ مشکل کشائی کی

کی طرف توجہ کرتے تھے انہیں کیا خبر تھی کہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الاسنیٰ

اس وقت میری طرف متوجہ ہیں یا میری طرف توجہ سے التفات فرمالیں گے۔

ثانیًا :۔ یونہی جب قصیدہ عرض کرنے بیٹھے کیا جانتے تھے کہ حضرت والا

اس وقت سن لیں گے تو ان سب اوقات میں بے حصول علم مرتکب عرض و توجہ

ہو کر انہوں نے جناب اسد اللّٰہی کو سمیع و بصیر علی الاطلاق ٹھہرایا اور حضرت

کے طور پر وہ بُرا لقب پایا یا نہیں۔

ثالثًا :۔ مزار پر جا کر کلام و خطاب تو وہ آفت تھا مرزا صاحب جیسے حضور

مزار ہی توجہیں کرتے قصیدے سناتے ہیں۔ ان کے لیے حکم کچھ زیادہ

سخت ہوگا یا نہیں۔

رابعًا :۔ اس نیازی خاص پر بھی نظر رہے کہ یہ معالجہ کرے گا ان جہال

کے وہم کا جو لفظ نیاز کو خاص بجناب بے نیاز مانتے اور اسی بنا پر

فاتحۂ فاتحۂ حضرات اولیا کو نیاز کہنا شرک و حرام جانتے ہیں۔

خامسًا :۔ یہ بڑی گزارش تو باقی ہی رہ گئی کہ دفع امراض کے لیے ارواح

طیبہ کی طرف توجہ استمداد بالغیر تو نہیں اور جناب کے نزدیک بھلا ایسا شخص اتباع شریعت میں یکتا و بے نظیر جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے کہا تھا باللہ طاق سرے سے متبع سنت بلکہ از روئے ایمان تقویۃ الایمان راسخ موحد و مسلم کہا جائے گا یا نہیں۔

سوال (۹) شاہ ولی اللہ کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب کی نسبت کیا حکم ہے وہ بھی اس شرک عالمگیر سے محفوظ نہ رہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب قول الجمیل میں لکھتے ہیں:۔

" وایضا تادب شیخنا عبد الرحیم علی روح جدہ لامہ الشیخ رفیع الدین محمد

شفاء العلیل میں اس کا ترجمہ یوں کیا:۔

" اور بھی ہمارے مرشد شاہ عبدالرحیم ادب آموز ہوئے اپنے نانا شیخ رفیع الدین کی روح سے اور حاشا یہ فیض یوں نہ تھا کہ ادھر سے بے طلب آیا ہو بلکہ یہی جاکر قبر پر متوجہ ہوا کرتے "

خود شاہ ولی اللہ اپنے والد ماجد سے انفاس العارفین میں ناقل:۔

" میفرمودند مرا در مبدء حال بمزار شیخ رفیع الدین الفتے پیدا شد آنجا میرفتم و بقبر شان متوجہ میشدم الخ "

یارب حبیب مولوی اسمٰعیل کے اساتذہ و مشائخ سب گرفتار شرک تھے یہ کہ انہیں کے خوشہ چین انہیں کے نام لیوا ان کے مداح ان کے مقلد کیونکر مومن موحد رہے ع وحسن نبات الارض من کرم البذر

صنفِ آخر من ہذا النوع

اس میں وہ سوالات مذکور ہوں گے جو مولوی صاحب کے استدلال

دوم یعنی تمسک بحدیث من حلف الخ سے متعلق ہیں۔

سوال (۲۰) حدیث من حلف بغیر اللہ فقد اشرک کی جو عمدہ شرح افادہ فرمائی ذرا کتب ائمہ حدیث وفقہ پر نظر کر کے ارشاد ہو جائے کہ کلمات علماء سے کہاں تک موافق ہے فقیر بہت ممنون احسان ہوگا اگر ایک عالم معتمد کی تحریر سے بھی آپ نے اپنا بیان مطابق کر دکھایا الفاظ شریفہ پیش نظر رہیں کہ اس حرمت کا سبب سوا اس کے نہیں الخ۔

سوال (۲۱)۔ اعتقاد نفع وضرر پر قسم کی دلالت کس قسم کی دلالت آیا لغۃ اس کے معنی سے یہ امر مفہوم یا عقلاً خواہ عرفاً لازم وملزوم کہ آدمی اسی کی قسم کھائے جس سے نفع وضرر کی امید رکھے صدر اسلام میں جو صحابہ کرام کعبہ معظمہ کی قسم کھاتے کما رواہ النسائی وغیرہ اس وقت وہ کعبہ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے تھے۔ بینوا توجروا۔

سوال (۲۲)۔ غیر خدا کو کسی طرح نافع یا ضار جاننا مطلقاً شرک ہے یا خاص اس صورت میں کہ اسے نفع وضرر میں مستقل بالذات مانے بر تقدیر اول یہ وہ شرک ہے جس سے عالم میں کوئی محفوظ نہیں جہاں شہد کو نافع زہر کو مضر جانتا ہے تجھے دوست سے نفع کی امید پکے دشمن سے ضرر کا خوف رکھتا ہے۔ عالم کی خدمت حاکم کی اطاعت اسی لیے کرتے ہیں کہ دینی یا دنیوی نفع کی توقع ہے مخالف مذہب سے احتیاط سانپ سے احتراز اسی لیے رکھتے ہیں کہ روحانی یا جسمانی ضرر کا اندیشہ ہے خود قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے:۔

۱ غیر خدا کو نافع وضار ماننا

اٰباؤکم وابناؤکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعاً۔	تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم نہیں جانتے ان میں کون تمہیں نفع دینے میں زیادہ نزدیک ہے۔

لہ ذکر لسنخ نافع نہ ہوگا کیا شرک و توحید میں بھی نسخ جاری ہے ۱۲ منہ

اور فرماتا ہے:۔

وما ھم بضآرین بہ من احد الا باذن اللہ۔ — وہ اس سے کسی کو ضرر نہ پہنچائیں گے بے حکم خدا کے

صحیح مسلم شریف میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔ — تم میں جو اپنے بھائی مسلمان کو نفع دے سکے وہ نفع دے۔

امام احمد وابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ بسند حسن مالک بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

من ضآر ضآر اللہ بہ ومن شاق شق اللہ علیہ۔ — جو کسی کو ضرر دے گا اللہ تعالیٰ اسے نقصان پہنچائے گا اور جو کسی پر سختی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے مشقت میں ڈالے گا۔

حاکم کی حدیث میں ہے مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حجر اسود کی نسبت فرمایا:۔

بلی یا امیر المومنین یضر و ینفع — کیوں نہیں اے امیر المومنین یہ پتھر نقصان دے گا اور نفع پہنچائے گا۔

الحدیث بر تقدیر ثانی واقع و نفس الامر اس گمان کے خلاف پر شاہد عدل لاکھوں آدمی اپنے یا اپنے محبوب کے سر یا آنکھوں یا جان کی قسم کھاتے ہیں اور ہرگز ان کے خواب میں بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ یہ چیزیں بالاستقلال ہمارے نفع و ضرر کی مالک ہیں نہ ہرگز سامع کا ذہن اس طرف جاتا ہے بھلا حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ کے اس قول کے کیا معنی ہیں ؎

لعمری وما عمری علی بھین

لقد نطقت بطلا علی الاقارع

اور جناب کے نزدیک اس سے کیا اعتقاد ظاہر ہوتا ہے اسی طرح حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) وام المومنین صدیقہ (رضی اللہ عنہا) وغیرہما پیشوایان دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اپنے باپ اور اپنی جان کی قسم کھانی مروی کہ خادم حدیث پر مخفی نہیں۔

سوال (۲۳)۔ غیر قسم غیر ہے تو آپ کے نزدیک یہ صرف ظاہر ہی ہوتا تھا کہ وہ اپنے عقیدے میں غیر خدا کو بھی نفع و ضرر رساں جانتا ہے بگمان جناب اتنی ہی بات پر شرع مطہر میں بنائے تحریم ہوئی حالانکہ اس کے دل کا حال خدا جانے اب اُن کی نسبت حکم ارشاد ہو جو صاف صاف بالتصریح غیر خدا کو نہ فقط نفع و ضرر رساں بلکہ مالک نفع و ضرر بتائیں اور وہ بھی کسے اس شقی کو جو مدعی الوہیت رہا ہو اور برسوں خران بے عقل نے اسے پوجا ہو وہ کون فرعون بے عون نسئال اللہ عن حالہ القصوت شاہ عبدالعزیز صاحب اس امر کے ثبوت میں کہ سامری والوں کی گوسالہ پرستی قبطیوں کی فرعون پرستی سے بدتر تھی تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے فرعون کو مالک نفع و ضرر کہا

"تعظیم بادشاہ صاحب اقتدار کہ مالک نفع و ضرر باشد فی الجملہ وجہ معقولیت دارد گوسالہ لایعقل کہ در بلادت وحمق ضرب المثل ست بہیچ وجہ شایان تعظیم نیست۔"

سوال (۲۴) یہ تو آئندہ عرض کروں گا کہ طلب دعا کو اعتقاد نفع و ضرر سے کتنا تعلق۔ بالفعل اسے یونہی فرض کرکے گزارش کروں کہ دعا منگواتے ہیں تو وہ اعتقاد نفع و ضرر نکلا جو معنیً شرک حالانکہ وہ خود اُن سے کسی حاجت کی خواستگاری نہیں پھر۔

۱۔ ان کے مزارات عظیمۃ البرکات پر حاضر ہو کر خود ان سے بھیک مانگنا۔

۲۔ یا ندائے یا روح پکار کر ان کے فیض کا منتظر رہنا۔

۳ - اپنی مشکلوں کا ان سے حل چاہنا۔
۴ - بیمار پڑیں تو شفا ملنے کو ان کی طرف توجہ کرنا کہ ابھی صنف سابق میں منقول ہوئے ان میں کتنا اعتقاد نفع و ضرر ثابت ہوتا ہے اور۔
۵ - لفظ انتفاع و استمداد تو خود بمعنے نفع یافتن و فائدہ خواستن اس کا قصد بے اعتقاد نفع کس عاقل سے معقول ہاں ہاں انصاف کیجئے تو دعا طلبی سے دریوزہ گری و حاجت عواہی کہیں زیادہ ہے اس میں صرف نیت سائل پر مدار تفرقہ ہے اگر سبب ظاہری و مظہر عون باری جانا تو خالص حق اور معاذ اللہ مستقل مانا تو نرا شرک بخلاف طلب دعا کہ وہاں نفس کلام مطلوب منہ کی غلامی و بندگی اور حضرت غنی جل جلالہ کی طرف محتاجی پر دلیل واضح یہاں تک کہ توہم استقلال سے اس کا اجتماع محال کما لا یخفی علی اولی النھی باایں ہمہ اگر یہ شرک ہے تو اس کے لیے تو مجھے کوئی لفظ شرک سے بدتر ملتا بھی نہیں جس کا مصداق اسے ٹھہراؤں ع

عنا ق عن وصفکم نطاق البیان۔

اولیاء وصلحاء سے طلب دعا سنت ہے

سوال (۲۵) اگر مان بھی لیں کہ غیر خدا کی قسم اسی لیے حرام ہوئی تو اس کو مسئلہ دائرہ سے کیا علاقہ کیا کسی سے دعا کے لیے کہنے میں بھی اسی طرح کے نفع و ضرر کا اعتقاد ظاہر ہوتا ہے جو معنیٔ شرک ہے۔

(۱) خود مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دعا چاہی جب وہ مکہ معظمہ جاتے تھے ارشاد فرمایا:۔

لا تنسنا یا اخی من دعائک	اے بھائی اپنی دعاؤں میں ہمیں نہ بھول جانا۔

رواہ ابو داؤد عنہ رضی اللہ عنہ۔
احمد و ابن ماجہ کی روایت میں ہے فرمایا:۔

اشرکنا یا اخی فی صالح دعائک ولا تنسنا۔	بھائی اپنی نیک دعاؤں میں ہمیں بھی شریک کر لینا اور بھول نہ جانا۔

(۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی جب دفن میت سے فارغ ہوتے قبر پر ٹھہر کر صحابۂ کرام سے ارشاد فرماتے:۔

استغفروا لاخیکم واسئلوا لہ التثبیت فانہ الان یسأل — اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے ثابت رہنے کی دعا مانگو کہ اب اُس سے سوال ہوگا۔

(رواہ ابوداود والحاکم والبیہقی بسند حسن عن عثمان الغنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۳) امام احمد عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اذا لقیت الحاج فسلم علیہ و صافحہ ومرہ ان یستغفرلک قبل ان ید خل بیتہ فانہ مغفور لہ۔ — جب تو حاجی سے ملے سلام و مصافحہ کر اور قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں جائے اپنی مغفرت کی دعا اس سے منگوا کہ وہ بخشا ہوا ہے۔

(۴) حضور نے اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کر کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم دیا:۔

فمن لقیہ منکم فلیأمرہ فلیستغفر لہ۔ — تم میں جو اسے پائے اپنے لیے اس سے دعائے بخشش کرائے۔

(اخرجہ مسلم والبیہقی عن عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ایک روایت میں ہے حضرت فاروق کو بالخصوص یہ حکم ہوا ان سے دعا کرانا کہ وہ اللہ کے حضور عزت والا ہے۔ اخرجہ الخطیب وابن عساکر۔

(۵) حسب الحکم امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ نے ان سے دعا چاہی اخرجہ ابن سعد والحاکم وابوعوانۃ والرویانی والبیہقی فی الدلائل وابو نعیم فی الحلیۃ کلھم من طریق اسیر بن جابر عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۶) ایک روایت میں ہے امیر المومنین فاروق و امیر المومنین مرتضی رضی اللہ

تعالیٰ عنہما دونوں کو حضرت اویس سے طلب دعا کا حکم تھا دونوں صاحبوں نے اپنے لیے دعا کرائی اخرجہ ابن عساکر۔

(۷)۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری و مسلم اپنے مصنف اور امام بیہقی دلائل النبوۃ کی مجلد یازدہم میں بسند صحیح[1] بطریق ابو معاویۃ عن الاعمش عن ابی صالح عن مالک الدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔۔۔ روایت کرتے ہیں:۔

قال اصاب الناس قحط فی زمن عمر ابن الخطاب فجاء رجل[2] الی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ استسق اللہ لامتک فانہم قد ہلکوا فاتاہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المنام فقال ائت عمر فاقرأہ السلام واخبرہم انہم سیسقون۔

(الحدیث)

یعنی عہد معدلت مہد فاروقی میں ایک بار قحط پڑا ایک صاحب یعنی حضرت بلال بن حارث مزنی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزار اقدس حضور ملجاء بیکساں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ اپنی امت کے لیے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگیے کہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان صحابی کی خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا عمر کے پاس جا کر اسے سلام پہنچا اور لوگوں کو خبر دے کہ اب پانی آیا چاہتا ہے۔

---

[1] نص علی صحتہ الامام القسطلانی فی المواہب ۱۲ منہ۔

[2] ہو بلال بن الحارث المزنی الصحابی کما عند سیف فی کتاب الفتوح ۱۲ زرقانی شرح مواہب۔

شاہ ولی اللہ قرۃ العینین میں یہ حدیث نقل کر کے کہتے ہیں (رواہ ابو عمر فی الاستیعاب)

تنبیہ نبیہ :۔

یہ چند حدیثیں ہیں احیائے حقیقی سے طلب دعا میں اور اموات سے طلب کی قدرے بحث کہ اصل مسئلہ مسئولہ سائل ہے ان شاء اللہ تعالیٰ مقصد سوم میں مذکور ہو گی۔

یہاں ایک نکتہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو بات شرک ہے اس کے حکم میں احیا و اموات وانس وجن وملک وغیرہم تمام مخلوق الٰہی یکساں ہیں کہ غیر خدا کوئی ہو خدا کا شریک نہیں ہو سکتا تو امور شرک میں حیات وموت سے تفرقہ جیسا کہ اس طائفہ جدیدہ کا شیوہ قدیمہ ہے دائرہ عقل وشرع دونوں سے خروج کیا زندے خدا کے شریک ہو سکتے ہیں صرف شرکت اموات ہی ممنوع ہے۔ مولوی صاحب اپنی مقیس علیہ یعنی قسم غیر ہی کو ملاحظہ کریں کہ حلال نہیں تو مردے زندے کسی کی حلال نہیں یونہی اگر طلب دعا میں شرک ہو تو ہرگز یہ حکم فقط اموات سے خاص نہ ہو گا بلکہ یقیناً احیا سے دعا کرانی بھی حرام ٹھہرے گی کہ خدا کا شریک نہ ہو سکنے میں زندے مردے سب ایک سے ولہذا شیخ شیوخ علماء الہند مولینا و برکتنا سیدی شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز نے شرح مشکوٰۃ شریف میں فرمایا :۔

"اگر اینمعنی کہ در امداد واستمداد ذکر دیم موجب شرک وتوجہ بما سوائے حق باشد چنانکہ منکر زعم میکند پس باید کہ منع کردہ شود توسل وطلب دعا از صالحان ودوستان خدا در حالت حیات نیز وایں ممنوع نیست بلکہ مستحب ومستحسن است باتفاق وشائع است در دین۔"

عزیزا یہ نکتہ بہت بکار آمد ہے اور اکثر اوہام وشبہات کا رد فاحفظ تحفظ وتحظی من الرشد باوفی حظ۔

نوع دوم :-

"مخالفات مولوی صاحب و ہم مذہبان مولوی صاحب ہیں"

یہاں اس امر کا ثبوت ہوگا کہ مولوی صاحب کی تحریر مذہب منکرین سے بھی موافق نہیں بوجوہ عدیدہ واصول وفروع طائفہ جدیدہ سے صریح مخالفت اور مذہب مہذب اہل حق سے بعض باتوں میں گونہ موافقت فرمائی ہے پھر یہی نہیں کہ صرف ہم مذہبوں ہی سے خلاف ہو اور خود مولوی صاحب ان مخالفات کا بخوشی التزام فرمالیں نہیں نہیں بلکہ بہت وہ بھی ہیں جو نادانستہ سرزد ہوگئیں کہ ظاہر ہوئے پر ہرگز بھی آپ کو گوارا نہ ہوں اور اگر تسلیم فرمالیں تو اس سے کیا بہتر دیکھیے تو یہیں کتنے مسائل نزاعیہ طے ہوئے جاتے ہیں۔

مخالفت (۱) :- مولوی صاحب فرماتے ہیں زیارت قبور مومنین خاصۃً بزرگان دین مندوب و مسنون ہے یہ خصوصیت ہمارے طور پر بیشک حق مگر صاحب مائۃ مسائل کے بالکل خلاف انہوں نے جو قسم زیارت شرعًا بلا کراہت جائز مانی اس میں مزارات عالیہ حضرات اولیا اور ہر شرابی زناکار کی قبر یکساں جانی حیث قال :-

"دریں قسم زیارت کہ دن قبر ولی و غیر ولی و شہید و غیر شہید و صالح و فاسق و غنی و فقیر برابر است"

پھر اس برابری پر بھی صبر نہ آیا آگے الٹی ترقی معکوس کر کے فرمایا :-

"بلکہ از زیارت قبور اغنیا و ملوک زیادہ تر عبرت حاصل میگردد"

مطلب یہ کہ جس[1] فائدہ کے لیے شرع نے زیارت قبور جائز کی ہے وہ مزارات

---

[1] اقول وباللہ التوفیق ان مرد عاقل محرر مائۃ مسائل سے پوچھا چاہیے کہ اگر تمہارا بیان حق ہے تو واجب تھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر قبور احد و بقیع پر سو بار رونق افروز ہوئے تو بادشاہوں جباروں کے مقابر پر دو سو بار تشریف لے گئے (باقی بر صفحہ آیندہ)

اولیا میں ہرگز ایسا نہیں جیسا روپے والوں کی قبروں میں ہے تو آدمی کو چاہیئے وہیں جائے جہاں دو آنے زیادہ پائے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مخالفت (۲) مولوی صاحب وقت زیارت قبور درود و فاتحہ پڑھ کر اموات کو ثواب بخشنا مندوب و مسنون فرماتے ہیں۔ بہت اچھا قرآن و حدیث سے درود و فاتحہ کی خصوصیت ثابت کر دکھائیں یا قرون ثلثہ میں اس تخصیص کا رواج بتائیں ورنہ لعیب استنان درکنار اصول طائفہ پر کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار میں داخل ٹھہرائیں۔

مخالفت (۳) سوال سائل میں درود و فاتحہ دونوں کا معاً پڑھنا مذکور تھا اور اسی پر حضرت کا جواب وارد بالفرض اگر فرداً فرداً ان کا پڑھنا ثابت بھی فرمالیں تو اصول طائفہ پر ہیأت اجتماعیہ محل کلام رہے گی اس بنا پر آپ کو حکم بدعت دینا تھا یا تسلیم فرمائیے کہ بعد حسن آحاد حسن مجموع میں کلام نہیں جب تک خصوص اجتماع میں کوئی مفسدہ نہ ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ہوتے تاکہ امت کو اختیار انفع وافضل کی طرف ارشاد فرماتے یا یہ دونوں برابر ہی سہی کم ہی سہی کبھی ہی سہی ایک ہی بار ثابت کر دو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی بادشاہ کی خاک پر تشریف فرما ہوئے ہوں یا قبر غنی کی بوجہ غنا تخصیص فرمائی ہو پھر سخت عجب ہے کہ جس خاص امر کے لیے حضور نے زیارت قبور جائز فرمائی اس کا حصول جہاں بیشتر اور منفعت شرعیہ اتم وادفر اسی کو دائماً ترک فرمائیں نہ وہ صحابہ کرام میں ہرگز رواج پائے پھر ہر قرن و طبقہ کے اہل اسلام ہمیشہ زیارت مزارات صلحا کا اہتمام و اعتنا رکھیں نہ یہ کہ فلاں بادشاہ یا سیٹھ کی گور پر چلو وہاں نفع زائد ملے گا حق یہ ہے کہ مزارات عالیہ حضرات اولیائے کرام قدست اسرارہم پر امر عبرت میں بھی ترجیح ممنوع اور مشروعیت زیارت کی غرض اس میں محصور ہونا قطعاً باطل و مدفوع عنقریب انہیں حضرت کی مظاہر الحق ترجمہ مشکوٰۃ کی بعض عبارات مقصد سوم میں ملیں گی جو ظاہر کر دیں گی کہ صاحب مائۃ مسائل نسی ماقدمت یداہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

مخالفت (۴) متکلمین طائفہ کی تقریر ین گواہ کہ جو فعل فی نفسہ حسن ہو مگر عوام میں ان کے زعم پر خلط مفاسد کے ساتھ جاری وہ اصل کو ممنوع ٹھہراتے ہیں نہ کہ مفاسد سے منع اور اصل کی تجویز کریں جب آپ کے نزدیک زیارت مزارات متبرکہ بطور شرک رائج کہ استمداد ندکور شائع و مشہور تو اصول طائفہ پر اصل زیارت کو حرام کہنا تھا نہ مندوب و مسنون۔

مخالفت (۵) مولوی اسحاق مائۃ مسائل میں لکھتے ہیں:۔

"اذان دادن بعداز دفن بدعت و مکروہ است زیرا کہ معہود از سنت نیست و آنچہ معہود از سنت نیست بموجب روایات کتب فقہ مکروہ بباشد عبارۃ الکتب ھکذا یکرہ عند القبر مالم یعھد من السنۃ والمعھود منھا لیس الا زیارتہ والدعاء عندہ قائما کما فی فتح القدیر والبحر الرائق والنھر الفائق والفتاوی العالمگیری۔

اگر چہ ان عبارات کا مطلب جو صاحب مائۃ مسائل نے ٹھہرایا انہیں کتابوں کی بہت عبارتوں سے مردود مگر عجب ہے کہ جناب نے اس کلیہ پر عمل فرماکر وقت زیارت درود و فاتحہ پڑھ کر ثواب بخشنے کو کیوں نہ مکروہ فرمایا۔

مخالفت (۶) جناب نے امتناع رؤیت و سماع کو ان حجب عدیدہ کی جیلولت پر مبنی فرمایا یہ ابتنا باعلی ندا منادی کہ اموات کو فی انفسہم قوت سمع و ابصار حاصل ہے مگر ان حائلوں کے سبب باہر کی صوت و صورت کا ادراک نہیں ہوتا ورنہ اگر خود ان میں رأسا یہ قوتیں نہ ہوتیں تو بنائے کار جیلولت پر رکھنی محض بے معنی دیوار بیت کی نسبت کوئی نہ کہے گا کہ باہر کی چیزیں اس وجہ سے نہیں دیکھتے کہ بیچ میں آڑ ہے اب متکلمین طائفہ سے استفسار ہو جائے کہ وہ اس تخصیص کے مقر ہوں گے یا رأسا منکر معلم ثانی منکرین ہند یعنی مولوی اسحاق دہلوی سے سوال ہوا سماعت موتی سوائے سلام جائز است جواب دیا ثابت نیست کہ کیا آدمی اسی وقت میت ہوتا ہے جب قبر میں رکھ کر مٹی دے دیں۔

مخالفت (۷) جب آپ کے نزدیک مانع ادراک حیلولتِ خاک تو جب تک مٹی نرمی ہو یا جہاں دفن ہے اسی طرح کرتے ہوں کہ باہر کی آواز اندر جانے سے روک نہ ہو جیسے علامہ ابن الحاج مدخل میں اہل مصر کا رواج بتاتے ہیں کہ اموات کی قبریں نہیں بناتے بلکہ تہ خانوں میں رکھ آتے ہیں اور ان کے لیے دروازے ہوتے ہیں کہ جب چاہو اندر جاؤ یا ہر آؤ تو وہاں کے لیے حکم شرعی ارشاد ہو اگر ایسی جگہ کوئی یوں پکارے اور اموات سے دعا کرنے کو کہے تو قطعاً مشرک یا شائبہ و شیمہ شرک میں گرفتار ہو گا یا نہیں متکلمین طائفہ تو ہرگز نہ مانیں گے۔ آپ اپنے کلام کا لحاظ فرمائیں۔

مخالفت (۸) الحمد للہ کہ جناب کا طرز کلام اول سے آخر تک شاہد عدل کہ آیت کریمہ انك لاتسمع الموتٰی کو نفی سماع سے کچھ علاقہ نہیں نہ ہرگز اس سے یہ معنی مفہوم ورنہ کلام جناب کلام اللہ کے صریح خلاف ہو گا۔

اولاً: آیۂ کریمہ یقیناً عام پس اگر اس سے نفی سماع مستفاد ہو تو قطعاً سلب کلی پر دلالت کرے گی پھر آپ ارشاد ربانی کے خلاف بعض اموات کے لیے ایجاب کیونکر کہہ سکتے۔

ثانیاً: اس تقدیر پر مفاد آیت یہ ہو گا کہ نفس موت منافی سماع ہے نہ یہ کہ موتی کو اصل قوت حاصل اور عدم ادراک بوجہ حائل پھر آپ کیونکر بہ خلاف قرآن حیلولت حجب پر بنائے کار رکھتے لاجرم واضح ہوا کہ آیت کریمہ کے صحیح معنی ذہن سامی میں ہیں اور آپ خوب سمجھ چکے ہیں کہ اس میں نفی سماع کا اصلا ذکر نہیں کما ھو الحق الناصع اور عجب نہیں کہ اسی لیے آپ نے آیہ کریمہ کا ذکر نہ فرمایا ورنہ اس کے ہوتے بیگانہ باتوں کی کیا حاجت ہوتی لہذا فقیر نے بھی اس بحث کو بشرطیکہ مولوی صاحب جواب میں اس کی طرف رجعت فرمائیں جواب الجواب پر محول رکھا واللہ الموفق مگر ازاں جا کہ مقام خالی نہ رہے بتوفیقہ تعالیٰ بعض جوابوں کی طرف اشارہ کر دوں

فاقول وباللہ استعین۔

جواب اوّل:۔ آیت کا صریح منطوق نفی اسماع ہے نہ نفی سماع پھر اسے محل نزاع سے کیا علاقہ۔ نظیراس کی آیۂ کریمہ انک لاتھدی من احببت ہے اسی لیے جس طرح وہاں فرمایا ولکن اللہ یھدی من یشآء یعنی لوگوں کا ہدایت پا نا نبی کی طرف سے نہیں خدا کی طرف سے ہے یونہی یہاں بھی ارشاد ہوا ان اللہ یسمع من یشآء وہی حاصل ہوا کہ اہل قبور کا سننا تمہاری طرف سے نہیں اللہ عزوجل کی طرف سے ہے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے الایۃ من قبیل انک لاتھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشآء۔

جواب دوم:۔ نفی سماع ہی مانو تو یہاں سماع قطعًا بمعنی سماع قبول و انتفاع ہے باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے وہ میری نہیں سنتا کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقۃً کان تک آواز نہیں جاتی بلکہ صاف یہی مقصود کہ سنتا تو ہے مانتا نہیں اور سننے سے اسے نفع نہیں ہوتا۔ آیۂ کریمہ میں اسی معنی کے ارادے پر ہدایت شاہد کہ کفار سے انتفاع ہی کا انتفا ہے نہ اصل سماع کا خود اسی آیۂ کریمہ انک لا تسمع الموتٰی کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے عزوجل ان تسمع الامن یومن بایٰتنا فھم مسلمون۔ تم نہیں سناتے مگر انہیں جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں) اور پھر ظاہر کہ پند و نصیحت سے نفع حاصل کرنے کا وقت یہی زندگی دنیا ہے مرنے کے بعد نہ کچھ ماننے سے فائدہ نہ سننے سے حاصل قیامت کے دن سبھی کافر ایمان لے آئیں گے پھر اس سے کیا کام اٰلْئٰنَ وقد عصیت قبل تو حاصل یہ ہوا کہ جس طرح اموات کو وعظ سے انتفاع نہیں یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھائیے نہیں مانتے۔ علامہ حلبی نے سیرت انسان العیون میں فرمایا:۔

"السماع المنفی فی الأیۃ بمعنی السماع النافع وقد اشار الی ذٰلک الحافظ الجلال الدین السیوطی بقولہ"

۵ سماع موتی کلام الخلق حق قد ٭ جائت بہ عندنا الاثار فی الکتب
وآیۃالنفی معناھا سماع ھدی ٭ لایقبلون ولا یصغون للادب

امام ابوالبرکات نسفی نے تفسیر مدارک التنزیل میں زیر آیۂ سورۂ فاطر فرمایا:
"شبہ الکفار بالموتی حیث لاینتفعون بسموعہم"

مولانا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:۔
"النفی منتصب علی نفی النفع لاعلی مطلق السمع"

جواب سوم:۔ مانا کہ اصل سماع ہی منفی مگر کس سے۔ موتی سے۔ موتی کون ہیں ابدان کہ روح تو کبھی مرتی ہی نہیں اہلسنت وجماعت کا یہی مذہب ہے جس کی تصریحات بعونہ تعالیٰ تمہید وفصل اصل دوم نوع اوّل مقصد سوم میں آئیں گی۔ ہاں کس سے نفی فرمائی ہے من فی القبور یعنی جو قبر میں ہے۔ قبر میں کون ہے جسم کہ روحیں تو علیین یا جنت یا آسمان یا چاہ زمزم وغیرہا مقامات عز واکرام میں ہیں جس طرح ارواح کفار سجین یا نار یا چاہ وادی برہوت وغیرہا مقامات ذلت والام میں امام علامہ سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں:۔
"لاندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع انما السماع بعد الموت لحی ھو الروح"

شاہ عبدالقادر صاحب برادر شاہ عبدالعزیز صاحب موضح القرآن میں زیر کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور فرماتے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو وہ سنتے ہیں بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سن سکتا ہے۔ یہ تینوں جواب بتوفیق الوہاب قبل مطالعۂ کلام علماء ذہن فقیر میں آئے تھے پھر ان کی تصریحیں کلمات علماء میں دیکھیں کما سمعت وللہ الحمد اور ابھی ائمہ وعلماء کے جواب اور بھی ہیں وفیما ذکرنا کفایۃ لمن القی السمع وھو شھید ان اللہ یسمع من یشاء ویھدی الی الصراط الحمید۔

مخالفت (۱۰) سائل نے مطلق کہا تھا ایک بزرگ کے مزار شریف پر واسطے زیارت کے گیا جواب پیشہ ارسال وا طلاق سے شہر میں جانے اور سفر کرکے جانے دونوں کو شامل کما لا یخفی اور آپ نے بھی یونہی بر سبیل اطلاق زیارت قبور کی تحسین فرمائی اور سند میں حدیث بھی وہ ذکر کی جس میں امر بزیارت مطلق وارد یہ اطلاقات مذہب جمہور اہلحق سے تو بیشک موافق مگر مشرب طائفہ میں آپ پر لازم تھا کہ بلا سفر کے قید لگا دیتے ورنہ سائل وہ دیگر ناظرین اگر اطلاق دیکھ کر زیارت مزارات کو جانا مطلقاً جائز سمجھے تو مانعین کے نزدیک ان کا یہ وبال اطلاق فتوے کے ذمے رہے گا فقیر اگر تدقیق نظر سے کام لے تو ابھی بہت کچھ ہے مگر نگاہ انصاف مبذول ہو تو چودہ سطروں پر پینتیس ۳۵ کیا کم ہیں واللہ الهادی۔

المقصدُ الثّانی

(فی الاحادیث)

اگرچہ حیات و ادراک و سماع و ابصار ارواح میں احادیث و آثار اس درجہ کثرت و وفور سے وارد جن کے استیعاب کو ایک مجلد عظیم و دفتر ضخیم درکار اور خود ان کے احاطہ و استقصا کی طرف راہ کہاں مگر یہاں بقدر حاجت صرف ساٹھ حدیثوں پہ اقتصار اور مثل مقصد اول اس میں بھی دو نوع پہ انقسام گفتار۔

نوع اوّل :۔

بعد موت بقائے روح وصفات و افعال روح میں یہاں وہ حدیثیں مذکور ہوں گی جن سے ثابت کہ روح فنا نہیں ہوتی اور اس کے افعال و ادراکات جیسے دیکھنا سننا بولنا سمجھنا، آنا، جانا، چلنا، پھرنا سب بدستور رہتے ہیں بلکہ اس کی قوتیں بعد مرگ اور صاف و تیز ہو جاتی ہیں حالت حیات میں جو کام ان آلات خاکی یعنی آنکھ کان ہاتھ پاؤں زبان سے لیتے تھے اب بغیر ان کے کرتی ہے اگرچہ جسم مثالی کی یاوری سہی ہر چند اس مطلب نفیس کے ثبوت میں وہ بیشمار احادیث و آثار سب حجت کافیہ و دلائل شافیہ جن میں :۔

(۱) بعد انتقال عقل و ہوش بدستور رہنا۔

(۲) روح کا پس از مرگ آسمانوں پہ جانا۔

(۳) اپنے رب کے حضور سجدے میں گرنا۔

(۴) فرشتوں کو دیکھنا۔

(۵) ان کی باتیں سننا۔

(۶) ان سے باتیں کرنا۔

(۷) اپنے منازل جنت کا پیش نظر رہنا۔

(۸) نیک ہمسایوں سے نفع پانا۔

(۹) بدہمسایوں سے ایذا اٹھانا۔

(۱۰) ملائکہ کا ان کے پاس تحفے لانا۔

(۱۱) ان کی مزاج پرسی کو آیا کرنا۔

(۱۲) ان کا منتظر صدقات رہنا۔

(۱۳) قبر کا ان سے بزبان فصیح باتیں کرنا۔

(۱۴) ان کے منتہائے نظر تک وسیع ہونا۔

(۱۵) زندوں کے اعمال انہیں سنائے جانا۔

(۱۶) نیکیوں پر خوش ہونا برائیوں پر غم کرنا۔

(۱۷) پسماندوں کے لیے دعائیں مانگنا۔

(۱۸) ان کے ملنے کا مشتاق رہنا۔

(۱۹) روحوں کا باہم ملنا جلنا۔

(۲۰) ہر گونہ کلام کے دفتر کھلنا۔

(۲۱) منزلوں کے فصل سے آپس کی ملاقات کو جانا۔

(۲۲) اگلے اموات کا مردہ نو کے استقبال کو آنا۔

(۲۳) اس کا گزرے قریبوں کو دیکھ کر پہچاننا ان سے مل کر شاد ہونا۔

(۲۴) ان کا اس سے باقی عزیزوں دوستوں کے حال پوچھنا۔

(۲۵) آپس میں خوبی کفن سے مفاخرت کرنا۔

(۲۶) بُرے کفن والے کا ہمچشموں میں شرمانا۔

(۲۷) اپنے اعمال حسنہ یا سئیہ کو دیکھنا۔

(۲۸) ان کی صحبت سے انس و فرحت یا معاذاللہ خوف و وحشت پانا۔

(۲۹) عالم دین کا علم شریعت۔

(۳۰) اہلسنت کا مذہب سنت۔
(۳۱) مسلمان کے دل خوش کرنے والے کا اس سرور و فرحت۔
(۳۲) تالی قرآن کا قرآن عظیم کی پاکیزہ طلعت سے صحبت دل کشا رکھنا۔
(۳۳) دشمنان عثمان کا اپنی قبروں میں عیاذاً باللہ دجال لعین پر ایمان لانا۔
(۳۴) نیک بندوں کا خدمت اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعباد اللہ الصالحین میں حاضر ہونا۔
(۳۵) اپنی قبور میں نمازیں پڑھنا۔
(۳۶) حج کرنا لبیک کہنا۔
(۳۷) تلاوت قرآن میں مشغول رہنا۔
(۳۸) بلکہ ملائکہ کا انہیں تمام و کمال قرآن عظیم حفظ کرانا۔
(۳۹) اپنے رب جل جلالہ سے باتیں کرنا۔
(۴۰) رب تبارک وتعالیٰ کا ان سے کلام جانفزا فرمانا۔
(۴۱) بیل اور مچھلی کا لڑتے ہوئے ان کے سامنے آنا تماشا دیکھ کر جی بہلانا۔
(۴۲) جنت کی نہروں میں غوطے لگانا۔
(۴۳) جو تلاوت قرآن میں مشغول مرے قرآن عظیم کا ہر وقت ان کی دلجوئی فرمانا ہر صبح وشام ان کے اہل وعیال کی خبریں انہیں پہنچانا۔
(۴۴) دودھ پیتے شہزادے کا انتقال ہوا جنت کی دائیاں مقرر ہونا مدت رضاعت تمام فرمانا۔
(۴۵) نیکوں کا شوقِ قیامت میں جلدی کرنا۔
(۴۶) بدوں کا نام قیامت سے گھبرانا۔
(۴۷) مقتولان راہ خدا کی دل میں دوبارہ قتل کی آرزو ہونا۔
(۴۸) مسلمانوں کا سبز یا سپید پرندوں کے روپ میں جہاں چاہنا اڑتے پھرنا۔

(۴۹) جنت کے پھل پانی کھانا پینا۔

(۵۰) سونے کے قندیلوں میں عرش کے نیچے بسیرا لینا اللھم ارزقنا

اور ان کے سوا بہت امور وارد ہوئے جو ان کے علم و ادراک و سمع و بصر و کلام و سیر وغیرہا صفات و احوال حیات پر برہان ساطع بلکہ تمام آیات و احادیث عذاب قبر و نعیم قبر اس مدعا پر حجت قاطع ہے جسے ان باتوں پر اطلاع تفصیلی منظور ہو تصانیف ائمہ دین خصوصاً کتاب مستطاب شرح الصدور بکشف حال الموتی والقبور تصنیف لطیف امام اجل خاتمۃ الحفاظ المحققین امام علامہ جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ الملکین کی طرف رجوع کرے مگر میں اس نوع میں صرف وہ چند حدیثیں ذکر کروں گا جن میں ارواح کا بعد انتقال اہل دنیا کو دیکھنا ان سے باتیں کرنا ان کی باتیں سننا اور اسی قسم کے امور متعلقہ بدنیا مذکور ہیں اور ان میں بھی وقائع جزئیہ نہ لکھوں گا کہ کوئی کہے واقعۂ حال لاعموم لھا اگرچہ دقیق النظر کو ان سے دلیل کی ترتیب اور اتمام تقریب دشوار نہ ہو۔ معہذا پھر ان میں وہ کثرت جن کا ایراد موجب اطالت لہذا صرف انہیں بعض امور کلیہ کی روایت پر اقتصار چاہتا ہوں جو ایک عام طور پر حال ارواح میں وارد ہوئے۔ میرے لیے ان احادیث نوع اول میں دو غرضیں ہیں۔

اولاً:۔ جب بعد فراق بدن ان کا علم و ادراک و سمع و بصر ثابت ہوا تو یہ بعینہ مسئلہ مقصودہ کا ثبوت ہے کہ اسی وقت سے نام میت ان پر صادق ہوتا ہے قبر میں بند ہونے نہ ہونے کو اس میں دخل نہیں تو عام منکرین پر حجت ہوں گے۔

ثانیاً:۔ جب ان سے ثابت ہوگا کہ روح بعد موت اپنے صفات و افعال پر باقی اور ان آلات جسمانیہ سے مستغنی تو اس وقت خاص مولوی صاحب کے مقابل یوں گزارش ہو سکتی ہے کہ جس پر جناب مٹی وغیرہ کے حائل و حجاب دیکھ رہے ہیں وہ جسم خاکی ہے۔ نہ روح پاک اور سمع و بصر و علم و خبر جس کے اوصاف ہیں وہ جان پاک ہے نہ کہ تودہ خاک وحسبنا اللہ و نعم الوکیل و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حدیث (۱) امام اجل عبداللہ بن مبارک و ابوبکر بن ابی شیبہ عبداللہ بن عمرو[۱]

---

[۱] صحابی ابن صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۱۲ منہ۔

بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے موقوفا اور امام الکل احمد بن حنبل اپنی مسند اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک اور ابو نعیم حلیہ میں بسند صحیح حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مرفوعا راوی والموقوف ابسط لفظا واتم معنی وانت تعلم انہ فی الباب کمثل المرفوع وھذا لفظ للامام ابن المبارک[1]

قال ان الدنیا جنۃ الکافر	بیشک دنیا کافر کی جنت اور مسلمان کی
وسجن المؤمن وانما مثل	زندان ہے اور ایمان والے کی جب
المومن حین تخرج نفسہ	جان نکلتی ہے تو اس کی کہاوت ایسی
کمثل رجل کان فی سجن فاخرج	ہے جیسے کوئی قید خانہ میں تھا اب اس
منہ فجعل یتقلب فی الارض	سے نکال دیا گیا کہ زمین میں گشت کرتا
ویتفسح فیھا	اور با فراغت چلتا پھرتا ہے۔

ولفظ ابی بکر ھکذا

الدنیا سجن المومن وجنۃ	دنیا مسلمان کا قید خانہ اور کافر کی بہشت
الکافر فاذا مات المومن یخلی	ہے جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ
سربہ یسرح حیث شاء۔	کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے
	سیر کرے۔

حدیث (۲) سیدی محمد بن علی ترمذی انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ماشبھت خروج المومن	یعنی دنیا سے مسلمان کا جانا ایسا
من الدنیا الا مثل خروج	ہے جیسے بچے کا ماں کے پیٹ سے
الصبی من بطن امہ من ذلک	نکلنا اس دم گھٹنے اور اندھیری کی

[1] فائدہ:۔ اسی کے مؤید دو حدیثیں اور ہیں مرسل سلیم بن عامر و عمرو بن دینار سے ماخوذ بہما ابن ابی الدنیا ۱۲ منہ۔

الضيق والظلمة الى روح الدنيا۔ یعنی اس تنگی سے وسیع دنیا میں آنا

اسی لیے علما فرماتے ہیں دنیا کو برزخ سے وہی نسبت ہے جو رحم مادر کو دنیا سے پھر برزخ کو آخرت سے یہی نسبت ہے جو دنیا کو برزخ سے اب اس سے برزخ و دنیا کے علوم وادراکات میں فرق سمجھ لیجئے وہی نسبت چاہیئے جو علم جنین کو علم اہل دنیا سے واقعی روح طائر ہے اور بدن قفس اور علم پرواز پنجرے میں پرند کی پرفشانی کتنی ہاں جب کھڑکی سے باہر آیا اس وقت اس کی جولانیاں قابل دید ہیں۔

حدیث (۳) صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اذا وضعت الجنازة واحتملها	جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور مرد اسے
الرجال على اعناقهم فان كانت	اپنی گردنوں پر اٹھاتے ہیں اگر نیک
صالحة قالت قدموني وان كانت غير	ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے آگے بڑھاؤ
صالحة قالت يا ويلها اين	اور اگر بد ہوتا ہے کہتا ہے ہائے
تذهبون بها يسمع صوتها	خرابی اس کی کہاں لیے جاتے ہو ہر
كل شیء الا الانسان ولوسمعه	شے اس کی آواز سنتی ہے مگر آدمی
صعق	کہ وہ سنے تو بیہوش ہو جائے۔

اقول:۔ اگرچہ اہل سنت کا مسلک ہے کہ نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول ہونگے جب تک اس میں محذور نہ ہو لہذا ہم اس کلام جنازہ کو یوں بھی کلام حقیقی پر محمول کرتے مگر بحمد اللہ مصطفے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پچھلے لفظوں سے نص کو مفسر فرما دیا کہ ہر شے اس کی آواز سنتی ہے اب کسی طرح مجال تاویل و تشکیک باقی نہ رہی وللہ الحمد۔

حدیث (۴) ابوداود طیالسی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا روایت کیا اذا وضع الميت على سريره الحديث مانند حدیث ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث (۵) امام احمد وابن ابی الدنیا وطبرانی ومروزی وابن مندہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ان المیت یعرف من یغسلہ	بیشک مردہ پہچانتا ہے اسے جو اس کو
ویحملہ ومن یکفنہ ومن یدلیہ	غسل دے اور جو اٹھائے اور جو کفن
فی حفرتہ ۔	پہنائے اور جو قبر میں اتارے۔

حدیث (۶) ابوالحسن بن البراء کتاب الروضہ میں بسند خود عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مامن میت یموت الا وھو یعرف	ہر مردہ اپنے نہلانے والے کو پہچانتا
غاسلہ ویناشد حاملہ ان کان	اور اٹھانے والے کو قسمیں دیتا ہے اگر
بشر بروح وریحان وجنۃ نعیم	اسے آسائش اور پھولوں اور آرام
ان العجلۃ وان کان بشر بنزل	کے باغ کا مژدہ ملا تو قسم دیتا ہے
من حمیم وتصلیۃ جحیم	مجھے جلد لے چل اور اگر آب گرم کی
ان یحبسہ ۔	مہمانی اور بھڑکتی آگ میں جانے
	کی خبر ملتی ہے قسم دیتا ہے مجھے
	روک رکھو۔

حدیث (۷) ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں حضرت امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

من میت یوضع علی سریرہ	جب مردے کو جنازہ پر رکھ کر تین
فیخطی بہ ثلاث خطا الا تکلم	قدم لے چلتے ہیں ایک کلام کرتا ہے
بکلام یسمعہ ماشاء اللہ	جسے سب سنتے ہیں جنہیں خدا چاہے
الا الثقلین الجن والانس یقول	سوا جن وانس کے کہتا ہے اے بھائیو
یا اخوتاہ ویا حملۃ نعشاہ لا	اے نعش اٹھانے والو تمہیں دنیا فریب

تغرنكم الدنيا كما غرتني و لاتلعبن بكم كما لعبت بي خلفت ما تركت لورثتي والديان يوم القيمة يخاصمني ويحاسبني وانتم تشيعوني و تدعوني ۔

نہ دے جیسا مجھے دیا اور تم سے نہ کھیلے جیسا مجھ سے کھیلی اپنا ترکہ تو میں وارثوں کے لیے چھوڑ چلا اور بدلا دینے والا قیامت میں مجھ سے جھگڑے گا اور حساب لے گا تم میرے ساتھ چل رہے ہو اور اکیلا چھوڑ آؤ گے۔

حدیث (۸) - ابن مندہ راوی حبان[۱] بن ابی جبلہ نے فرمایا:۔

بلغني ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الشهيد اذا استشهد انزل الله تعالى جسدا كاحسن جسد ثم يقال لروحه ادخلي فيه فينظر الى جسده الاول ما يفعل به ويتكلم فيظن انهم يسمعون كلامه وينظر اليهم فيظن انهم يرونه حتى ياتيه ازواجه يعني من الحور العين فيذهبن به ۔

مجھے حدیث پہنچی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا شہید کے لیے ایک جسم نہایت خوبصورت یعنی اجسام مثالیہ سے اترتا ہے اور اس کی روح کو کہتے ہیں اس میں داخل ہو پس وہ اپنے پہلے بدن کو دیکھتا ہے کہ لوگ اس کے ساتھ کیا کرتے ہیں اور کلام کرتا اور اپنے ذہن میں سمجھتا ہے کہ لوگ اس کی باتیں سن رہے ہیں اور آپ جو انہیں دیکھتا ہے تو یہ گمان کرتا ہے کہ لوگ بھی اسے دیکھ رہے ہیں یہاں تک کہ حور عین سے اس کی بیبیاں آ کر اسے لے جاتی ہیں۔

حدیث (۹) - ابن ابی الدنیا و بیہقی سعید بن مسیب سے راوی:۔

---

[۱] یہ تابعی ثقہ ہیں رجال بخاری سے کتاب الادب المفرد میں ۱۲ منہ۔

ان سلمان الفارسی و عبد الله بن سلام التقیا فقال احدھما لصاحبہ ان لقیت ربک قبلی فاخبرنی ماذا لقیت فقال او تلقی الاحیاء الاموات قال نعم اما المومنون فان اروا حھم فی الجنۃ وھی تذھب حیث شاءت۔

سلمان فارسی و عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہما ملے ایک صاحب نے دوسرے سے فرمایا اگر آپ مجھ سے پہلے انتقال کریں تو مجھے خبر دیں کہ وہاں کیا پیش آیا دوسرے صاحب نے پوچھا کیا زندے اور مردے بھی آپس میں ملتے ہیں فرمایا ہاں مسلمانوں کی روحیں تو جنت میں ہوتی ہیں اور انہیں اختیار ہوتا ہے جہاں چاہیں جائیں۔

مغیرہ بن عبد الرحمن کی روایت میں تصریح آئی کہ یہ ارشاد فرمانے والے حضرت سلمان[1] فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

سعید بن منصور اپنے سنن اور ابن جریر طبری کتاب الادب میں ان سے راوی:۔

قال لقی سلمان الفارسی عبد اللہ بن سلام فقال لہ ان مت قبلی فاخبرنی بما تلقی وان مت قبلک اخبرتک الحدیث

یعنی سلمان فارسی نے عبد اللہ بن سلام سے فرمایا اگر تم مجھ سے پہلے مرو تو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا اور اگر میں تم سے پہلے مروں گا تو میں تمہیں خبر دوں گا۔

حدیث (۱۰) ـــ ابن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم اپنی مصنف میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ انہوں نے فرمایا:۔

لا یقبض المومن حتی یری البشری

مسلمان کی روح نہیں نکلتی جب تک

لہ صحابی عظیم الشان جلیل القدر ان چار میں سے جن کی طرف جنت مشتاق ہے ۱۲ منہ سلمہ۔

سلہ صحابی جلیل القدر رفیع الذکر ہیں جن کی عام شہرت ان کی تعریف سے مغنی ۱۲ منہ۔

فاذا قبض نادی فلیس فی	بشارت نہ دیکھے پھر جب نکل چکتی ہے
الدار دابۃ صغیرۃ ولا کبیرۃ	تو ایسی آواز سے جسے انس و جن کے سوا
الا وھی تسمع صوتہ الا الثقلین الجن	گھر کا ہر چھوٹا بڑا جانور سنتا ہے ندا
والانس تعجلوا بی الی ارحم الراحمین	کرتی ہے مجھے جلد لے چلو ارحم الرحمین
فاذا وضع علی سریرہ قال ما ابطاء	کی طرف پھر جب جنازے پر رکھتے ہیں
ما تمشون الحدیث۔	کتنی ہے کتنی دیر لگا رہے ہو چلنے میں۔

حدیث (۱۱) امام احمد کتاب الزہد میں ام الدرداء[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ فرماتیں:۔

ان المیت اذا وضع علی سریرہ	بیشک مردہ جب چارپائی پر رکھا جاتا
فانہ ینادی یا اھلاہ و	ہے پکارتا ہے اے گھر والو اے
یا جیراناہ و یا حملۃ سریرہ	ہمسایو اے جنازہ اٹھانے والو دیکھو
لا تغرنکم الدنیا کما غرتنی	دنیا تمہیں دھوکا نہ دے جیسا
الحدیث۔	مجھے دیا۔

حدیث (۱۲) ابن ابی الدنیا امام مجاہد[۲] رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے راوی:۔

اذا مات المیت فملک قابض	جب مردہ مرتا ہے ایک فرشتہ اس
نفسہ فما من شیء الا	کی روح ہاتھ میں لیے رہتا ہے نہلاتے
وھو یراہ عند غسلہ و	اٹھاتے وقت جو کچھ ہوتا ہے وہ سب
عند حملہ حتی یوصلہ	دیکھتا جاتا ہے یہاں تک کہ فرشتہ
الی قبرہ۔	اسے قبر تک پہنچا دیتا ہے۔

---

[۱] یہ دو خاتونوں کی کنیت ہے دونوں حضرت ابو درداء صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیبیاں ہیں۔ پہلی کبریٰ کہ صحابیہ ہیں خیرہ نام دوسری صغریٰ تابعیہ ثقہ فقیہہ مجتہدہ رواۃ صحاح ستہ سے ہجیمہ نام رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۱۲ منہ [۲] تابعی جلیل الشان امام مجتہد مفسر ثقہ علماء مکہ معظمہ اجلہ تلامذۂ (باقی بر صفحہ آئندہ)

حدیث (۱۳) وہی عمرو بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے راوی :۔

ما من میت یموت الا وھو یعلم ما یکون فی اھلہ بعدہ وانھم لیغسلونہ ویکفنونہ وانہ لینظر الیھم	ہر مردہ جانتا ہے کہ اس کے بعد اس کے گھر والوں میں کیا ہو رہا ہے لوگ اسے نہلاتے ہیں کفناتے ہیں اور وہ انہیں دیکھتا جاتا ہے۔

حدیث (۱۴) ابو نعیم انہیں سے راوی :۔

ما من میت یموت الا روحہ فی ید ملک ینظر الی جسدہ کیف یغسل وکیف یکفن وکیف یمشی بہ یقال لہ وھو علی سریرہ اسمع ثناء الناس علیک۔	ہر مردے کی روح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اپنے بدن کو دیکھتی جاتی ہے کیونکہ غسل دیتے ہیں کس طرح کفن پہناتے ہیں کیسے لے کر چلتے ہیں اور وہ جنازے پر ہوتا ہے کہ فرشتہ اس سے کہتا ہے سن تیرے حق میں بھلا یا برا کیا کہتے۔

حدیث (۱۵) امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا کہ امام ابن ماجہ صاحب سنن کے استاذ ہیں امام اجل بکر[۱] بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے راوی کہ انہوں نے فرمایا :۔

بلغنی انہ ما من میت یموت الا و روحہ فی ید ملک الموت فھم یغسلونہ و	مجھے حدیث پہنچی کہ جو شخص مرتا ہے اس کی روح ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے لوگ اسے غسل و کفن دیتے

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سب صحاح میں ان سے روایت ہے ۱۲ منہ۔

[۱] یہ بھی تابعی جلیل ثقہ ثبت ہیں علمائے مکہ معظمہ و رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ

[۲] تابعی جلیل ثقہ ثبت ہیں رواۃ صحاح ستہ سے ۱۲ منہ سلمہ ربہ۔

یکفنونہ وھویری مایصنع	ہیں اور وہ دیکھتا ہے کہ اس کے گھر
اھلہ فلم یقدرعلی الکلام	والے کیا کرتے ہیں ان سے بول نہیں
لینھاھم عن الرنۃ والعویل۔	سکتا کہ انہیں شور و فریاد سے منع کرے

اقول:۔ اس نہ بولنے کی تحقیق زیر حدیث ۳۵ مذکور ہوگی ان شاء اللہ تعالی

حدیث (۱۶):۔ یہی امام سفیان[1] علیہ رحمۃ المنان سے راوی:۔

ان المیت لیعرف کل شیٔ	بیشک مردہ ہر چیز کو پہچانتا ہے
حتی انہ لیناشد باللہ غاسلہ	یہاں تک کہ اپنے نہلانے والے
الاخففت علی قال ویقال	کو خدا کی قسم دیتا ہے کہ آسانی سے
لہ وھو علی سریرہ	نہلانا اور یہ بھی فرمایا کہ اس سے
اسمع ثناء الناس	جنازے پر کہا جاتا ہے سن لوگ تیرے
علیک۔	بارہ میں کیا کہتے ہیں۔

حدیث (۱۷):۔ یہی امام عبدالرحمن بن[2] ابی لیلی علیہ رحمۃ سبحانہ وتعالی سے راوی:۔

الروح بید ملک	روح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی
یمشی بہ مع الجنازۃ یقول	ہے کہ اسے جنازے کے ساتھ لے کر
لہ اسمع ما یقال لک	چلتا اور اس سے کہتا ہے سن تیرے
الحدیث۔	حق میں کیا کہا جاتا ہے۔

حدیث (۱۸):۔ یہی ابن[3] ابی نجیح سے راوی:۔

ما من میت یموت الا وروحہ	جو مردہ مرتا ہے اس کی روح ایک فرشتے

---

[1] یہ تبع تابعین ومجتہدان کوفہ ورجال صحاح ستہ سے ہیں امام ثقہ حجت محدث مجتہد عارف باللہ ۱۲ منہ

[2] یہ تابعی عظیم القدر جلیل الشان ہیں رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ۔

[3] تبع تابعین وعلمائے مکہ ورواۃ صحاح ستہ سے ۱۲ منہ۔

فی ید ملك ینظر الی جسدہ کیف یغسل وکیف یکفن وکیف یمشی بہ الی قبرہ الحدیث۔

کھلا تھ یں ہوتی ہے کہ اپنے بدن کو دیکھتی ہے کیونکر نہلایا جاتا ہے کیونکر کفن پہنایا جاتا ہے کیونکر قبر کی طرف لے کر چلتے ہیں۔

حدیث (۱۹) یہی ابو عبداللہ[۱] بکر مزنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی:۔

حدث ان المیت یستبشر بتعجیلہ الی المقابر۔

مجھ سے حدیث بیان کی گئی کہ دفن میں جلدی کرنے سے مردہ خوش ہوتا ہے۔

جعلنا اللہ بمنہ وکرمہ من المسرورین المستبشرین برحمتہ المستریحین بالموت بجودہ وسابغ نعمتہ آمین بجاہ النبی الکریم الرؤف الرحیم علیہ وعلی آلہ وصحبہ واولیاء امتہ افضل الصلاۃ والتسلیم۔

نوعِ دوم[۲] احادیث

سمع وادراک اہل قبور میں اور اس میں چند فصلیں ہیں

فصل اول:۔ اصحاب قبور سے حیا کرتے ہیں۔

حدیث (۲۰) ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد جو مشکوۃ شریف میں بروایت امام احمد منقول اور اسے حاکم نے بھی صحیح مستدرک میں روایت کیا اور بشرط بخاری و مسلم صحیح کہا کہ فرماتیں:۔

کنت ادخل بیتی الذی فیہ

میں اس مکان جنت آستان میں جہاں حضور

---

[۱] تابعی جلیل القدر کمامر ۱۲ منہ۔

[۲] تنبیہ اس نوع کی بعض احادیث بوجہ مناسبت نوع دوم میں مذکور ہوئیں واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ	سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار پاک
وسلم وابی و اضع	ہے یونہی بے لحاظ ستر و حجاب چلی جاتی
ثوبی و اقول انما ھو	اور جی میں کہتی وہاں کون ہے یہی میرے
زوجی و ابی فلما دفن	شوہر یا میرے باپ صلی اللہ تعالیٰ علی
عمر فو اللہ ما دخلتہ	زوجہا ثم ابیہما ثم علیہما و بارک وسلم جب
الا وانا مشدودۃ	سے عمر دفن ہوئے خدا کی قسم میں بغیر
علی ثیابی حیاءً من	سراپا بدن چھپائے نہ گئی عمر سے شرم
عمر۔	کے باعث رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

فرمائیے اگر ارباب مزارات کو کچھ نظر نہیں آتا تو اس شرم کے کیا معنے تھے اور دفن فاروق سے پہلے اس لفظ کا کیا منشا تھا کہ مکان میں میرے شوہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا میرے باپ ہی تو ہیں غیر کون ہے۔

حدیث (۲۱) - ابن ابی شیبہ و حاکم حضرت عقبہ بن عامر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:۔

ما ابالی فی القبور قضیت	یعنی میں ایک سا جانتا ہوں کہ گورستان
حاجتی ام فی السوق بین ظہرانیہ	میں قضائے حاجت کو بیٹھوں یا بیچ
والناس ینظرون	بازار میں کہ لوگ دیکھتے جائیں۔

مقصد ثالث میں اس کے مناسب سلیم بن عیر سے مذکور ہو گا کہ شرم اموات کے باعث مقابر میں پیشاب نہ کیا حالانکہ حاجت سخت تھی۔

فصل دوم:۔ احیا کے آنے پاس بیٹھنے، بات کرنے سے مردوں کے جی بہلنے میں۔

ظاہر کہ اگر دیکھتے سنتے سمجھتے نہیں تو ان امور سے جی بہلنا کیسا۔

حدیث (۲۲):۔ شفاء السقام امام سبکی و اربعین طائیہ پھر شرح الصدور میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی:۔

انس ما یکون المیت فی قبرہ	قبر میں مردے کا زیادہ جی بہلنے کا وقت
اذ ازارہ من کان یحبہ فی	وہ ہوتا ہے جب اس کا کوئی پیارا
دار الدنیا ۔	زیارت کو آتا ہے ۔

حدیث (۲۳) :۔ ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں اور امام عبد الحق کتاب العاقبہ میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی حضور پر نور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

ما من رجل یزور قبر	جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی زیارت
اخیہ ویجلس علیہ الا	قبر کو جاتا اور وہاں بیٹھتا ہے میت کا
استأنس ورد علیہ حتی	دل اس سے بہلتا ہے اور جب تک
یقوم ۔	وہاں سے اٹھے مردہ اس کا جواب
	دیتا ہے ۔

حدیث (۲۴) :۔ صحیح مسلم شریف میں ہے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادہ عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ وہ بھی صحابی ہیں نزع میں فرمایا :۔

اذا دفلتمونی فشنوا	جب مجھے دفن کر چکو مجھ پر تم تم کر آہستہ
علی التراب شنا ثم اقیموا	آہستہ مٹی ڈالنا پھر میری قبر کے گرد
احول قبری قدر ما ینحر	اتنی دیر ٹھہرے رہنا کہ ایک اونٹ
جزور ویقسم لحمھا	ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم ہو
حتی استانس بکم	یہاں تک کہ میں تم سے انس حاصل کروں
واعلم ماذا اراجع بہ	اور جان لوں کہ اپنے رب کے رسولوں
رسل ربی ۔	کو کیا جواب دیتا ہوں ۔

فصل سوم :۔ احیا کی بے اعتدالی سے اموات کے ایذا پانے میں ۔

ظاہر ہے کہ افعال و احوال احیا پر انہیں اطلاع نہیں تو ایذا پانی محض بے معنی

حدیث (۲۵) امام احمد بسند حسن عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا فرمایا:۔

لا تؤذ صاحب ھذا القبر ۔ اس قبر والے کو ایذا نہ دے ۔

یا فرمایا لا تؤذہ اسے تکلیف نہ پہنچا۔

حاکم و طبرانی کی روایت میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا فرمایا:۔

یا صاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذ صاحب القبر ولا یؤذیک ۔ او قبر والے قبر سے اتر آ نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے۔

مقصد سوم میں اس حدیث کی شرح امام اجل حکیم ترمذی سے منقول ہوگی۔

روایت متاسیہ :۔

ابن ابی الدنیا ابو قلابہ[۱] بصری سے راوی ہیں ملک شام سے بصرہ کو جاتا تھا رات کو خندق میں اترا وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی پھر ایک قبر پر سر رکھ کے سو گیا جب جاگا تو صاحب قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا اور کہتا ہے لقد اذیتنی منذ اللیلۃ اے شخص تو نے مجھے رات بھر ایذا دی۔

روایت دوم :۔

امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی الدنیا حضرت ابو عثمان[۲] نہدی سے وہ ابن مینا تابعی سے راوی میں مقبرے میں گیا دو رکعت نماز پڑھ کر لیٹ رہا خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سنا کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے قم فقد اذیتنی اٹھ کہ تو نے مجھے اذیت دی پھر کہا تم عمل کرتے ہو اور ہم نہیں کرتے خدا کی قسم اگر تیری طرح دو رکعتیں میں بھی پڑھ سکتا مجھے تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہوتا۔

---

[۱] تابعی ثقہ فاضل رجال صحاح ستہ سے ہے ۱۲ منہ۔

[۲] اجلہ اکابر تابعین سے ہیں زمانہ رسالت پائے ہوئے تھے ثقہ علما رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ

روایت سوم:۔

حافظ ابن مندہ امام قاسم بن مخیمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی اگر میں تپائی ہوئی بھال پر پاؤں رکھوں کہ میرے قدم سے پار ہو جائے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ کسی قبر پر پاؤں رکھوں۔

پھر فرمایا ایک شخص نے قبر پر پاؤں رکھا جاگتے میں سنا:۔

الیک عنی یا رجل ولا تؤذی ۔ — اے شخص الگ ہٹ مجھے ایذا نہ دے۔

حدیث (۲۶) امام مالک و امام احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ و عبدالرزاق و سعید بن منصور و ابن منصور و ابن حبان و دارقطنی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

واللفظ لاحمد کسر عظم — مردے کی ہڈی توڑنی اور اسے ایذا دینی

المیت واذاہ ککسرہ حیا ۔ — ایسی ہے جیسی زندہ کی ہڈی توڑنی۔

بعض روایات دارقطنی میں لفظ فی الاثم اور زائد یعنی درد پہنچنے میں زندہ و مردہ برابر ہیں ذکرہ فی المقاصد الحسنۃ مقصد سوم میں اس کے متعلق امام ابو عمر کا قول آئے گا۔

حدیث (۲۷) دیلمی و ابن مندہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

احسنوا الکفن ولا تؤذوا — کفن اچھا دو اور اپنی میت کو چلا کر

اموا تکم بعویل ولا بتاخیر — رونے یا اس کی وصیت میں دیر لگانے

وصیۃ ولا بقطیعۃ وعجلوا — یا قطع رحم کرنے سے ایذا نہ پہنچاؤ اور

قضاء دینہ واعدلوا عن — اس کا قرض جلد ادا کرو اور برے ہمسائے

جیران السوء ۔ — سے الگ رکھو۔

لہ تابعی ثقہ فاضل رواۃ صحاح ستہ سے

یعنی قبور کفار واہل بدعت وفسق کے پاس دفن نہ کرو۔

حدیث (۲۸) ۔ امام احمد ابو الربیع سے راوی :۔

کنت مع ابن عمر فی جنازۃ فسمع صوت انسان یصیح فبعث الیہ فاسکتہ فقلت لم اسکتہ یا ابا عبد الرحمٰن قال انہ یتاذی بہ المیت حتی یدخل فی قبرہ۔

میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ایک جنازہ میں تھا کسی کے چلانے کی آواز سنی آدمی بھیج کر اسے خاموش کرادیا میں نے عرض کی اے ابو عبدالرحمٰن آپ نے اسے کیوں چپ کرایا فرمایا اس سے مردے کو ایذا ہوتی ہے یہاں تک کہ قبر میں جائے۔

حدیث (۲۹) امام سعید بن منصور اپنے سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :۔

انہ رأی نسوۃ فی جنازۃ فقال ارجعن مازورات غیر ماجورات انکن لتفتن الاحیاء وتوذین الاموات۔

یعنی انہوں نے ایک جنازے میں کچھ عورتیں دیکھیں ارشاد فرمایا پلٹ جاؤ گناہ سے بوجھل ثواب سے ادجھل تم زندوں کو فتنے میں ڈالتی اور مردوں کو اذیت دیتی ہو۔

تنبیہ :۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو حدیث صحیح مشہور میں فرمایا

المیت یعذب ببکاء الحی علیہ۔

زندوں کے رونے سے مردے پر عذاب ہوتا ہے۔

جسے امام احمد وشیخین نے عمرؓ فاروق وعبداللہؓ بن عمر ومغیرہؓ بن شعبہ اور ابو یعلی نے ابو بکرؓ صدیق وابو ہریرہؓ اور ابن حبان نے انسؓ بن مالک وعمرانؓ بن حصین اور طبرانی نے سمرہؓ بن جندب سے روایت کیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ایک جماعت ائمہ کے نزدیک اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ زندوں کے چلانے سے مردے کو

صدمہ ہوتا ہے۔

امام اجل سیوطی نے شرح الصدور میں اس معنے کو ایک حدیث مرفوع سے مؤید کر کے فرمایا امام ابن جریر کا یہی قول ہے اور اسی کو ایک گروہ ائمہ نے اختیار فرمایا پھر اس کی تائید میں یہ دو حدیثیں ابن مسعود و ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کہ ہم نے بیان کیں ذکر فرمائیں اس تقدیر پر ارشاد اقدس المیت یعذب الحدیث کی آٹھوں روایتیں بھی یہاں شمار کے قابل تھیں مگر ازاں جا کہ علما کو اس کے معنے میں بہت اختلاف ہے نہ ہمارا قصد حصر و استیعاب لہٰذا انہیں معدود نہ کیا واللہ تعالیٰ اعلم۔

حدیث (۳۰) ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:۔

اذی المومن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ ۔ مسلمان کو بعد موت ایذا دینی ایسی ہے جیسے زندگی میں اسے تکلیف پہنچائی۔

حدیث (۳۱) سعید بن منصور اپنے سنن میں راوی کسی نے اس جناب سے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا فرمایا:۔

کما اکرہ اذی المومن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ ۔ مجھے جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے یونہی مردہ کی۔

حدیث (۳۲) طبرانی عبدالرحمن بن علا بن لجلاج سے ان کے والد[1] علا رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا:۔

یٰبنی اذا وضعتنی فی لحدی فقل بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ ثم شن علی اے میرے بیٹے جب مجھے لحد میں رکھے بسم اللہ و علی ملۃ رسول اللہ کہنا پھر مجھ پر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا

---

[1] تابعی ثقہ ہیں اور ان کے بیٹے عبدالرحمن تبع تابعین مقبول الروایۃ سے دونوں صاحب رجال جامع ترمذی میں ہیں ۱۲ منہ سلمہ۔

التراب شنا ثواقرأ عند رأسی
بفاتحة البقرة وخاتمتها فانی
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یقول ذلک۔

پھر میرے سرہانے سورۂ بقر کا شروع
یعنی مفلحون تک اور خاتمہ یعنے
امن الرسول سے پڑھنا کہ میں نے
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ
فرماتے سنا۔

اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد صحیح مسلم سے ابھی گزرا کہ مجھ پر مٹی تھم تھم کر بہ نرمی ڈالنا۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ترجمہ مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں:۔

"چوں دفن کنید مرا پس بہ نرمی و سہولت ریزید از ید بر من خاک را یعنی اندک اندک ریزید و ایں اشارت است بآنکہ میت احساس میکند و دردناک میشود بآنچہ دردناک میشود باں زندہ۔"

فصل چہارم:۔ میں وہ احادیث جن میں صراحۃً وارد کہ مردے اپنے زائرین کو پہچانتے اور ان کا سلام سنتے اور انہیں جواب دیتے ہیں۔

حدیث (۳۳) امام ابو عمر ابن عبدالبر کتاب الاستذکار و التمہید میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مامن احد یمر بقبر اخیہ
المومن کان یعرفہ فی
الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ
ورد علیہ السلام۔

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر
گزرتا اور سلام کرتا ہے اگر وہ اسے
دنیا میں پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا
اور جواب سلام دیتا ہے۔

امام ابو محمد عبدالحق کہ اجلہ علمائے حدیث سے ہیں اس حدیث کی تصحیح کرتے ہیں۔

"ذکرہ الامام السیوطی فی شرح الصدور والعلامۃ الزرقانی فی شرح المواہب"

اسی طرح امام ابو عمرو سید علامہ سمہودی نے اس کی تصحیح فرمائی :۔

"ذکرہ الشیخ المحقق فی جامع البرکات وجذب القلوب"

امام سبکی شفاء السقام میں یہ حدیث لکھ کر فرماتے ہیں :۔

"ذکرہ جماعۃ وقال القرطبی فی التذکرۃ ان عبد الحق صححہ ورویناہ فی الخلعیات من حدیث ابی ہریرۃ ایضا انتہی قلت وستسمع ذلک"

حدیث (۳۴) :۔ ابن ابی الدنیا و بیہقی و صابونی و ابن عساکر و خطیب بغدادی وغیرہم محدثین ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اذا مر الرجل بقبر یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام وعرفہ واذا مر بقبر لا یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام ۔	جب آدمی ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے دنیا میں شناسائی تھی اور اسے سلام کرتا ہے میت جواب سلام دیتا اور اسے پہچانتا ہے اور جب ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے جان پہچان نہ تھی اور سلام کرتا ہے میت جواب سلام دیتا ہے

حدیث (۳۵) :۔ امام عقیلی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :۔

قال قال ابو رزین یا رسول اللہ ان طریقی علی الموتی فھل من کلام اتکلم بہ اذا مررت	یعنی ابو رزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ میرا راستہ مقابر پر ہے کوئی کلام ایسا ہے کہ

لہ ف سمہودی گوید کہ احادیث دریں معنی بسیار است وایں معنی در احادیث است وعموم مومنین متحقق ۱۲ جذب القلوب ۔

علیھم قال قل السلام علیکم	جب ان پر گزرے کما کرتے فرمایا یوں
یا اھل القبور من المسلمین	کہہ سلام تم پر اے قبر والو اہل اسلام
والمؤمنین انتم لنا سلف و	اور اہل ایمان سے تم ہمارے آگے
نحن لکم تبع وانا انشاء اللّٰہ	ہو اور ہم تمہارے پیچھے اور ہم ان شاء
بکم لاحقون قال ابو	اللہ تعالیٰ تم سے ملنے والے ہیں ابو
رزین یا رسول اللّٰہ یسمعون	رزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی
قال یسمعون ولکن	یا رسول اللہ کیا مردے سنتے ہیں
لا یستطیعون ان	فرمایا سنتے ہیں مگر جواب نہیں
یجیبوا۔	دے سکتے۔

تنبیہ نبیہ:۔ امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:۔

ای جوابا یسمعہ	یعنی حدیث کی یہ مراد ہے کہ مردے
الحی والا فھم	ایسا جواب نہیں دیتے جو زندے سن
یردون حیث لا	لیں ورنہ وہ ایسا جواب تو دیتے ہیں جو
یسمع۔	ہمارے سننے میں نہیں آتا۔

اقول:۔ یہ معنے خود اسی فصل کی دو حدیث سابق سے واضح کہ ان میں تصریحاً فرمایا مردے جواب سلام دیتے ہیں اور اس کی نظیر وہ ہے جو حدیث ۵ امیں بکر بن عبد اللہ مزنی سے گزرا کہ روح سب کچھ دیکھتی ہے مگر بول نہیں سکتی کہ شور و فریاد سے منع کرے اس کے معنی بھی وہی ہیں کہ اپنی بات احیا کو سنا نہیں سکتے ورنہ صحیح حدیثوں میں اس کا کلام کرنا وارد جیسا کہ حدیث ۳ وغیرہ میں گزرا۔

تنبیہ دوم:۔ فقیر کہتا ہے پھر یہ ہمارا نہ سننا بھی دائمی نہیں صدہا بندگان خدا نے اموات کا کلام سنا ہے جن کی بکثرت روایات خود شرح الصدور وغیرہ میں مذکور اور بعض اسی مقصد میں فقیر نے بھی نقل کیں اور عجب نہیں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے

محل پر اور بھی مذکور ہوں۔

تنبیہ سوم:۔ بس نافع و مہم اقول وباللہ التوفیق طرفہ یہ ہے کہ جواب سوال نوزدہم میں صاحب مأتہ مسائل نے بھی اس حدیث کو عن القاری عن السیوطی عن العقیلی نقل کیا اور اموات کے لیے سلام احیا کا سننا مسلم رکھا اسی قدر سے اپنی وہ سب جولانیاں جو زیر سوال ۲۶ کی ہیں باطل مان لیں کہ وہاں جن پانچ عبارتوں سے استناد کیا ان سب میں نفی مطلق ہے۔

اسی طرح آیۂ کریمہ بغرض غلط نافی سماع ہو تو وہاں بھی سلام و کلام کی کچھ تخصیص نہیں۔

اور عبارت دوم میں تو صاف منافات موت و افہام مذکور کیا بعض جگہ متنافیین بھی جمع ہو جاتے ہیں۔

اور عبارت پنجم میں صریحاً لفظ جمادات موجود پھر پتھروں کے آگے سلام کلام سب ایک سا۔

غرض اگر آیت اور اُن عبارات کا وہی مطلب تو سماع سلام کی تسلیم میں ان سب استنادوں کو دفعتہً سلام ہوا جاتا ہے پھر ناحق آپ نے یہاں حدیث عقیلی سے ستناد اور کلمات قاری و سیوطی پر اعتماد کیا۔ قاری و سیوطی سے ستیے گا تو بہت کچھ ماننا پڑیگا ان کی تحقیقات قاہرہ و تصریحات باہرہ عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ مقصد ثالث میں جگر شگاف مکابرہ و اعتسفات ہوتے ہیں۔ ادھر مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثوں پر کان رکھا اور ارواح گزشتگان کو جماد و سنگ ماننے کا دھرم گیا ذرا خدا لگتی کہنا ایک عقیلی کی حدیث سے آپ نے سماع سلام تو تسلیم کیا بخاری و مسلم وغیرہما کی احادیث کثیرہ سے جوتوں کی پہچل اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز اور سلام کے سوا اور انواع کلام بھی سننا اور ان پتھروں کا اپنے زائروں کو پہچاننا ان کا جواب سلام دینا ان سے انس حاصل کرنا اور ان کے سوا صدہا امور جو ثابت و مذکور ہ کس جی سے مانیے گا یا وہاں پھر آ آ آلفٌ بیعض الحدیث و کافٌ بیعض کی ٹھہرے گی

علاوہ بریں خود یہ حدیث عقیلی اس تخصیص سلام کے رد کو کیا تھوڑی ہے یہاں بھی اموات سے فقط السلام علیکم نہ کہا گیا ذرا آنکھیں مل کر ملاحظہ ہو آگے ان پتھروں سے کچھ اور کلام و خطاب بھی نظر آتے ہیں کہ تم ہمارے سلف ہم تمہارے خلف ہم ان شاءاللہ تعالیٰ تم سے ملیں گے۔

اس سارے کلام پر ابو رزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا وہ سنتے ہیں فرمایا ہاں سنتے ہیں اور لطف یہ کہ اس حدیث کے بعد امام سیوطی کا وہ قول بھی نقل کر گئے کہ حدیث میں جواب نہ دینے سے یہ مراد ہے ورنہ اموات واقع میں جواب دیتے ہیں سبحان اللہ سلام بھی سنیں کلام بھی سنیں جواب بھی دیں اور پھر پتھر کے پتھر انا للہ وانا الیہ راجعون سچ فرمایا مولوی معنوی قدس سرہ نے ؎

ماسمیعیم و بصیریم و خوشیم
باشمانا محرماں ماخاشیم

حدیث (۳۶):۔ طبرانی معجم اوسط میں عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں کے قبور پر ٹھہرے اور فرمایا:۔

والذی نفسی بیدہ لا یسلم علیھم احدٌ الا ردوا الیٰ یوم القیٰمۃ۔	قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت تک جو ان پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے۔

حدیث (۳۷):۔ بعینہ اسی طرح حاکم نے صحیح مستدرک میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کر کے تصحیح کی۔

حدیث (۳۸) حاکم مستدرک میں بافادۂ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں بطریق عطاف بن خالد مخزومی عبدالاعلیٰ بن عبداللہ سے وہ اپنے والد ماجد عبداللہ بن ابی فروہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیارت شہدائے احد کو تشریف لے گئے اور عرض کی:۔

اللھم ان عبدك ونبیك	الٰہی تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے
یشھد ان ھؤلاء شھداء	کہ یہ شہید ہیں اور قیامت تک جو ان کی
وانہ من زارھم اوسلم علیھم الی	زیارت کرے گا اور ان پر سلام کرے گا
یوم القیمۃ ردوا علیہ۔	یہ جواب دیں گے۔

تتمۂ حدیث:۔ عطاف کہتے ہیں میری خالہ مجھ سے بیان کرتی تھیں میں ایک بار زیارت قبور شہدا کو گئی میرے ساتھ دو لڑکوں کے سوا کوئی نہ تھا جو میری سواری کا جانور تھامے تھے میں نے مزارات پر سلام کیا جواب سنا اور آواز آئی:۔

واللہ انا نعرفکم کما یعرف	خدا کی قسم ہم تم لوگوں کو ایسا پہچانتے
بعضنا بعضا۔	ہیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو۔

میرے بدن پر بال کھڑے ہو گئے سوار ہوئی اور واپس آئی۔

روایت دوم مناسب اول:۔ امام بیہقی نے ہاشم بن محمد عمری سے روایت کی مجھے میرے باپ مدینہ طیبہ سے زیارت قبور احد کو لے گئے جمعہ کا دن تھا صبح ہو چکی تھی آفتاب نہ نکلا تھا۔ میں اپنے باپ کے پیچھے تھا جب مقابر کے پاس پہنچے انہوں نے بآواز کہا سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار جواب آیا وعلیک السلام یا ابا عبد اللہ باپ نے میری طرف پھر کر دیکھا اور کہا اے میرے بیٹے تو نے جواب دیا میں نے کہا نہ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی داہنی طرف کر لیا اور کلام مذکور کا اعادہ کیا دوبارہ ویسا ہی جواب ملا سہ بارہ کیا پھر وہی جواب ہوا میرے باپ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر میں گر پڑے۔

روایت سوم:۔ ابن ابی الدنیا اور بیہقی دلائل میں انہیں عطاف مخزومی کی خالہ سے راوی ایک دن میں نے قبر سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس نماز پڑھی اس وقت جنگل بھر میں کسی آدمی کا نام نشان نہ تھا بعد نماز مزار مطہر پر سلام کیا جواب آیا اور اس کے ساتھ یہ فرمایا:۔

من یخرج من تحت القبر	جو میری قبر کے نیچے سے گزرتا ہے میں

اعرفہ کما اعرف ان اللہ خلقنی و کما اعرف اللیل والنہار۔ — اسے ایسا پہچانتا ہوں جیسا یہ پہچانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس طرح رات اور دن کو پہچانتا ہوں

حدیث (۳۹) ابن ابی الدنیا اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت محمد بن واسع[1] سے راوی:۔

قال بلغنی ان الموتی یعلمون بزوارھم یوم الجمعۃ ویوما قبلہ و یوما بعدہ۔ — مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مردے اپنے زائروں کو جانتے ہیں جمعہ کے دن اور ایک دن اس سے پہلے اور ایک دن اس سے بعد۔

تنبیہ:۔ اس حدیث کے یہ معنی کہ بوجہ برکت جمعہ ان تین دن میں ان کے علم وادراک کو زیادہ وسعت دیتے ہیں جو معرفت وشناسائی انہیں ان دنوں میں ہوتی ہے اور دنوں سے بیش وافزوں ہے نہ یہ کہ صرف یہی تین دن علم وادراک کے ہوں ابھی سن چکے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث کثیرہ مطلق ہیں جن میں بلا تخصیص ایام ان کا علم وادراک ثابت فرمایا تصریح اس معنی کی ان شاء اللہ مقصد سوم میں مذکور ہوگی۔

فصل پنجم:۔ میں وہ جلیل حدیثیں جن سے ثابت کہ سماع اہل قبور سلام ہی پر مقصود نہیں بلکہ دیگر کلام واصوات بھی سنتے ہیں۔

حدیث (۴۰):۔ بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی اپنے صحاح اور امام احمد مسند میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پرنور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

---

[1] یہ تابعی ہیں ثقہ عابد عارف باللہ کثیر المناقب رجال صحاح ستہ سے الا الطرفین ۱۲ منہ۔

واللفظ لمسلم ان المیت اذا وضع	مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور لوگ
فی قبرہ انہ لیسمع خفق نعالہم	دفن کرکے پلٹتے ہیں بیشک وہ ان کی
اذا انصرفوا۔	جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

حدیث (۴۱):۔ احمد و ابوداؤد بسند جید براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ان المیت یسمع خفق نعالہم	بیشک مردہ جوتیوں کی پھپل سنتا ہے
اذا ولوا مدبرین ۔	جب لوگ اسے پیٹھ دے کر پھرتے ہیں

حدیث (۴۲) بیہقی و طبرانی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ان المیت اذا دفن یسمع خفق	بیشک جب مردہ دفن ہوتا ہے اور
نعالہم اذا ولوا عنہ	لوگ واپس آتے ہیں وہ ان کی جوتیوں
منصرفین ۔	کی آواز سنتا ہے۔

حدیث بیہقی کو امام سیوطی نے شرح الصدور میں فرمایا بکسند حسن اور سند طبرانی کو علامہ مناوی نے تیسیر میں کہا رجالہ ثقات۔

حدیث (۴۳) ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف اور ابن حبان نے صحیح مسمّی بالتقاسیم والانواع اور حاکم نیشاپوری نے الصحیح المستدرک علی البخاری و مسلم اور بغوی نے شرح السنہ اور طبرانی نے معجم اوسط اور منہاد نے کتاب الزہد اور سعید بن السکن نے اپنی سنن اور ابن جریر و ابن منذر و ابن مردویہ و بیہقی نے اپنی اپنی تصانیف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ ان المیت	قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری
اذا وضع فی قبرہ انہ لیسمع	جان ہے جب مردہ قبر میں رکھا جاتا
خفق نعالہم حین یولون	ہے کفش پائے مردم کی آواز سنتا

عنہ۔ ہے جب اس کے پاس سے پلٹتے ہیں۔

حدیث (۴۴):۔ جویبر نے اپنی تفسیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث طویل روایت کی جس میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

یسمع خفق نعالھم ونفض ایدیکم اذا ولیتم عنہ مدبرین۔	بیشک وہ یقیناً تمہارے جوتوں کی پہچل اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز سنتا ہے جب تم اس کی طرف سے پیٹھ پھیر کر چلتے ہو۔

حدیث (۴۵) طبرانی و ابن مردویہ ایک حدیث طویل میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حسن راوی:۔

قال شھدنا جنازۃ مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلما فرغ من دفنھا و انصرف الناس قال انہ الآن یسمع خفق نعالھم الحدیث۔	ہم ایک جنازہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب حاضر تھے جب اس کے دفن سے فارغ ہوئے اور لوگ پلٹے حضور نے ارشاد فرمایا اب وہ تمہاری جوتیوں کی آواز سن رہا ہے۔

فائدہ جلیلہ:۔ چالیس سے پینتالیس تک جو چھ حدیثیں مذکور ہوئیں پہلے ہی لاجواب ٹھہر چکی ہیں آج تک کوئی جواب معقول اُن سے نہ ملا نہ ملے غایت سعی ان کی طرف سے یہ ہے کہ سماع مذکور کو اول وضع فی القبر سے تخصیص کریں یعنی جب قبر میں رکھ کر مٹی دیتے ہیں اس وقت میت کو ایسی قوت سامعہ ملتی ہے کہ اب عنقریب سوال منکر نکیر ہونے والا ہے اس کے بعد بیشتر سے ایسے حواس عطا ہو جاتے ہیں پھر بعد سوال یہ قوت نہیں رہتی حالانکہ عندالانصاف یہ ادعا محض بے دلیل و لاطائل ہے۔

اولاً: یہ تخصیص ظاہر حدیث کے خلاف جس پہ کوئی دلیل قائم نہیں حدیثیں صاف صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ میت کی قوت سامعہ قبر میں اس درجہ قوی اور تیز ہے کہاں سے جانا کہ یہ اسی وقت کے لیے ملتی اور پھر جاتی رہتی ہے۔

ثانیاً: مقدمہ سوال کے لیے پیشتر سے حواس مل جانا کیا معنے کیا فوراً وقت سوال نہ مل سکتی تھی یا عطائے الٰہی میں معاذ اللہ کچھ دیر لگتی ہے کہ پہلے سے اہتمام ہو رہنا ضرور ہوا یہ دونوں اعتراض شیخ محقق مولینا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مدارج النبوۃ میں افادہ فرمائے حیث قال:۔

"ایں تخصیص خلاف ظاہر است و دلیلی نیست برآں وظاہر حدیث آنست کہ ایں حالت حاصلست میت را در قبر و زندہ گردانیدن میت در وقت سوال است و پیش ازاں زندہ گردانیدن برای مقدمۂ سوال چہ معنی دارد"

ثالثاً کما اقول سلّمنا: کہ پہلے ہی سے ہوش و حواس مل جانا ضرور تھا مگر حاجت اسی قدر کی تھی جس میں وہ نکیرین کی بات سن سمجھ لیتا اس قدر قوت عظیمہ کی کیا ضرورت تھی کہ باوجود اتنے حائلوں کے ایسی ہلکی آوازیں بے تکلف سنے تو خود یہی حضرات مستدلین فی الضرب کی یہی توجیہ کرتے ہیں کہ ہمارے مارے سے مردہ کو تکلیف یعنی ایذا نہیں ہوتی اس کا ادراک عذاب الٰہی کے واسطے ہے۔ یونہی چاہیئے تھا کہ اس کا سماع سوال نکیرین کے لیے ہو نہ ان اصوات خارجہ کے واسطے۔

رابعاً کما اقول: ایضاً اگر مستدلین فی الکلام عدم سماع پر مبنی ہو کما زعموا اور اب آپ نے بھی بشوکت احادیث قاہرہ اتنی دیر کے لیے سماع تسلیم کیا تو واجب

ؔ۵ تنبیہ یہ بات بھی خلاف تحقیق ہے بلکہ بیشک ایذا ہوتی ہے دیکھو اس مقصد کی فصل سوم اور مقصد سوم کی نجم ۱۲ امنہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

کہ اس وقت میت سے کلام کرنے والا حانث ہو کہ وہ مبنی آپ ہی کے اقرار سے یہاں منتفی حالانکہ مسئلہ قطعاً مطلق ہے لاجرم ماننا پڑے گا کہ ایمان عرف پر مبنی اور عرفاً اس قسم سے بعد موت کلام کرنا نہیں سمجھا جاتا لہذا حالت حیات سے تنقید رہا ہم کہیں گے اب حق کی طرف رجوع ہوئے واقعی اس مسئلہ کا یہی مبنیٰ ہے اور اب انکار سماع موتی سے اسے کچھ علاقہ نہ رہا

اسی طرح حضرات نجدیہ سے کہا جائے گا اگر آپ بھی احادیث صحیحہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لاکر سماع میت تسلیم کرتے ہیں اگرچہ اس وقت خاص ہی میں سہی تو اب حکم ارشاد ہو اگر کوئی بندہ مسلمان کسی عبد صالح کے دفن ہوتے ہی فوراً اس سے استمداد و طلب دعا کرے تو ابھی وہ بنائے انکار یعنی عدم سماع متحقق نہ ہوا تو راجی کرا کر کے اس وقت خاص ہی میں اجازت دے دیجئے۔

خامساً کما اقول ایضاً:۔ موت کو تمام حواس وادراکات و دیگر اوصاف حیات سے یکساں نسبت ہے۔ معاذ اللہ اگر پتھر ہونا ٹھہرا تو سننا۔ دیکھنا۔ سمجھنا۔ بولنا سب کا بطلان لازم اور یہ حضرات کرام خود فرما چکے کہ موت منافی فہم ہے اب کیا جواب ہے ان حدیثوں سے جو فصل اول و دوم و سوم میں گزریں جن سے ثابت کہ اموات ہمیشہ اپنے زائروں کو پہچانتی اور ان سے انس حاصل کرتی اور ان کے سلام کا جواب دیتی اور ان کی بے اعتدالیوں سے ایذا پاتی ہیں الی غیر ذلک من الامور المذکورۃ بھلا یہاں تو مقدمۂ سوال کی تخصیص نکلی تھی ان احادیث میں کونسی خصوصیت آئے گی۔

تنبیہ:۔ میرا یہ سب کلام حقیقۃً ان حضرات منکرین سے ہے۔ جو عبارات علماء کے یہ معنے سمجھے ورنہ فقیر کے نزدیک ان کے ارشاد کا وہ محمل ممکن جو عقیدۂ اہل حق سے مخالف نہ ہو مولوی صاحب اگر جواب فقیر میں ان عبارات کو یاد کریں گے اس وقت ان شاء اللہ تعالیٰ وہ تحقیق دقیق و تدقیق انیق حاضر کروں گا۔ اور عجب نہیں کہ مقصد سوم میں اس کی بعض کی طرف عود ہو والعود احمد وباللہ

سبحانہ و تعالیٰ التوفیق۔

حدیث (۴۶):۔ صحیح بخاری شریف وغیرہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی:۔

اطلع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی اہل القلیب فقال وجدتم ما وعد ربکم حقاً فقیل لہ اتدعوا امواتاً فقال ما انتم باسمع منہم ولکن لا یجیبون۔	یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہ بدر پر تشریف لے گئے جس میں کفار کی لاشیں پڑی تھیں پھر فرمایا تم نے پایا جو تمہارے رب نے تمہیں سچا وعدہ دیا تھا یعنی عذاب کسی نے عرض کی حضور مردوں کو پکارتے ہیں ارشاد فرمایا تم کچھ ان سے زیادہ سننے والے نہیں پر وہ جواب نہیں دیتے۔

حدیث (۴۷):۔ صحیح مسلم شریف میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی:۔

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یرینا مصارع اہل بدر (فساق الحدیث الی ان قال) فانطلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی انتہی الیہم فقال یا فلان بن فلان و یا فلان بن فلان ھل وجدتم ما وعدکم اللہ ورسولہ حقاً فانی قد وجدت ما	یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں کفار بدر کی قتل گاہیں دکھاتے تھے کہ یہاں فلاں کافر قتل ہوگا اور یہاں فلاں جہاں جہاں حضور نے بتایا تھا وہیں وہیں ان کی لاشیں گریں پھر بحکم حضور وہ پھینکے ایک کوئیں میں بھر دیے گئے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے اور نام بنام ان کفار لیام کو ان کا اور ان کے باپ کا نام لے کر پکارا اور فرمایا تم نے

وعدنی اللہ حقا قال عمر یا رسول اللہ کیف تکلم اجسادا لا ارواح فیھا قال ما انتم باسمع لما اقول منھم غیر انھم لا یستطیعون ان یردوا علیّ شیئا۔

بھی پایا جو سچا وعدہ خدا اور سول نے تمہیں دیا تھا کہ میں نے تو پالیا جو حق وعدہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا تھا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ حضور ان جسموں سے کیونکر کلام کرتے ہیں جن کو روحیں نہیں فرمایا میں جو کہہ رہا ہوں اسے کچھ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے مگر انہیں یہ طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں۔

حدیث (۴۸):۔ یونہی صحیح مسلم وغیرہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اور اس میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین دن بعد اس کو یں پر تشریف لے گئے اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب میں فرمایا:۔

والذی نفسی بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم ولکنھم لا یقدرون ان یجیبوا۔

قسم اس کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں جو فرما رہا ہوں اس کے سننے میں تم اور وہ برابر ہو مگر وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

حدیث (۴۹):۔ یونہی صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حدیث ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اما البخاری فساقہ بطولہ واما مسلم فاحالہ علی حدیث انس رضی اللہ عنہ۔

حدیث (۵۰):۔ طبرانی نے بسند صحیح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

یسمعون کما تسمعون ولکن لا یجیبون۔

جیسا تم سنتے ہو یونہی وہ بھی سنتے ہیں مگر جواب نہیں دیتے۔

حدیث (۵۱):۔ اسی طرح امام سلیمان بن احمد مذکور نے حدیث عبداللہ بن سیلان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

تنبیہ نبیہ:۔ ان چھ حدیثوں سے جواب ہیں جو کچھ کہا گیا تخصیص بے مخصص و دعوی بے دلیل سے زیادہ نہیں مثلاً یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاص اعجاز تھا یا یہ امر صرف ان کفار کے لیے ان کی حسرت و ندامت بڑھانے کو واقع ہوا حالانکہ ان تخصیصوں پر اصلا کوئی دلیل نہیں ایسی گنجائش ملے تو ہر نص شرعی جیسی چاہیں مخصص ہو سکے اور ان سے بڑھ کر یہ رکیک تاویل ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ خطاب حقیقۃً اموات سے خطاب نہ تھا بلکہ زندوں کی عبرت و نصیحت کو تھا حالانکہ نفس حدیث اس کے رد پر حجت کافیہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المومنین فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے جواب میں صاف ان کا سننا ارشاد فرمایا نہ یہ کہ ہمارا یہ کلام صرف تنبیہ احیا کے لیے ہے جیسے مرثیہ سیدنا امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں کسی کا مصرع

ای آب خاک شو کہ ترا آبرو نماند

باقی اس کے متعلق تمام ابحاث فتح الباری و ارشاد الساری و عمدۃ القاری شروح صحیح بخاری و مرقاۃ و لمعات و اشعۃ اللمعات شروح مشکوٰۃ و مدارج النبوۃ وغیرہا تصانیف علما میں طے ہو چکی ہیں جن کی تفصیل موجب تطویل مولوی صاحب اگر امور طے شدہ کی طرف پھر رجعت کریں تو ذرا کتب مذکورہ پر نظر کر کے تقریر وہ فرمائی جائے جس میں ان کی تنقیحات جلیلہ سے عمدہ برائی سمجھ لیں اس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ فقیر بھی وہ شوارق ساطعہ و بوارق لامعہ حاضر کرے گا جو اس وقت میرے پیش نظر جھلانیوں پر ہیں اور شاید ان میں سے چند حروف مقصد سوم میں استطراداً مذکور ہوں و باللہ التوفیق۔

حدیث (۵۲):۔ ابوالشیخ عبید بن مرزوق سے راوی:۔

کانت امرأۃ تقم المسجد — یعنی ایک بی بی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی

فكانت فلم يعلم بها النبی	تھیں ان کا انتقال ہو گیا نبی صلی اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی نے خبر نہ دی حضور
فمر علی قبرها فقال ما هذا	ان کی قبر پہ گزرے دریافت فرمایا یہ
القبر قالوا ام محجن قال	قبر کیسی ہے لوگوں نے عرض کی ام محجن
التی کانت تقم المسجد	کی فرمایا وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی
قالوا نعم فصف الناس	تھی عرض کی ہاں حضور نے صف باندھ
فصلی علیها ثم قال ای	کر نماز جنازہ پڑھائی پھر ان بی بی
العمل وجدت افضل	کی طرف خطاب کر کے فرمایا تو نے
قالوا یا رسول اللہ نسمع	کونسا عمل افضل پایا صحابہ نے عرض کی
قال ما انتم باسمع منها	یا رسول اللہ کیا وہ سنتی ہے فرمایا کچھ
فذکر انها اجابته قم	تم اس سے زیادہ نہیں سنتے پھر فرمایا
المسجد۔	اس نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو دینی۔

حدیث (۵۳):۔ طبرانی معجم کبیر و کتاب الدعا میں اور ابن مندہ اور امام ضیائی مقدسی کتاب الاحکام اور ابراہیم حربی کتاب اتباع الاموات اور ابوبکر غلام الخلال کتاب الشافی اور ابن زبیرہ وصایا العلما عند الموت اور ابن شاہین کتاب ذکر الموت اور دیگر علمائے محدثین اپنی تصانیف حدیثیہ میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اذا مات احد من اخوانکم فسویتم	جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے
التراب علیہ فلیقم احدکم	اور اس کی قبر پر مٹی برابر کر چکو تم میں
علی رأس قبرہ ثم لیقل یا	کوئی اس کے سرہانے کھڑا ہو اور
فلان بن فلانة فانہ یسمعہ	فلاں بن فلانہ کہہ کر پکارے کہ بیشک

لہ یعنی اسے اس کی ماں کی طرف نسبت کر کے مثلاً اے زید بن ہندہ اور اگر (باقی بر صفحہ آیندہ)

فلا يجيب ثم يقول يا فلان
بن فلانة فانه يستوي قاعدا
ثم يقول يا فلان بن فلانة فانه
يقول ارشدنا رحمك الله
ولكن لا تشعرون فليقل
اذكر ما خرجت عليه من
الدنيا شهادة ان لا اله
الا الله وان محمدا عبده
ورسوله وانك رضيت
بالله ربا وبالاسلام
دينا وبمحمد نبيا و
بالقرآن اماما فان منكرا
ونكيرا ياخذ كل واحد
منهما بيد صاحبه ويقول
انطلق بنا ما نقعد
عند من لقن حجته
الحديث

وہ سنے گا اور جواب نہ دے گا دوبارہ پھر
یوں ہی ندا کرے وہ سیدھا ہو بیٹھے گا سہ بارہ
پھر اسی طرح آواز دے اب وہ جواب
دے گا کہ ہمیں ارشاد کر اللہ تجھ پر رحم
کرے مگر تمہیں اس کے جواب کی خبر نہیں
ہوتی اس وقت کہے یاد کر وہ بات جس
پر تو دنیا سے نکلا تھا گواہی اس کی کہ اللہ
کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے
اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ تو نے
پسند کیا اللہ تعالیٰ کو پروردگار اور
اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کو نبی اور قرآن کو پیشوا۔
منکر و نکیر ہر ایک دوسرے کا ہاتھ
پکڑ کر کہیں گے چلو ہم کیا بیٹھیں اس
کے پاس جسے لوگ اس کی حجت
سکھا چکے۔

فائدہ:۔ امام ابن الصلاح وغیرہ محدثین اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں:۔ اعتضد بشواھد وبعمل اھل الشام قدیما یعنی اسے دو وجہ سے قوت ہے ایک تو احادیث اس کے مؤید دوسرے زمانۂ سلف سے علمائے شام اس پر عمل کرتے

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ماں کا نام نہ معلوم ہو تو بن حوا کہے کہ وہ سب کی ماں ہیں خود اسی حدیث میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ معنے مروی ۱۲ منہ۔

آئے۔ نقلہ العلامۃ ابن امیر الحاج فی الحلیۃ۔ اسی طرح امام نقاد الحدیث ضیائی مقدسی و امام خاتم الحفاظ حافظ الشان ابو الفضل احمد بن حجر عسقلانی نے اس کی تقویت اور امام شمس الدین سخاوی نے اس کی تقریر فرمائی۔ اور اس باب میں خاص ایک رسالہ تالیف فرمایا۔ امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر عمل کرنا علمائے شام سے نقل فرمایا۔ اور امام ابو بکر ابن العربی نے اہل مدینہ اور بعض دیگر علماء نے اہلِ قرطبہ وغیرہا سے اس کا عمل نقل کیا۔ میں کہتا ہوں یہ عمل زمانہ صحابہ و تابعین سے ہے۔ حضرت ابو امامہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود اپنے لئے تلقین کی وصیت فرمائی۔ کما اخرجہ ابن مندۃ من وجہ اٰخر کما ذکرہ الامام السیوطی فی شرح الصدور۔

قلت بل والطبرانی ایضاً علی ما ساق لفظہ البدر المحمود فی البنایۃ شرح الھدایۃ۔ اور تین تابعیوں سے عنقریب منقول ہوگا کہ اسے مستحب کہا جاتا تھا ظاہر ہے کہ اُن کی یہ نقل نہ ہوگی مگر صحابہ یا اکابر تابعین سے جو اُن سے پہلے ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ علامہ ابنِ حجر مکی کی شرح مشکوٰۃ میں ہے:

اعتضد بشواھد یرتقی بھا الی درجۃ الحسن۔

(یہ حدیث بوجہ شواہد درجۂ حسن تک ترقی کیے ہے) اسی طرح ذیل مجمع بحار الانوار میں تصریح کی کہ اس نے شواہد سے قوت پائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حدیث (۵۴ تا ۵۶) :۔ امام سعید بن منصور شاگرد امام مالک و استاذ امام احمد اپنے سنن میں راشد[۱] بن سعد و ضمرہ[۲] بن حبیب و حکیم بن عمیر[۳] سے راوی۔ اُن سب نے فرمایا:

اذا سوی علی المیت قبرہ و انصرف الناس عنہ کان	جب میت پر مٹی دے کر قبر درست کر چکیں، اور لوگ واپس آ جائیں تو مستحب

[۱] تابعی ثقہ رجال سنن اربعہ سے ۱۲۔

[۲] تابعی ثقہ رجال صحاح ستہ سے ۱۲۔

[۳] تابعی صدوق رجال ابو داؤد ابن ماجہ سے ۱۲ منہ۔

يستحب ان يقال للميت عند قبره یا فلان قل لا الٰہ الا اللہ ثلث مرات یا فلان قل ربی اللہ و دینی الاسلام و نبیی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔	سمجھا جاتا تھا کہ مُردے سے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہا جائے۔ اے فلان! کہہ لا الٰہ الا اللہ تین بار۔ اے فلان! کہہ میرا رب اللہ ہے، اور میرا دین اسلام اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

وصل آخر من ہذا الفصل :-

فصل پنجم کی حدیثوں نے جس طرح بحمد اللہ سماع موتیٰ کی تصریح صریح فرمائی یونہی ان میں اکثر نے ثابت کر دکھایا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا اہل قبور سے کلام صرف سلام پر مقتصر نہ تھا۔ اور بدیہی ہے کہ جماد محض سے مخاطبہ و گفتگو معقول نہیں۔ لہٰذا ہم آخر فصل میں وہ بعض حدیثیں جن میں اجلہ صحابہ کا اہل قبور سے سوائے سلام دیگر انواع کلام فرمانا مذکور نقل کر کے مقصد ثانی کو ختم اور مقصد ثالث کی طرف ان شاء اللہ تعالیٰ تعمیم عزم کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

حدیث (٥٧) :- ابن ماجہ بسند حسن صحیح عبد اللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فذکر الحدیث الیٰ ان قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیثما مررت بقبر مشرك فبشرہ بالنار قال فاسلم الاعرابی بعد وقال لقد	یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اعرابی سے فرمایا جہاں کسی مشرک کی قبر پر گزرے اسے آگ کا مژدہ دینا۔ وہ صحابی فرماتے ہیں مجھے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس ارشاد سے ایک مشقت میں ڈالا کسی کافر کی قبر پر میرا گزر نہ ہوا مگر یہ کہ اسے آگ کا مژدہ دیا۔

لہ فائدہ :- یہ حدیث طبرانی نے معجم کبیر میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ ١٢ منہ۔

کلفنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نعبا ما مررت بقبر کا فولا اشرتہ بالنا

ہر عاقل جانتا ہے کہ مردہ دینا بے سماع وفہم محال اور صحابی مخاطب نے ارشاد اقدس کو معنی حقیقی پر محمول کیا۔ ولہٰذا عمر بھر اس پر عمل فرمایا۔ فتبصر۔

حدیث (۵۸) :- ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے راوی۔

انہ مرّ بالبقیع فقال السلام علیکم یا اہل القبور اخبار ما عندنا ان نساءکم قد تزوجن ودیارکم قد سکنت واموالکم قد فرقت فاجابہ ھاتف یا عمر بن الخطاب اخبار ما عندنا ان ما قدمناہ فقد وجدناہ وما انفقنا فقد ربحناہ وما خلفناہ فقد خسرناہ۔	یعنی ایک بار امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقیع پر گزرے اہل قبور پر سلام کرکے فرمایا ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ تمھاری عورتوں نے نکاح کرلئے اور تمھارے گھروں میں اور لوگ بسے تمھارے مال تقسیم ہوگئے۔ اس پر کسی نے جواب دیا اے عمر بن الخطاب! ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو اعمال کئے تھے یہاں پائے، اور جو راہ خدا میں دیا تھا اس کا نفع اٹھایا۔ اور جو پیچھے چھوڑا وہ ٹوٹے میں گیا۔

حدیث (۵۹) :- امام احمد تاریخ نیشاپور اور بیہقی اور ابن عساکر تاریخ دمشق میں سعید بن المسیب سے راوی:

قال دخلنا مقابر المدینۃ مع علی بن ابی طالب فنادی یا اہل القبور السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ تخبرونا باخبارکم	یعنی ہم مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ہمرکاب مقابر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ حضرت مولیٰ نے اہل قبر پر سلام کرکے فرمایا تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤ گے

ام تریدون ان نخبرکم قال نعمت	یا یہ چاہتے ہو کہ ہم تمھیں خبر دیں۔ سعید
صوتا وعلیک السلام ورحمۃ	بن مسیب فرماتے ہیں۔ میں نے آواز
اللہ وبرکاتہ یا امیرالمؤمنین	سنی کسی نے حضرت مولیٰ علی کو جواب سلام
خبرنا عما کان بعدنا فقال علی	دے کر عرض کی یا امیرالمؤمنین! آپ بتائیے
رضی اللہ تعالیٰ عنہ اما ازواجکم	ہمارے بعد کیا گزری۔ امیرالمؤمنین کرم
فقد تزوجن واما اموالکم فقد	اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا تمہاری عورتوں
اقتسمت والاولاد قد حشروا فی	نے تو نکاح کرلئے۔ اور تمہارے مال، سو
زمرۃ الیتامی والبناء الذی	وہ بٹ گئے، اور اولاد یتیموں کے گروہ
شید تم فقد سکنہا اعداؤکم	میں اُٹھی، اور وہ تعمیر جس کا تم نے استحکام
فہذہ اخبار ماعندنا فما عندکم	کیا تھا اُس میں تمہارے دشمن بسے۔ ہمارے
فاجابہ میت قد تخرقت	پاس کی خبریں تو یہ ہیں، اب تمہارے پاس
الاکفان وانتثرت الشعور	کی کیا خبر ہے؟ ایک مُردے نے عرض کی
وتقطعت الجلود وسالت	کفن پھٹ گئے۔ بال جھڑ پڑے۔
الاحداق علی الخدود و	کھالوں کے پُرزے پُرزے ہوگئے آنکھوں
سالت المناخیر بالقیح و	کے ڈھیلے بہہ کر گالوں تک آئے نتھنوں
الصدائد وما قدمناہ	سے پیپ اور گندہ پانی جاری ہے اور
ربحناہ وما خلفناہ خسرنا	جو آگے بھیجا تھا اُس کا نفع ملا اور جو پیچھے
ونحن مرتہنون بالاعمال۔	چھوڑا اُس کا خسارہ ہُوا۔ اور اپنے اعمال
	میں محبوس ہیں۔

وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم سبحٰن من تفرد بالبقاء وقہر عبادہ بالموت سبحٰن الحی الذی لا یموت ابدا وھو الغفور الرحیم۔

تنبیہ:۔ جن صاحبوں نے جوابِ حدیث چہلم میں اس خطاب جناب

مآب کرم اللہ وجہہ کو محض وعظ و تنبیہ احیاء کے لئے قرار دیا کما نقلہ فی ماشیۃ مسائل غالباً انھوں نے پوری حدیث ملاحظہ نہ فرمائی ورنہ اس کے لفظ اول سے آخر تک صاف پکار رہے ہیں کہ یہاں حقیقتاً اموات ہی سے خطاب مقصود تھا۔ اسی قدر دیکھ لیجئے کہ جناب مولیٰ نے ابتداءً یہ لفظ ارشاد نہ کئے بلکہ اول ان سے استفسار فرمایا کہ پہلے تم اپنی خبریں بتاؤ گے یا ہم شروع کریں۔ کیسے بارادہ خطاب حقیقی اس دریافت کرنے اور اختیار دینے کے کیا معنے تھے۔ پھر ان کی درخواست پر حضرت نے اخبار دینا ارشاد فرما کر انھیں حکم دیا۔ اب تم اپنی خبریں بتاؤ چنانچہ انھوں نے عرض کیں۔ پھر مخاطبہ حقیقی میں کیا شک ہے۔ واللہ الموفق۔

حدیث (۶۰):۔ ابن عساکر نے ایک حدیث طویل روایت کی۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ عہدِ معدلت مہدِ فاروقی میں ایک جوان عابد تھا۔ امیر المؤمنین اس سے بہت خوش تھے۔ دن بھر مسجد میں رہتا، بعد عشاء باپ کے پاس جاتا۔ راہ میں ایک عورت کا مکان تھا، اُس پر عاشق ہو گئی، ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی۔ جوان نظر نہ فرماتا۔ ایک شب قدم نے لغزش کی۔ ساتھ ہو لیا، دروازے تک گیا، جب اندر جانا چاہا خدا یاد آیا اور بسیاختہ یہ آیۂ کریمہ زبان سے نکلی:

ان الذین اتقوا اذا مسھم	ڈر والوں کو جب کوئی جھپٹ
طائف من الشیطن تذکروا	شیطان کی پہنچتی ہے خدا کو یاد کرتے
فاذا ھم مبصرون ۝	ہیں۔ اُسی وقت اُن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گرا۔ عورت نے اپنی کنیز کے ساتھ اٹھا کر اسکے دروازے پر ڈال دیا۔ باپ منتظر تھا۔ آنے میں دیر ہوئی دیکھنے نکلا، دروازے پر بیہوش پڑا پایا، گھر والوں کو بلا کر اندر اٹھوایا۔ رات گئے ہوش آیا۔ باپ نے حال پوچھا کہا خیر ہے۔ کہا بتا دے۔ ناچار قصہ کہا۔ باپ بولا جانِ پدر! وہ آیت کونسی ہے؟ جوان نے پھر پڑھی پڑھتے ہی غش آیا۔ جنبش دی، مُردہ پایا۔ رات ہی کو نہلا کفنا کر

دفن کر دیا۔ صبح کو امیر المؤمنین نے خبر پائی، باپ سے تعزیت اور خبر نہ دینے کی شکایت فرمائی۔ عرض کی یا امیر المؤمنین رات تھی۔ پھر امیر المؤمنین ہمراہیوں کو لے کر قبر پر تشریف لے گئے۔ آگے لفظ حدیث یوں ہیں:

فقال عمر یا فلان ولمن خاف مقام ربه جنتن فاجابه الفتی من داخل القبر یا عمر قد اعطا نیھا ربی فی الجنۃ مرتین۔

یعنی امیر المؤمنین نے جوان کا نام لے کر فرمایا۔ اے فلاں: جو اپنے رب کے پاس کھڑے ہونے کا ڈر کرے۔ اس کے لئے دو باغ ہیں۔ جوان نے قبر میں سے آواز دیا اے عمر! مجھے میرے رب نے یہ دولت عظمیٰ جنّت میں دو بار عطا فرمائی۔

نسأل الله الجنۃ له الفضل و منۃ وصلی الله تعالیٰ علی نبی الانس والجنۃ و اٰله وصحبه و اصحاب السنۃ اٰمین اٰمین اٰمین ۔

اَلْمَقْصِدُ الثَّالِثُ

فِی اَقْوَالِ الْعُلَمَاءِ

قال الفقیر محرر السطور غفرلہ المولی الغفور اس مسئلہ میں ہمارے مذہب کی تصریح وتلویح وتنصیص وتلمیح وتائید وترجیح وتسلیم وتصحیح میں ارشادات متکاثرہ واقوال متوافرہ ہیں حضرات عالیہ صحابۂ کرام وتابعین فخام واتباع اعلام ومجتہدین اسلام وسلف وخلف علمائے عظام سے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین وحشرنا فی زمرتھم یوم الدین آمین۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ اگر بقدر قدرت ان کے حصر واستقصا کا ارادہ کرے موجز عجالہ حدے مجلد سے گزرے لہٰذا اولاً صرف سو ائمہ دین وعلمائے کاملین کے اسمائے طیبہ شمار کرتا ہوں جن کے اقوال اس وقت میرے پیش نظر اور اس رسالہ کے فصول ومقاصد میں جلوہ گر وفضل اللہ سبحانہ اوسع واکثر پھر دس نام ان عالموں کے بھی حاضر کروں گا جن پر اعتماد میں مخالف مضطر وھذا الذی ھمادی وامر والحمد للہ العلی الاکبر

فمن الصحابۃ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔

(۱) امیر المومنین عمر فاروق اعظم۔

(۲) امیر المومنین علی مرتضٰی۔

(۳) حضرت عبد اللہ بن مسعود۔

(۴) حضرت سلمان فارسی۔

(۵) عمرو بن عاص۔

(۶) عبد اللہ بن عمر۔

(۷) عبد اللہ بن عمرو۔

(۸) ابوہریرہ۔

(۹) عقبہ بن عامر۔

(۱۰) ابوامامہ باہلی۔

(۱۱) صحابی اعرابی صاحب حدیث خیثمار رت وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اور میں ان کے سوا اُن صحابہ کرام کے نام یہاں شمار نہیں کرتا جنہوں نے سماع و ادراک مرتی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا یا حضور کی زبان پاک سے سُنا مثل ۱۔ عبداللہ بن عباس و (۲) انس بن مالک۔ ۳۔ ابوزرین۔ (۴) براء بن عازب۔ ۵۔ ابوطلحہ۔ ۶۔ عمارہ بن حزم۔ ۷۔ ابوسعید خدری۔ ۸۔ عبداللہ بن سیلان۔ ۹۔ ام سلمہ۔ ۱۰۔ قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اگرچہ یقیناً معلوم کہ ارشاد والائے حضور اعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سن کر ان کے خلاف پر اعتقاد حضرات صحابہ سے معقول نہیں نہ مقام مقام احکام کہ احتمال خلاف بعلم ناسخ ہو۔ تاہم جب قصد استیعاب نہیں تو انہیں پر اقتصار سہی جن کے خود افعال و اقوال دلیل مسئلہ ہیں وباللہ تعالیٰ التوفیق۔

ومن التابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

(۱۲) مجاہد مکی

(۱۳) عمرو بن دینار۔

(۱۴) بکر مزنی۔

(۱۵) ابن ابی لیلیٰ۔

(۱۶) قاسم بن مخیمرہ۔

(۱۷) راشد بن سعد۔

(۱۸) ضمرہ بن حبیب۔

(۱۹) حکیم بن عمر۔

(۲۰) علاء بن اللجلاج۔

(۲۱) بلال بن[۲۱] سعد

(۲۲) محمد بن[۲۲] واسع۔

(۲۳) ام[۲۳] الدرداء وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ومن تبع التابعین لطف اللہ بہم یوم الدین۔

(۲۴) عالم[۲۴] قریش سیدنا ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی۔

(۲۵) عالم[۲۵] کوفہ فقیہ مجتہد امام سفیان۔

(۲۶) عبد[۲۶] الرحمٰن بن العلاء وغیرہم روح اللہ تعالیٰ ارواحہم۔

ومن اعاظم السلف واکارم الخلف نور اللہ تعالیٰ مراقدھم۔

(۲۷) عالم[۲۷] اہلبیت رسالت حضرت امام علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی وبتول بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وبارک وسلم۔

(۲۸) امام[۲۸] اجل عارف باللہ محمد بن علی حکیم ترمذی۔

(۲۹) امام[۲۹] محدث جلیل کبیر اسمٰعیلی۔

(۳۰) امام[۳۰] فقیہ عابد وزاہد احمد بن عصمہ ابوالقاسم صفار حنفی بدو واسطہ شاگرد امام ابویوسف وامام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ۔

(۳۱) امام[۳۱] ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی۔

(۳۲) امام[۳۲] ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکی۔

(۳۳) امام[۳۳] ابوالفضل محمد بن محمد بن احمد حاکم شہید حنفی صاحب کافی۔

(۳۴) امام[۳۴] ابوالفضل قاضی عیاض یحصبی مالکی۔

(۳۵) امام[۳۵] حجۃ الاسلام مرشد الانام ابوحامد محمد محمد غزالی۔

(۳۶) امام[۳۶] ابوعبداللہ محمد بن احمد بن فرح قرطبی صاحب تذکرہ۔

(۳۷) امام[۳۷] شمس الائمہ حلوائی حنفی۔

(۳۸) امام[۳۸] عارف باللہ اسمٰعیل فقیہ زاہد۔

(۳۹) امامِ محدث محب الدین طبری شافعی۔
(۴۰) امامِ ربانی سیدنا علاؤ الدولہ سمنانی۔
(۴۱) امامِ اجل ابو المحاسن حسن بن علی ظہیر الدین کبیر مرغینانی حنفی استاذ امام قاضی خان و صاحب خلاصہ۔
(۴۲) بعض اساتذہ امام شیخ الاسلام علی بن ابی بکر برہان الدین فرغانی حنفی صاحب التجنیس والمزید۔
(۴۳) امامِ فقیہ النفس قاضی خان حسن بن منصور فرغانی اوزجندی حنفی۔
(۴۴) امامِ ابو ذکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی شارح صحیح مسلم۔
(۴۵) امامِ فخر الدین محمد رازی شافعی۔
(۴۶) امامِ سعد الدین تفتازانی مصنف و شارح مقاصد۔
(۴۷) امام ابو سلیمان احمد بن ابراہیم خطابی۔
(۴۸) امام ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن احمد سہیلی صاحب الروض۔
(۴۹) امام عمر بن محمد بن عمر جلال الدین خبازی حنفی صاحبِ فتاویٰ خبازیہ۔
(۵۰) صاحب عباب حنفی تلمیذ امام اجل قاضی خان۔
(۵۱) علامہ محمود بن محمد لؤلؤی بخاری حنفی صاحب حقائق شرح منظومہ نسفیہ تلمیذ التلمیذ امام شمس الائمہ کردری۔
(۵۲) سیدی یوسف بن عمر صوفی حنفی صاحب مضمرات۔
(۵۳) امام عارف باللہ صدر الدین قونوی۔
(۵۴) امام شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی۔
(۵۵) امام ملک العلماء عز الدین بن عبد السلام شافعی۔
(۵۶) امام محدّث زین الدین مراغی۔
(۵۷) امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن علی بن جابر اندلسی۔
(۵۸) قاضی ناصر الدین بیضاوی شافعی صاحبِ تفسیر۔

(۵۹) امام ابو عبداللہ بن النعمان صاحب سفینۃ النجاہ لاہل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء۔

(۶۰) امام عارف باللہ عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی صاحب روض الریاحین۔

(۶۱) امام علامہ سید الحفاظ ابو الفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی صاحب فتح الباری شرح صحیح بخاری۔

(۶۲) امام شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی حنفی صاحب کواکب الدراری شرح صحیح بخاری۔

(۶۳) امام علامہ تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی شافعی صاحب شفاء السقام۔

(۶۴) امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی شافعی صاحب ارتیاح الاکباد بفقد الاولاد۔

(۶۵) امام خاتم الحفاظ مجدد المأۃ التاسعہ ابو الفضل جلال الدین بن عبدالرحمٰن سیوطی صاحب شرح الصدور و بدور سافرہ و انیس الغریب و زہر الربی شرح سنن نسائی وغیرہ۔

(۶۶) امام علامہ احمد بن محمد خطیب قسطلانی شافعی صاحب مواہب لدنیہ و ارشاد الساری شرح صحیح بخاری۔

(۶۷) امام شہاب الدین رملی انصاری شافعی۔

(۶۸) سیدی ولی اللہ احمد زروق۔

(۶۹) سید عارف باللہ ابو العباس حضرمی۔

(۷۰) امام احمد بن محمد ابن حجر مکی شافعی شارح مشکوٰۃ۔

(۷۱) محقق علامہ محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حنفی صاحب حلیہ شرح منیہ۔

(۷۲) امام محمد عبدری مکی مالکی۔

(۷۳) امام صدر کبیر حسام الدین شہید عمر بن عبدالعزیز صاحب فتاویٰ کبریٰ حنفی۔

(۷۴) امام محمد بن محمد بن شہاب الدین بزازی حنفی صاحب بزازیہ۔

(۷۵) علامہ نورالدین سمہودی شافعی صاحب خلاصۃ الوفا فی اخبار دار المصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(۷۶) علامہ رحمۃ اللہ سندی حنفی صاحب مناسک ثلثہ۔

(۷۷) علامہ نورالدین علی بن ابراہیم بن احمد حلبی شافعی صاحب سیرۃ انسان العیون۔

(۷۸) امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی شافعی صاحب میزان الشریعۃ الکبرٰی۔

(۷۹) علامہ محمد بن یوسف شامی صاحب سبل الہدٰی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(۸۰) علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی شارح مواہب۔

(۸۱) علامہ عبدالرؤف محمد مناوی شافعی صاحب تیسیر شرح جامع صغیر۔

(۸۲) امام ابوبکر بن محمد بن علی حدادی حنفی صاحب جوہرہ نیرہ شرح قدوری۔

(۸۳) علامہ ابراہیم بن محمد ابراہیم حلبی حنفی صاحب غنیہ شرح منیہ۔

(۸۴) فاضل علی بن سلطان محمد قاری مکی حنفی صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔

(۸۵) علامہ محمد بن احمد حموی حنفی استاذ محقق شرنبلالی۔

(۸۶) علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار مصری شرنبلالی حنفی صاحب نورالایضاح وامداد الفتاح ومراقی الفلاح۔

(۸۷) علامہ خیرالدین رملی حنفی صاحب فتاوٰی استاذ صاحب درمختار۔

(۸۸) فاضل مدقق محمد بن علی دمشقی حصفکی حنفی شارح تنویر

(۸۹) سیدی عارف باللہ عبدالغنی بن اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی حنفی صاحب حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ۔

(۹۰) سید علامہ ابوالسعود محمد حنفی۔

(۹۱) مولانا عارف باللہ نورالدین جامی حنفی صاحب نفحات وغیرہ۔

(۹۲) شیخ محقق برکۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الہند مولانا عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی حنفی صاحب لمعات واشعۃ اللمعات وجامع البرکات

و جذب القلوب و مدارج النبوہ۔

(۹۳) فاضل محدث مولٰنا محمد طاہر فتنی احمد آبادی حنفی صاحب مجمع بحار الانوار۔

(۹۴) فاضل شیخ الاسلام دہلوی حنفی صاحب کشف الغطا۔

(۹۵) مولٰینا شیخ جلیل نظام الدین وغیرہ جامعان فتاوٰی عالمگیری حنفیان۔

(۹۶) بحر العلوم ملک العلماء مولٰینا ابو العیاش محمد عبد العلی لکھنوی حنفی۔

(۹۷) خاتمۃ المحققین علامہ غنیمی حنفی۔

(۹۸) فاضل سید احمد مصری طحطاوی حنفی۔

(۹۹) سیدی امین الدین محمد شامی حنفی محشیان شرح علائی۔

(۱۰۰) سیدی جمال بن عبداللہ بن عمر مکی حنفی وغیرہم۔ برد اللہ تعالٰی مضاجعہم۔

تنبیہ :۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہٗ نے ان ائمہ سلف و علمائے خلف سے صرف انھیں اکابر کے اسمائے طیبہ گنے جن کے کلام میں خاص سماع و ادراک و علم و شعور اہل قبور کے نصوص قاہرہ یا دلائل باہرہ ہیں۔ پھر ان میں بھی حصر و استیعاب کا قصد نہ کیا کہ اس کی راہ میں بلاد شاسعہ و براری واسعہ و جبال شاہقہ و بحار زاخرہ ہیں، بلکہ حاشا وہ بھی بالتمام ذکر نہ کئے۔ جن کے اقوال ہذا ئت اشتمال اس وقت

سلہ قولہ وہ بھی بالتمام ذکر نہ کئے۔ اقولُ۔ اس دعوٰی کی صحت پر خود یہی رسالہ دلیل کافی ہے۔ ناظر اول تا آخر اس کے مقامات کو مطالعہ کرے گا تو ائمہ مذکورین کے سواء بہت علماء مشائخ کے اسماء دیکھے گا۔ میں اتمام کلام کو اُن کے نام بھی شمار کرتا اور عدد کو پورے دو سو نام تک پہنچاتا ہوں۔ متن میں نو ائمہ، سلف و خلف اور دس معتمدین مخالف کے اسماء گنائے کہ سب ایک سو دس ہوئے۔ آگے چلئے من الصحابۃ والتابعین واتباعھم۔

(۱۱۱) حضرت عبداللہ بن سلام۔

(۱۱۲) حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا

(۱۱۳) حضرت امام زین العابدین علی بن حسین بن علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہا

(۱۱۴) حضرت امام حسن مجتبٰی ابن حسن مجتبٰی ابن مولٰی مشکلکشا صلی اللہ تعالٰی علی سیدہم وعلیہم وبارک وسلم دائما ابدا

(باقی صفحہ آئندہ)

میرے سامنے جلوہ فرماد متیسر حالت حاضرہ ہیں۔

فتلک مائۃ کاملۃ وفیھم وفاء لقلوب عاقلۃ ؎

اولٰئک ساداتی فجئنی بمثلھم

اذا جمعتنا یا جریر المجامع

والحمد للہ اولا و اٰخرا و باطنا و ظاھرا۔

تمام الکلام بمسلک الالزام۔

اب انھیں لیجئے جن پر اعتماد مخالف کو ضرور۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

(۱۱۵) افضل التابعین امام سعید بن المسیب۔

(۱۱۶) حبان بن ابی جبلہ۔

(۱۱۷) ابن مینا۔

(۱۱۸) ابو قلابہ بصری۔

(۱۱۹) سلیم بن عمیر۔

(۱۲۰) عبداللہ بن ابی نجیح مکی من العلماء والاولیاء من کلا النوعین المذکورین فی المتن۔

(۱۲۱) امام محدث مفسر مجتہد ابن جریر طبری۔

(۱۲۲) امام محدث اجل ابو محمد عبدالحق صاحب احکام کبریٰ و احکام صغریٰ۔

(۱۲۳) امام ابو عمرو بن الصلاح محدث۔

(۱۲۴) امام قاضی صدر الشریعۃ کرمانی۔

(۱۲۵) امام اجل ابو البرکات عبداللہ نسفی صاحب تصانیف مشہورہ۔

(۱۲۶) امام علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی صاحب عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری۔

(۱۲۷) علامہ ابن ملک شارح مشارق الانوار۔

(۱۲۸) علامہ فضل اللہ بن الغوری حنفی۔

(باقی صفحہ آئندہ)

(۱) شاہ ولی اللہ صاحب۔

(۲) اُن کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب۔

(۳) اُن کے فرزند ارجمند مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب۔

(۴) ان کے برادر نامور مولانا شاہ عبدالقادر صاحب۔

(۵) ان کے محمود و ممدوح جناب میرزا مظہر جانِ جاناں صاحب۔

(۶) اُن کے مرید رشید قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی۔

(۷) مولوی اسحاق صاحب دہلوی۔

(۸) ان کے شاگرد نواب قطب الدین خان دہلوی۔

(۹) مولوی خرّم علی صاحب بلہوری۔ تجاوز اللہ عنا وعن کل من صح ایمانہ فی النشأتین ورحم کلّ من یشھد صدقًا بالشہادتین۔

(۱۰) ان سب سے قوی مجتہد توی میاں اسمٰعیل دہلوی۔

واللہ الھادی الی النھج السوی وھو المستعان علی کل غوی ولاحول ولا قوۃ الا باللہ الغالب العلی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

(۱۲۹) امام فخر الدین ابو محمد عثمٰن بن علی زیلعی صاحب تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق۔

(۱۳۰) محمد بن محمد حافظی بخاری صاحبِ فصل الخطاب۔

(۱۳۱) امام شہاب الدین شارح منہاج استاذ الاستاذ ابن حجر مکی۔

(۱۳۲) حضرت سیدی علی قرشی قدس سرہ العرشی۔

(۱۳۳) امام جلیل نور الدین ابوالحسن علی مصنف بہجۃ الاسرار۔

(۱۳۴) امام مجدالدین عبداللہ بن محمود موصلی حنفی صاحب مختیار واختیار۔

(۱۳۵) صاحبِ مطالب المؤمنین۔

(۱۳۶) صاحبِ خزانۃ الروایات۔

(باقی صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

(۱۳۷) صاحب کنز العباد ہر سراز مستندان متکلمین طائفہ۔

(۱۳۸) علامہ اجہوری صاحب تصانیف کثیرہ۔

(۱۳۹) علامہ زیادی۔

(۱۴۰) علامہ داودی شارح منہج۔

(۱۴۱) علامہ حلبی محشی درمختار۔

(۱۴۲) شیخ احمد نخلی۔

(۱۴۳) شیخ احمد شناوی۔

(۱۴۴) شیخ احمد قشاشی ہر سہ محدثان مشائخ حدیث شاہ ولی اللہ۔

(۱۴۵) مولانا ابراہیم کردی استاذ الاستاذ شاہ ولی اللہ۔

(۱۴۶) مولانا ابوطاہر مدنی خاص استاذ شاہ ولی اللہ۔

(۱۴۷) مولٰینا محمد بن حسین کتبی حنفی مکی۔

(۱۴۸) مولٰینا حسین بن ابراہیم مالکی مکی۔

(۱۴۹) حضرت مولٰینا شیخ الحرام احمد زین دحلان شافعی مکی مصنف سیرت نبویہ ورد وہابیہ وغیرہا تصانیف علیہ۔

(۱۵۰) مولٰینا محمد بن محمد غرب شافعی مدنی۔

(۱۵۱) مولٰینا عبد الجبار حنبلی بصری مدنی۔

(۱۵۲) مولٰینا ابراہیم بن خیار شافعی مدنی۔

(۱۵۳) عبد صالح ہاشم بن محمد۔

(۱۵۴) اُن کے والد ماجد محمد عمری مدنی۔

(۱۵۵) حضرت سیدی ابو یزید بسطامی۔

(۱۵۶) حضرت سیدی ابوالحسن خرقانی۔

(باقی صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

(۱۵۷) حضرت سیدی ابو علی نامدی۔

(۱۵۸) حضرت سیدی ابو سعید خراز۔

(۱۵۹) حضرت استاذ امام ابوالقاسم قشیری۔

(۱۶۰) حضرت عارف باللہ سیدی ابی علی۔

(۱۶۱) حضرت سیدی ابراہیم بن شیبان۔

(۱۶۲) حضرت سیدی ابو یعقوب۔

(۱۶۳) حضرت سیدی علی خواص شیخ امام شعرانی۔

(۱۶۴) حضرت میر ابوالعلی اکبر آبادی سردار سلسلہ نقشبندیہ ابو العلائیہ۔

(۱۶۵) شاہ محمد غوث گوالیاری صاحب جواہر خمسہ۔

(۱۶۶) مولینا وجیہ الدین علوی شیخ حضرت مولینا عبدالحق محدث دہلوی۔

(۱۶۷) حضرت سید صبغۃ اللہ بروجی۔

(۱۶۸) شیخ بایزید ثانی۔

(۱۶۹) مولینا عبدالملک۔

(۱۷۰) شیخ اشرف لاہوری۔

(۱۷۱) شیخ محمد سعید لاہوری کہ ساتوں صاحب مشائخ شاہ ولی اللہ ہی ہیں۔

(۱۷۲) جناب شیخ مجدد الف ثانی۔

(۱۷۳) شیخ عبدالاحد پیر سلسلہ مجددیہ۔

(۱۷۴) شیخ ابوالرضا محمد جد شاہ ولی اللہ۔

(۱۷۵) سید احمد بریلوی پیر میاں اسمٰعیل دہلوی کہ صراط المستقیم جن کی ملفوظات قرار دی گئی۔

یہ مجموعہ پونے دو سو ہوا۔

من بعضهم صريح البيان ومن بعضهم افادة البرهان ومن بعضهم التقرير والاذعان و

بعضهم ليس الخبر كالبيان والحمد لله في كل حين وان۔ اور ہنوز کتاب میں اور باقی ہیں۔

(باقی صفحہ آئندہ)

واضح ہو کہ ارشادات علیہ صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مقصد احادیث میں مذکور ہوئے کہ حدیث اصطلاحِ محدثین میں انھیں بھی شامل معہذا امور قبور و احوال ارواح مفارقہ میں رائے کو دخل نہیں تو یہاں[۲] موقوف بھی مرفوع میں داخل ہاں بعض اقوال تابعین مثل بلال بن سعد اس مقصد سوم میں مذکور ہوئے۔ اور اس کی وجہ اقوال باب سے مناسبت جس طرح مثلاً امام سفیان کا قول ایسے ہی تناسب کے سبب اقوال تابعین کے ساتھ منقول ہوا۔ اب بقیہ حضرات کے کلمات طیبات و اقوال و تصریحات اگر بوجہ استیعاب لکھئے پھر دفتر ہوتا ہے۔ لہٰذا صرف تین سو قول پر اقتصار کرتا ہوں۔ علمائے صنف اول کے دو سو اور اہلِ صنف دوم کے سو کہ دیدۂ انصاف صاف ہو تو اتنے کیا کم ہیں ع

در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ):-

اور جو حصر و استیعاب کی طرف راہ کیا ہے۔ بلکہ استقصائے تمام قدرت خاصہ و وسعت کا منہ دیکھنا ہے۔ آخر نوع اول مقصد سوم میں ارشادات علماء سے مذکور ہو گا کہ علم وسیع و بصر و شنوائی پر تمام اہلسنت و جماعت کا اجماع ہے تو آج تک جس قدر علماء اہلسنت گزرے ہیں سب کے نام اسی فہرست میں اندراج کے قابل۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ کے لاکھ ہیں۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔ اور لطف یہ کہ ان مذکورین میں گنتی کے بعض ایسے بھی ہیں جن کے دو ایک ظواہر کلمات سے وہابیہ اس مسئلہ میں استناد کرتے اور انہی کے باقی اقوال کو پسِ پشت ڈال کر مقام تحقیق و مرام توفیق و نظام تطبیق اور موافق و مباین جمہور کی تفریق سے محض غافل یا اغوائے عوام کو متغافل گزرتے ہیں۔ واللہ یہدی من یشآء الی صراط مستقیم ۱۲ منہ دامت فیوضہ۔

حواشی صفحہ ھذا:-

[۱] علامہ سید شریف رحمہ اللہ تعالیٰ مختصر مصطلحات الحدیث میں فرماتے ہیں:- الحدیث اعلم من ان یکون قول الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والصحابی والتابعی وفعلھم وتقریرھم۔

[۲] امام علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی ارجوزہ مسمیٰ بالتثبیت عند التبییت میں فرماتے ہیں:

(باقی صفحہ آئندہ)

تنبیہ:
مدت قول جدت مقول یا تعدد قائل سے ہے۔ ابتداء خواہ تقریباً اور رد موت انحیر ہر عالم کی عبارت جدا جدا لکھنا باعث طول لہٰذا انھیں ایک ہی سرخی میں گن کر اسامی علماء پر ہندسہ لگا دیا جائے گا۔ یہ مقصد بھی مثل اپنے دو برادر پیشین کے دو نوع پر منقسم۔ واللہ سبحنہ ھو الموفق للحق والصواب فی کل مھم۔

نوعِ اوّل:

اقوال علمائے سلف وخلف میں ایک تمہید اور پندرہ فصل پر مشتمل **تمھید**
اس میں کہ روحیں موت سے نہیں مرتیں۔

۱۔ ابن عساکر تاریخ دمشق میں امام محمد بن وضاح سے راوی امام اجل سحنون بن سعید قدس سرہ سے کہا گیا۔ ایک شخص کہتا ہے بدن کے مرنے سے روح بھی مرجاتی ہے، فرمایا:

معاذ اللہ ھذا من قول اهل البدع۔ — خدا کی پناہ! یہ بدعتیوں کا قول ہے۔

۲۔ امام ابن امیر الحاج خاتمۂ حلیہ میں دربارۂ فوائد غسل میت فرماتے ہیں:

اذا اعتنی المولی بتطهیر جسد یلقی فی التراب تنبیہ العبد الی — یعنی جب بندہ دیکھے گا کہ مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے ہم پر اس بدن کی تطہیر فرض کی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

یکرر السوال للانام	فی لحۃ وانی سبعۃ ایام
کذا رواہ احمد بن حنبل	فی الزھد عن طاؤس الجراالعلی
وحکمۃ الرفع کما قد قالوا	اذ لیس للرای فیہ مجال
ولیس للقیاس فی ذا الباب	من مدخل عند ذوی الالباب
وانما التسلیم فیہ اللائق	والاتقیاد حیث انبا الصادق

(۱۲ منہ)

تطهير ما هو باق وهو النفس فانه لا يفنى عند اهل السنة و الجماعة۔	جو خاک میں ڈالا جائے گا تو متنبہ ہوگا کہ اسکی تطہیر اور بھی ضرور ہے، جو باقی رہنے والا ہے یعنی روح کہ اہلسنت والجماعت کے نزدیک فنا نہیں ہوتی۔

۳۔ امام عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں:

لا تموت ارواح الحیاۃ بل ترفع الی السماء حیۃ۔	روحیں مرتی نہیں بلکہ زندہ آسمان کی طرف اٹھائی جاتی ہیں۔

۴۔ امام جلال الحق والدین سیوطی شرح الصدور میں ناقل ہیں:

باقیۃ بعد خلقها بالاجماع۔	رُوحیں پیدائش کے بعد بالاجماع جاوداں رہتی ہیں۔

۵۔ خود امام ممدوح اس امر کی تائید میں کہ شہداء کی زندگی صرف روحانی نہیں۔ بلکہ روح و بدن دونوں سے ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

لو کان المراد حیاۃ الروح فقط لم یحصل لہ تمیز من غیرہ لمشارکۃ سائر الاموات لہ فی ذلک ولعلم المؤمنین باسرھم حیاۃ کل الارواح فلو یکن قولہ تعالیٰ ولکن لا تشعرون۔ معنی۔	یعنی اگر آیت کریمہ میں حیات شہید سے صرف زندگی رُوح مراد ہوتی تو اس میں اُس کی کیا خصوصیت تھی۔ یہ بات تو ہر مُردے کو حاصل ہے۔ اور تمام مسلمان جانتے ہیں کہ سب کی روحیں بعد موت زندہ رہتی ہیں۔ حالانکہ حیاتِ شہداء کی نسبت آیت میں فرمایا تمھیں خبر نہیں۔

یہاں سے اجماع صحابہ ثابت ہوا۔

فصل اوّل:

موت صرف ایک مکان سے دوسرے میں چلا جانا ہے نہ کہ معاذاللہ جماد ہو جانا۔

۱؎ نقلہ فی شرح الصدور عن الآیۃ ۱۲ منہ ۔

قول (۱) :- امام ابو نعیم حلیہ میں بلال بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی کہ اپنے وعظ میں فرماتے :

یا اهل الخلود ویا اهل البقاء انکم لم تخلقوا الفناء وانما خلقتم للخلود والابد ولکنکم تنتقلون من دار الیٰ دار۔	اے ہمیشگی والو اے بقا والو، تم فنا کو نہ بنے ، دوام و ہمیشگی کے لئے بنے ہو۔ ہاں ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہو۔

قول (۲) :- شرح الصدور میں ہے :

قال العلماء الموت لیس بعدم محض ولا فناء صرف وانما هو انقطاع تعلق الروح بالبدن و مفارقة وحیلولة بینهما وتبدل حال وانتقال من دار الیٰ دار	علماء نے فرمایا موت کے یہ معنی نہیں کہ آدمی محض نیست ونابود ہو جائے۔ بلکہ وہ تو یہی روح و بدن کے تعلق چھوٹنے اور اُن میں حجاب وجدائی ہو جانے اور ایک طرح کی حالت بدلنے اور ایک گھر سے دوسرے گھر چلے جانے کا نام ہے۔

تنبیہ :

تعلق چھوٹنے کے یہ معنی کہ وہ علاقہ معہودہ جو عالم حیات میں تھا جاتا رہا۔ اور اسی طرح حجاب وجدائی ہو جانے سے یہ مراد کہ ویسا اتصال تام باقی نہیں ورنہ مذہب اہلسنت میں روح کو بعد موت بھی بدن سے ایک تعلق واتصال رہتا ہے۔ جیسا کہ فصول آئندہ کے اقوال کثیرہ میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

قول (۳) :- جامع البرکات میں فرمایا :

"موت عدم محض نیست چنانکہ دہریان و طبعیان گویند بلکہ انتقال است از حالے بحالے واز دارے بدارے"۔

قول (۴) :- اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا :

۱؎ تابعی جلیل عابد فاضل ثقہ رجال نسائی وغیرہ سے ۱۲ منہ سلمہ۔

اولیائے خدا نقل کردہ شدند ازیں دارِ فانی بدار بقا و زندہ اند نزد پروردگار خود، و مرزوق اند و خوشحال اند و مردم را ازاں شعور نیست۔

قول (۵): مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:۔

لا فرق لھم فی الحالین ولذا قیل اولیاء اللہ لا یموتون لکن ینقلبون من دار الی دار۔	اولیاء کی دونوں حالت حیات و ممات میں اصلا فرق نہیں، اسی لئے کہا گیا کہ وہ مرتے نہیں، بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لیجاتے ہیں، [1]

روایت مناسبہ: امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدس سرہٗ اپنے رسالہ میں بسند خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابوسعید خراز قدس اللہ سرہ الممتاز سے راوی، کہ میں مکہ معظمہ میں تھا باب بنی شیبہ پر ایک جوان مُردہ پڑا پایا۔ جب مَیں نے اُس کی طرف نظر کی، مجھے دیکھ کر مُسکرایا، اور کہا:

یا اباسعید اما علمت ان الاحباء احیاء وان ماتوا وانما ینتقلون من دار الی دار۔	اے ابوسعید، کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مرجائیں، وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بلائے جاتے ہیں۔

روایت دوم: وہی عالیجناب حضرت سیدی ابوعلی قدس سرہٗ سے راوی مَیں نے ایک فقیر کو قبر میں اوتارا، جب کفن کھولا اُن کا سر خاک پر رکھ دیا، کہ اللہ انکی غربت پر رحم کرے، فقیر نے آنکھیں کھول دیں، اور مجھ سے فرمایا:

یا اباعلی تذللنی بین یدی من یدللنی۔	اے ابوعلی تم مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو، جو میرے ناز اُٹھاتا ہے۔

میں نے عرض کی، اے سردار میرے، کیا موت کے بعد زندگی؟ فرمایا:۔

بلٰی انا حی وکل محب لانصرنک	میں زندہ ہوں، اور خدا کا ہر پیارا

---

[1] ھذہ والاربعۃ بعدھا کل ذٰلک۔ فی شرح الصدور ۱۲ منہ

بجا ہی غداً۔

زندہ ہے، بیشک وہ وجاہت وعزت جو مجھے روز قیامت ملیگی، اس سے میں تیری مدد کروں گا۔

روایت سوم: وہی جناب مستطاب حضرت ابراہیم بن شیبان قدس سرہٗ سے راوی، میرا ایک مرید جوان مر گیا، مجھے سخت صدمہ ہوا، نہلانے بیٹھا۔ گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتدا کی، جوان نے وہ کروٹ ہٹا کر اپنی دہنی کروٹ میری طرف کی، مَیں نے کہا جان پدر! تو سچا ہے مجھی سے غلطی ہوئی۔

روایت چہارم: وہی امام حضرت ابو یعقوب سوسی نہرجوری قدس سرہٗ سے راوی، مَیں نے ایک مرید کو نہلانے کے لئے تختہ پر لٹایا۔ اُس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا، مَیں نے کہا جان پدر! میں جانتا ہوں کہ تو مُردہ نہیں، یہ تو صرف مکان بدلنا ہے لے میرا ہاتھ چھوڑ دے۔

روایت پنجم: جناب ممدوح انہیں عارف موصوف سے راوی، کہ مکہ معظمہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا، پیر و مرشد! میں کل ظہر کے وقت مر جاؤنگا حضرت یہ اشرفی لیں، آدھی میں میرا دفن، آدھی میں میرا کفن کریں، جب دوسرا دن ہوا، اور ظہر کا وقت آیا، مرید مذکور نے آکر طواف کیا، پھر کعبہ سے ہٹ کر لیٹا تو روح نہ تھی۔ مَیں نے قبر میں اتارا، آنکھیں کھول دیں، میں نے کہا موت کے بعد زندگی، کہا:۔ انا حی وکل محب للہ حی (مَیں زندہ ہوں، اور اللہ کا ہر دوست زندہ ہے) اس قسم کی صدہا روایات کلمات ائمہ کرام میں مذکور ہیں، ومن لم یجعل اللہ لہٗ نورا فما لہٗ من نور۔

فصل دوم: موت سے روح میں اصلاً تغیر نہیں آتا، اسکے علوم و افعال[۱]

---

[۱] امام سیوطی شرح الصدور میں مذہب اہل سنت کتاب الروح سے یوں نقل فرماتے ہیں: ان الروح ذات قائمۃ بنفسہا فصعد و تنزل و تتصل و تنفصل و تذہب و تجئ و تتحرک و تسکن وعلی ذالک اکثر من مائۃ دلیل مقررۃ۔ یعنی روح ایک مستقل ذات ہے، کہ چڑھتی اُترتی، ملتی، جدا ہوتی، آتی جاتی حرکت کرتی، ساکن ہوتی ہے، اور اس پر سَو سے زیادہ دلائل ثابت ہیں ۱۲ منہ

بدستور رہتے ہیں، بلکہ زیادہ ہو جاتے ہیں، پھر جمادیت کیسی اور اثبات تخصیص ادراک ذمہ مخصص۔

قول (۶): امام سبکی شفاء السقام شریف میں فرماتے ہیں:۔

النفس باقية بعد موت البدن عالمة باتفاق المسلمين بل غير المسلمين من الفلاسفة وغيرهم ممن يقول ببقاء النفوس يقولون بالعلم بعد الموت ولم يخالف في بقاء النفوس الا من لا يعتد به اھ ملتقطاً۔

یعنی مسلمانوں کا اجماع ہے کہ روح بعد مرگ باقی اور علم وادراک رکھتی ہے، بلکہ فلاسفہ وغیرہم کفار بھی جو بقائے ارواح کے قائل ہیں وہ بھی موت کے بعد علم مانتے ہیں، اور بقائے روح میں کسی نے خلاف نہ کیا، مگر ایسوں نے جو کسی گنتی اور شمار میں نہیں ہیں۔

قول (۷): تفسیر بیضاوی میں ہے:۔

فيها دلالة على ان الارواح جواهر قائمة بانفسها مغايرة لما يحس به من البدن تبقى بعد الموت دراكة و عليه جمهور الصحابة و التابعين وبه نطقت الايات والسنن۔

یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ روحیں جوہر قائم بالذات ہیں، یہ بدن جو نظر آتا ہے، اس کے سوا اور چیز ہیں، موت کے بعد اپنے اسی جوش ادراک پہ رہتی ہیں۔ جمہور صحابہ وتابعین کا یہی مذہب ہے۔ اور اسی پر آیات واحادیث ناطق ہے۔

قول (۸): امام غزالی احیا میں فرماتے ہیں:۔

لا تظن ان العلم يفارقك بالموت فالموت لا يهدم محل العلم اصلا وليس الموت عدما

یہ گمان نہ کرنا کہ موت سے تیرا علم تجھ سے جدا ہو جائے گا، کہ موت محل علم یعنی روح کا تو کچھ نہیں بگاڑتی، نہ وہ

محضًا حتی تظن انك اذا علامت عدامت صفتاك۔ — نیست و نابود ہو جانیکا نام ہے کہ تو سمجھے جب تجھے نہ رہا تیرا وصف یعنی علم وادراک بھی نہ رہا۔

قول (۹ و ۱۰) : امام نسفی عمدۃ الاعتقاد پھر علامہ نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں :۔

الروح لا یتغیر بالموت۔ — مرنے سے روح میں کچھ تغیر نہیں آتا۔

قول (۱۱) : علامہ تورپشتی فرماتے ہیں :۔

الروح الانسانیة متمیزة مخصوصة بالادراکات بعد مفارقة البدن۔ — فراق بدن کے بعد بھی روح انسانی متمیز و مخصوص بہ ادراکات ہے۔ نقلہ المنادی۔

قول (۱۲) علامہ منادی کی شرح جامع صغیر میں ہے :۔

الموت لیس بعدم محض والشعور باق حتی بعد الدفن — موت بالکل عدم نہیں، اور شعور باقی ہے یہانتک کہ بعد دفن بھی۔

قول (۱۳) : اُسی میں ہے :۔

ان الروح اذا انخلعت من هذا الهیکل وانفکت من القیود بالموت تجول الی حیث شاءت۔ — بے شک روح جب اس قالب سے جدا اور موت کے باعث قیدوں سے رہا ہوتی ہے، جہاں چاہتی ہے جولان کرتی ہے۔

قول (۱۴) : شرح الصدور میں منقول کہ دلائل قرآن و حدیث لکھ کر کہا :

فصح ان الارواح اجسام حاملة لاعراضها من التعارف والتناکر وانها عارفة متمیزة۔ — ان سے ثابت ہوا کہ روحیں اجسام ہیں۔ اپنے اوصاف شناخت و ناشناخت وغیرہ کی حامل جو بذات خود ادراک و تمیز رکھتی ہیں۔

یہاں وہ تقریر یاد کرنی چاہیئے جو زیر حدیث دوم گذری۔

قول (۱۵): مقاصد و شرح مقاصد علامہ تفتازانی میں ہے:۔

عند المعتزلة وغيرهم البنية المخصوصة شرط في الادراك فعندهم لا يبقى ادراك الجزئيات عند فقد الالات وعندنا يبقى وهو الظاهر من قواعد الاسلام۔	معتزلہ وغیرہم کے مذہب میں بدن شرط ادراک ہے، تو اُنکے نزدیک جب اُس کے آلات نہ رہے ادراک جزئیات بھی نہ رہا۔ اور ہم اہلسنت و جماعت کے مذہب میں باقی رہتا ہے، اور یہی ظاہر ہے قواعد دین اسلام سے۔

قول (۱۶): لمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے:۔

سببية الحواس للاحساس والادراك عادية كما تقرر في المذهب ما العلم فبالروح وهو باق اھ ملتقطا۔	حواس کا سبب احساس و ادراک ہونا ایک امر عادی ہے، جیسا کہ مذہب اہل سُنت میں ثابت ہو چکا۔ اور علم تو رُوح سے ہے وہ باقی ہے۔

قول (۱۷) امام سیوطی فرماتے ہیں:۔

ذهب اهل الملل من المسلمين وغيرهم الى ان الروح يبقى بعد موت البدن وخالف فيه الفلاسفة دليلنا ما تقدم من الايات والاحاديث في بقائها وتصرفها الخ۔	تمام اہل ملت مسلمین اور ان کے سوا سب کا یہی مذہب ہے کہ روحیں بعد موت بدن باقی رہتی ہیں۔ ہاں فلاسفہ یعنی بعض مدعیان حکمت نے اسمیں خلاف کیا۔ ہماری دلیل وہ آیتیں حدیثیں جن سے ثابت ہے کہ روح بعد موت باقی رہتی اور تصرفات کرتی ہے۔

قول (۱۸): ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے :۔

قد انکر عذاب القبر بعض المعتزلۃ والروافض محتجین بان المیت جماد لا حیاۃ لہ ولا ادراک الخ۔

بعض معتزلہ اور روافض عذاب قبر سے منکر ہو گئے یہ حجت لا کر کہ مردہ جماد ہے، نہ اُس کیلئے حیات ہے نہ ادراک ۔

قول (۱۹): کشف الغطا مستند مولوی اسحٰق دہلوی میں ہے :۔

مذہب اعتزال است کہ گویند میت جماد محض است ۔

قول (۲۰): اسی میں ہے :۔

فرقے نیست در ارواح کاملان در حین حیات وبعد از ممات مگر بترقی کمال

فصل سوم :۔

ان تصریحوں میں کہ اموات کے علم وادراک دنیا واہل دنیا کو بھی شامل ہیں

قول (۲۱): امام جلال الدین سیوطی رسالہ منظومہ انیس الغریب میں فرماتے ہیں :۔ ؎

یعرف من یغسلہ ویحمل ویلبس الاکفان ومن ینزل

مردہ اپنے نہلانے والے اُٹھانے والے کفن پہنانے والے اور قبر میں اتارنے والے سب کو پہچانتا ہے ۔

قول (۲۲ تا ۲۴): امام ابن الحاج مدخل اور امام[۲۳] قسطلانی مواہب اور علامہ[۲۴] زرقانی شرح میں تقریرًا فرماتے ہیں :۔

واللفظ لاحمد من اتصل الی عالم البرزخ من المؤمنین یعلم احوال الاحیاء غالبًا وقد وقع کثیر من ذلک کما ہو مسطور فی مظنۃ ذلک من الکتب

جو مسلمان برزخ میں ہیں اکثر احوال احیاء پر علم رکھتے ہیں، اور یہ امر بکثرت واقع ہے، جیسا کہ کتابوں میں اپنے محل پر مذکور ہے۔

قول (۲۵) : اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں علم وادراک موتیٰ کی تحقیق وتفصیل لکھ کر فرماتے ہیں :۔

بالجملہ کتاب وسنت مملو ومشحون اند باخبار وآثار کہ دلالت میکنند بر وجود علم موتیٰ بدنیا واہل آن پس منکر نشود آں را مگر جاہل باخبار ومنکر دین۔

فصل چہارم :۔ (اموات سے حیا کرتے ہیں)

قول (۲۶) :۔ ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں سلیم بن عمیر سے راوی، وہ ایک مقبرہ پر گذرے، پیشاب کی حاجت سخت تھی، کسی نے کہا یہاں اُتر کے قضائے حاجت کر لیجے، فرمایا :۔

سُبحٰن اللہ واللہ انی لاستحیی من الاموات کما استحیی من الاحیاء۔	سبحٰن اللہ! خدا کی قسم میں مُردوں سے ایسی ہی شرم کرتا ہوں، جیسی کہ زندوں سے۔

قول (۲۷) : جب سیدنا امام شافعی مزار فائض الانوار حضرت امام اعظم پر تشریف لے گئے، رضی اللہ تعالیٰ عنہما وعن اتباعہما نماز صبح میں قنوت نہ پڑھی لوگوں نے سبب پوچھا، فرمایا :۔

کیف اقنت بحضرۃ الامام وھو لا یقول بہٖ۔	مَیں امام کے سامنے کیونکر قنوت پڑھوں حالانکہ وہ اُس کے قائل نہیں۔

ذکرہ سیدی علی الخواص والامام الشعرانی فی المیزان ونحوہ العلامۃ ابن حجر المکی فی الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان فی اولہا واعادہٗ فی اٰخرھا عن بعض شراح منہاج الامام النووی وعن غیرہ ونحوہ فی عقود الجمان فی مناقب النعمان عن شیخ شیوخہ الامام الزاھد لولی شہاب الدین شارح المنہاج۔ بعض روایات میں آیا، بسم اللہ شریف بھی جہر سے نہ پڑھی، نقلہ الفاضل الشامی

فی ردالمحتار عن بعض العلماء وکذا الامام ابن حجر فی الخیرات الحسان بعض میں ہے، تکبیرات انتقال میں رفع یدین نہ فرمایا، سبب دریافت ہوا جواب دیا:۔

ادبا مع ھذا الامام اکثر	اس امام کے ساتھ ہمارا ادب اس سے
من ان نظھر خلافہ بحضرتہ	زائد ہے کہ انکے حضور اُن کا خلاف ظاہر کریں

ذکرہ علی القاری فی المرقاۃ۔ شرح لباب میں خاص بلفظ استحیا نقل کیا کہ امام شافعی نے فرمایا:۔

استحیی ان اخالف مذھب	مجھے شرم آتی ہے، کہ امام کے سامنے
الامام فی حضورہ۔	اُنکے مذہب کے خلاف کروں۔

ذکرہ فی باب الزیارۃ النبویۃ فصل المقام بالمدینۃ المنورۃ
سبحان اللہ اگر اموات دیکھتے سنتے نہیں، تو جہر و اخفاء یا رافع و ترک، یا مکث قنوت و تعجیل سجود میں کیا فارق تھا، للہ انصاف اگر بلائے قبر حجاب مانع ہو، تو امام ہمام کا سامنا کہاں تھا، اور اس ادب و لحاظ کا کیا باعث ہوا۔

قول (۲۸ تا ۳۱): علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعت علماء نے تصریح فرمائی، کہ زیارت بقیع شریف میں قبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ابتدا کرے کہ پہلے وہی ملتا ہے، تو بے سلام کے وہاں سے گذر جانا بہت بے ادبی ہے، اسی طرح اس بقعۂ پاک میں جو مزار پہلے آتا جائے اُس پر سلام عرض کرتا جائے، کہ جو ذرا بھی عزت و عظمت رکھتا ہے اُس کے سامنے سے بے سلام چلے جانا مروت و ادب سے بعید ہے۔
مولانا علی قاری نے شرح لباب میں اسے نقل فرما کر مسلم رکھا۔ شیخ محقق نے جذب القلوب میں بعض دیگر علماء سے اسکی تحسین نقل کی کہ یہ ایک عمدہ مقصد ہے جس کے ساتھ افضل و اشرف کی رعایت نہ کرنی کچھ مضائقہ نہیں، مسلک منقسط میں ہے:۔

ذکر العلامۃ فضل اللہ بن الغوری من اصحابنا ان البداءۃ بقبۃ العباس والختم بصفیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اولیٰ لان مشہد العباس اوّل ما یلقی الخارج من البلد عن یمینہ فمجاوزتہ من غیر سلام علیہ جفوۃ فاذا سلم علیہ وسلم علی من یمر بہ اولا فیختم بصفیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فی رجوعہ کما صرح بہ ایضا کثیر من مشائخنا الخ

تاریخ مدینہ میں ہے:۔

متاخرین علماء اختلاف کردہ اند کہ ابتدا بزیارت کہ کند طائفہ برانند کہ ابتدا بزیارت حضرت عباس کند و ہر کہ باوے دریک قبہ آسودہ اند از ائمۂ اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین زیرا کہ اسہل واقرب است واز پیش ایشاں درگذشتن و بزیارت دیگراں متوجہ شدن نوعی از جفا وسوئے ادب باشد الخ

اسی میں ہے:۔

محصل کلام بعضے از علماء آنست کہ ابتدا از قبہ عباس کند رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومن معہ بعد ازاں بہر کہ پیش آید زیرا کہ ہر کرا ادنی جلالت شاں بود بے سلام از پیش وے گذشتن وجائی دیگر رفتن از عالم مروت و حفظ طریقہ ادب بغایت دور است۔

قال بعضہم وھو مقصد صالح لا یضر معہ عدم رعایۃ الافضل والاشرف الخ

فصل پنجم: مسئلہ افعال احیائے تاذی اموات میں،

قول (۲۳ تا ۳۴): مراقی الفلاح میں فرمایا:۔

اخبرنی شیخی العلامۃ محمد بن احمد الحموی حنفی رحمہ اللہ	مجھے میرے استاذ علامہ محمد بن احمد حنفی رحمہ اللہ نے خبر دی کہ جوتی کی پھیل

تعالیٰ بانھم یتأذون مخفق النعال۔	سے مُردے کو ایذا ہوتی ہے، علامہ طحطاوی نے اس پر تقریر فرمائی۔

قول (۳۵) : حدیث میں جو قبر پر تکیہ لگانے سے ممانعت فرمائی، اور اسے ایذائے میت ارشاد ہوا، جیسا کہ حدیث ۲۵ میں گزرا شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ اُس پر شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں :۔

شاید کہ مراد آنست کہ روح وی ناخوش میدارد و راضی نیست بتکیہ کردن بر قبر وے از جہت تضمن وی اہانت و استخفاف را بوے واللہ اعلم۔

قول (۳۶ و ۳۷) : عارف باللہ حکیم ترمذی پھر علامہ نابلسی حدیقہ میں فرماتے ہیں :۔

معناہ ان الارواح تعلم بترك اقامۃ الحرمۃ والاستھانۃ فتتأذی بذلك۔	اس کے یہ معنی ہیں کہ روحیں جان لیتی ہیں، کہ اُس نے ہماری تعظیم میں قصور کیا، لہٰذا ایذا پاتی ہیں۔

قول (۳۸ و ۳۹) : حاشیہ طحطاوی و ردالمحتار وغیرہما میں ہے، مقابر میں پیشاب کرنے کو نہ بیٹھے۔

لان المیت یتأذی بما یتأذی بہ الحی۔	اس لیے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے مُردے بھی ایذا پاتے ہیں

اقول : بلکہ دیلمی نے ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کلیہ کی تصریح روایت کی، کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

المیت یؤذیہ فی قبرہ ما یؤذیہ فی بیتہ۔	میت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی تھی، قبر میں بھی اس سے اذیت پاتا ہے۔

قول (۴۰ و ۴۱) حدیث ۲۶ کے نیچے اشعہ میں امام ابوعمر عبدالبر سے نقل کیا :۔

ازینجا مستفاد میگردد کہ میت متألم می گردد بہمام آنچہ متالم میگردد بداں حی ولازم این است کہ متلذذ گردد بتمام آنچہ متلذذ مے شود بداں زندہ۔

تذییل :۔ مسئلہ ہے کہ دارالحرب کے جن جانوروں کو اپنے ساتھ لانا دشوار ہو، اُنہیں زندہ نہ چھوڑیں، کہ اُسمیں حربیوں کا نفع ہے، نہ کونچیں کاٹیں کہ اس میں جانور کی ایذا ہے، بلکہ ذبح کرکے جلا دیں، تاکہ وہ اُن کے گوشت سے بھی انتفاع نہ کرسکیں۔ درمختار میں ہے :۔

حرم عقر دابۃ شق نقلھا الی دارنا فتذبح وتحرق بعدہ اولا یعذب بالنار الا ربھا۔

اس پر علامہ حلبی محشی درمختار نے شبہ کیا کہ یہاں سے لازم کہ مُردے کے جسم کو جو صدمہ پہنچائیں اس سے اسے تکلیف نہ ہو، حالانکہ حدیث میں اس کا خلاف وارد ہے، علامہ طحطاوی وعلامہ شامی نے جواب دیا کہ یہ بات بنی آدم کے ساتھ خاص ہے کہ وہ اپنی قبور میں ثواب و عذاب پاتے ہیں، تو اُن کی ارواح کو ابدان سے ایسا تعلق رہتا ہے، جس کے سبب ادراک واحساس ہوتا ہے، جانوروں میں یہ بات نہیں، ورنہ اُن کی ہڈی وغیرہ سے انتفاع نہ کیا جاتا۔ ردالمحتار میں ہے :۔

اورد المحشی علی جواز احراقھا بعد الذبح انہ یقتضی ان المیت لایتالم مع انہ ورد انہ یتألم بکسر عظمہ قلت قد یجاب بان ھذا خاص ببنی ادم لانھم یتنعمون ویعذبون فی قبورھم بخلاف غیرھم من الحیوانات و الا لزم ان لا ینتفع بعظمھا ونحوہ ثم رایت ط ذکر نحوہ انتھی

اقول تخصیص بنی آدم باضافت حیوانات مراد ہے، ورنہ جن بھی بعد موت ادراک رکھتے ہیں، (کما یاتی فی القول نمبر ۱۹) اور خود عذاب وثواب سے علامہ کی تعلیل اس پر دلیل ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل ششم :-

ملاقاتِ احیاء و ذکر خدا سے اموات کا جی بہلتا ہے۔

قول (۴۲) : امام سیوطی نے انیس الغریب میں فرمایا :- ع
ویانسون ان اتی المقابرا - (جب زائر مقابر پر آتے ہیں، مُردے اُن سے انس حاصل کرتے ہیں)

قول (۴۳) : امام اجل نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اقسام زیارت میں فرمایا، ایک قسم زیارت اس غرض سے ہے کہ مقابر پر جانے سے اموات کا دل بہلتا ہے کہ یہ بات حدیث سے ثابت ہے۔ وسیأتی نقلہ فی النوع الثانی، انشاء اللہ تعالیٰ

قول (۴۴) : جذب القلوب میں فرمایا :-
زیارت گاہے از جہت ادائے حق اہل قبور باشد در حدیث آمدہ مانوس ترین حالتے کہ میت را بود در وقتیست کہ یکے از آشنایان او زیارت قبر او کند و احادیث دریں باب بسیار است۔

قول (۴۵ و ۴۶) :- فتاوٰی قاضیخاں، پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے :-

ان قرأ القراٰن عند القبور — مقابر کے پاس قرآن پڑھے اگر
نوی بذٰلک ان یونسہ صوت — یہ نیت ہو، کہ قرآن کی آواز سے مُردے
القراٰن فانہ یقرء۔ — کا جی بہلائے تو بیشک پڑھے۔

قول (۴۷ تا ۴۹) :- ردالمحتار میں غنیہ شرح منیہ سے اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں تلقین میت کے مفید ہونے میں فرمایا :-

ان المیت یستانس بالذکر — بیشک اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مُردے
علیٰ ما ورد فی الاثار۔ — کا جی بہلتا ہے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے

قول (۵۰ تا ۵۸) : امام قاضیخاں فتاوٰی خانیہ شرنبلالی نورالایضاح و مراقی الفلاح و امداد الفتاح پھر علامہ ابوالسعود فاضل طحطاوی حاشیہ مراقی میں استناداً و تقریراً اور شامی حاشیہ دریں استناداً اور خزانۃ الروایات فتاوٰی کبریٰ سے اور امام بزازی فتاوٰی بزازیہ اور شیخ الاسلام کشف الغطاء میں

اوران کے سوا اور علماء فرماتے ہیں:۔

واللفظ للخانیۃ یکرہ قطع	چوب گیاہ سبز کا مقبرہ سے کاٹنا
الحطب والحشیش من	مکروہ ہے، اور خشک ہو تو مضائقہ
المقبرۃ فان کان یابسًا	نہیں، کہ وہ جب تک تر رہتی ہے
لا بأس بہ لانہ ما دام	تسبیح خدا کرتی ہے، اور اس سے
رطبًا یسبح فیونس المیت	میت کا جی بہلتا ہے۔

علامہ شامی نے اس حدیث سے مدلل کرکے فرمایا کہ اس بنا پر مطلقاً کراہت ہے، اگرچہ خودرو ہو کہ قطع میں حق میت کا ضائع کرنا ہے۔

تنبیہ:۔ فقیر کہتا ہے، غفر اللہ تعالیٰ لہ علماء کی ان عبارات اور نیز چار قول آئندہ در دیگر تصریحات رخشندہ سے چند جلیل فائدے حاصل ہیں۔

اولاً نباتات وجمادات وتمام اجزائے عالم میں ہر ایک کے موافق ایک حیات ہے کہ اسکی بقاتک ہر شجر وحجر زبانِ قال سے اس ربّ اکبر جل جلالہ کی پاکی بولتا ہے، اور سبحان اللہ سبحان اللہ یا اس کے مثل اور کلمات تسبیح الٰہی کہتا ہے نہ کہ ان میں صرف زبان حال ہے، جیسا کہ ظاہر بینی کا مقال ہے کہ اس تقدیر پر تر و خشک میں تفرقہ محض بے معنی تھا۔ کما لایخفیٰ اور آیۃ کریمہ: وان من شیٔ الا یسبح بحمدہٖ خود اس پر برہان قاطع کہ اُس میں فرمایا:۔

ولکن لا تفقھون تسبیحھم	تم اُن کی تسبیح نہیں سمجھتے۔

ظاہر ہے کہ تسبیح حالی تو ہر عاقل سمجھتا ہے، یہاں تک کہ شعراء بھی کہہ گئے ہیں:

ہر گیاہے کہ از زمیں روید ... وحدہٗ لاشریک لہ گوید

اور خود مذہب اہل سنت[1] میں مقرر ہو چکا، کہ تمام ذرات عالم کیلئے ایک نوع علم

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے باب فضل الاذان میں ہے:۔ الصحیح ان للجمادات والنباتات والحیوانات علما وادراکا وتسبیحا قال البغوی وھذا مذھب اھلسنت وتدل علیہ الاحادیث والاٰثار ویشھد لہ مکاشفۃ اھل المشاھدۃ والاسرار التی ھی کالانوار والمعتمد فی المعتقد ان شہادۃ الاعضاء بلسان القال وما ورد عن الشارع یحمل علی ظاہرہ ما لم یصرف عنہ صارف ... والرضا فیہ ھو منا کرالاخفی اھ ملتقطا ۱۲ منہ

دادراک وسمع وبصر حاصل ہے مولوی معنوی قدس سرہ نے مثنوی شریف میں اس مضمون کو خوب مشرح ادا فرمایا اور اس پر قرآن و[1] حدیث کے صدہا نصوص ناطق جنہیں جمع کروں تو ان شاء اللہ تعالیٰ پانسو سے کم نہ ہوں گے ان سب کو بلا وجہ ظاہر سے پھیر کر تاویل کرنا قانون عقل و نقل سے خروج بلکہ صراحۃ سفاہات مبتدعین میں ولوج ہے خصوصاً وہ نصوص[2] جو صریح مفسر ہیں کہ تاویل کی گنجائش ہی نہیں رکھتے مقام اجنبی نہ ہوتا تو میں اس مسئلہ کا قدرے ایضاح کرتا۔

ثانیاً:۔ اقوال مذکورہ سے یہ بھی منصۂ ثبوت پر جلوہ گر ہوا کہ اہل قبور کی قوت سامعہ اس درجہ تیز وصاف وقوی تر ہے کہ نباتات کی تسبیح جسے اکثر احیا نہیں سنتے وہ بلا تکلف سنتے اور اُس سے انس حاصل کرتے ہیں پھر انسان کا کلام تو واضح واظہر ہے واللہ تعالیٰ الہادی۔

قول (۵۹ تا ۶۲) مجمع البرکات میں مطالب[۵۹] المومنین سے اور کنز[۶۰] العباد[۶۱] و فتاوی[۶۲] غرائب وغیرہا میں ہے:۔

وضع الورد والریاحین علی القبور حسن لانہ مادام	گلاب وغیرہ کے پھول قبروں پر ڈالنا خوب ہے کہ وہ جب تک تازہ رہیں گے

---

[1] فقیر نے اپنے فتاوے میں ان سے ایک جملہ صالحہ ذکر کیا اور صدہا کا پتہ دیا و باللہ التوفیق ۱۲ منہ

[2] مثلاً وہ حدیثیں جن میں صاف ارشاد ہوا کہ نہ کوئی جانور شکار کیا جائے نہ کوئی پیڑ کاٹا جائے جب تک تسبیح الٰہی میں غفلت نہ کرے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما صید صید ولا قطعت شجرۃ الا بتضییع التسبیح رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ بسند حسن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو الشیخ نے روایت کی ما اخذ طائر ولا حوت الا بتضییع التسبیح اسحاق بن راہویہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ان کے پاس ایک زاغ لایا گیا جس کے شہپر سالم وکامل تھے دیکھ کر فرمایا میں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا الصید صید ولا

رطبًا يسبح ويكون للميت انس بتسبيحه۔	تسبیح الٰہی کریں گے تسبیح سے میت کو انس حاصل ہوگا۔

فائدہ:۔ مطالب المؤمنین و جامع البرکات دونوں کتب مستندۂ مخالفین سے ہیں اس سے مولوی اسحاق نے مائۃ مسائل میں اور اس سے متکلم قنوجی وغیرہ نے استناد کیا۔

فصل ہفتم:۔ وہ اپنے زائروں کو دیکھتے پہچانتے اور ان کی زیارت پر مطلع ہوتے ہیں۔

قول (۶۳ و ۶۴):۔ مولینا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مسلک متقسط شرح منسک متوسط پھر فاضل ابن عابدین حاشیہ شرح تنویر میں فرماتے ہیں:۔

من اداب الزیارۃ ما قالوا من انہ یأتی الزائر من قبل رجلی المتوفی لا من قبل رأسہ لانہ اتعب لبصر المیت بخلاف الاول لانہ یکون مقابل بصرہ۔	زیارت قبور کے ادب سے ایک بات یہ ہے جو علماء نے فرمائی کہ زیارت کو قبر کے پائینتی سے جائے نہ سرہانے سے کہ اس میں میت کی نگاہ کو مشقت ہوگی (یعنی سر اٹھا کر دیکھنا پڑے گا) اور پائینتی سے جائے گا تو اس کی نظر کے خاص سامنے ہوگا۔

قول (۶۵) مدخل میں فرمایا:۔

کفی فی ھذا بیانًا قولہ علیہ الصلوۃ والسلام المؤمن ینظر بنور اللہ انتھی ونور اللہ لا یحجبہ شیء ھذا فی حق الاحیاء من المؤمنین فکیف	اس امر کے ثبوت میں کہ اہل قبور کو احوال احیاء پر علم و شعور ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمانا بس ہے کہ مسلمان خدا کے نور سے دیکھتا ہے اور خدا کے نور کو کوئی چیز پردہ نہیں ہوتی جب

من كان منهم في الدار الاٰخرة۔ — زندگی دنیا کا یہ حال ہے تو ان کا کیا پوچھنا جو آخرت کے گھر یعنی برزخ میں ہیں۔

قول (۶۶) شیخ محقق جذب القلوب میں امام علامہ صدر الدین قونوی سے نقل فرماتے ہیں:۔

"درمیان قبور سائر مومنین و ارواح ایشاں نسبت خاصی است مستمر کہ بداں زائران را می شناسند و سلام برایشان می کنند بدلیل استحباب زیارت در جمیع اوقات۔

شیخ فرماتے ہیں علامہ ممدوح نے بہت احادیث سے اس معنی کو ثابت کیا۔

قول (۶۷):۔ انیس الغریب میں فرمایا ع

ويعرفون من اتاهم زائرا:۔

جو زیارت کو آتا ہے مردے اسے پہچانتے ہیں

قول (۶۸) تیسیر میں ہے:۔

الشعور باق حتى بعد الدفن حتى انه يعرف زائره۔ — شعور باقی ہے یہاں تک کہ بعد دفن بھی یہاں تک کہ اپنے زائر کو پہچانتا ہے

قول (۶۹) لمعات و اشعۃ اللمعات و جامع البرکات میں ہے در اللفظ للوسطی:۔

"در روایات آمدہ است کہ دادہ میشود برائے میت روز جمعہ علم و ادراک بیشتر از انچہ دادہ میشود در روزہائے دیگر تا آنکہ می شناسد زائر را بیشتر از روز دیگر۔

شرح سفر السعادۃ میں مفصل و منقح تر فرمایا:۔

"دگر خاصیت سی ام آنکہ روز جمعہ ارواح مومناں بقبور خویش نزدیک میشود نزدیک شدن معنوی و تعلق و اتصال روحانی نظر و

مشابہ اتصالی کہ ببدن دارد و زائران راکہ نزدیک قبرمی آیند می شناسند وخود ہمیشہ می شناسند ولیکن دریں روز شناختن زیادت بہ شناخت سائر ایام است از جہت نزدیک شدن بقبور لاید شناخت از نزدیک بیشتر و قوی تر باشد از شناختِ دور و در بعض روایات آمدکہ ایں شناخت دراول روز بیشتر است از آخرآں ولہٰذا زیارت قبور دریں وقت مستحب تر است وعادت در حرمین شریفین ہمین است۔

اقول:۔ ولاعطر بعد عروس۔

قول (۱۰۷):۔ شیخ محقق الاسلام نے فرمایا واللفظ للشیخ فی جامع البرکات:۔

"تحقیق ثابت شدہ است بآیات واحادیث کہ روح باقی است واورا علم وشعور بزائران واحوال ایشاں ثابت است و ایں امرلیست مقرر در دین۔

قول (۲۰۷) تیسیر میں زیر حدیث من زار قبر ابویہ نقل فرمایا:۔

ھذا نص فی ان المیت	یہ حدیث نص ہے اس بات میں
یشعر بمن یزورہ والالما	کہ مردہ زائر پر مطلع ہوتا ہے ورنہ
صح تسمیتہ زائرا واذا	اسے زائر کہنا صحیح نہ ہوتا کہ جس کی
لم یعلم المزور بزیارۃ	ملاقات کو جائیے جب اسے خبر
من زارہ لم یصح ان یقال	ہی نہ ہو تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس
زارہ ھذا ھوالمعقول	سے ملاقات کی تمام عالم اس لفظ
عند جمیع الامم۔	سے یہی معنی سمجھتا ہے۔

قول (۳۰۷ و ۴۰۷)۔ اشعۃ اللمعات آخر باب الجنائز میں شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی سے زیر حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ آغاز نوع دوم مقصد دوم میں گزری نقل فرمایا:۔

"دریں حدیث دلیلی واضح ست بر حیات ست وعلم وی و آنکہ

واجب است احترام میت نزد زیارت وی خصوصاً صالحان ومراعات ادب بر قدر مراتب ایشاں چنانکہ درحالتِ حیات ایشاں۔

پھر کتاب الجہاد لمعات میں اسے ذکر کرکے لکھا:۔

ھل ھذا الا اثبات العلم والادراک۔	یہ اگر میت کے لیے علم وادراک ثابت کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔

فصل ہشتم:۔ وہ اپنے زائروں سے کلام[1] کرتے اور ان کے سلام وکلام کا جواب دیتے ہیں۔

قول (۵ تا ۸) امام یافعی پھر امام سیوطی امام محب الدین طبری شارح تنبیہ سے ناقل ہیں امام اسمٰعیل حضرمی کے ساتھ مقبرہ زبیدہ میں تھا۔

فقال لی یا محب الدین	انہوں نے فرمایا اے محب الدین
اتؤمن بکلام الموتیٰ قلت	آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مردے کلام
نعم فقال ان صاحب ھذا	کرتے ہیں میں نے کہا ہاں کہا اس
القبر یقول لی انا من حشو	قبر والا مجھ سے کہہ رہا ہے کہ میں
الجنۃ۔	جنت کی بھرتی سے ہوں۔

تنبیہ:۔ اس روایت کے لانے سے یہ غرض نہیں کہ اس میت نے امام اسمٰعیل سے کلام کیا کہ ایسی روایات تو صدہا ہیں اور ہم پہلے کہہ آئے کہ وقائع جزئیہ شمار نہ کریں گے بلکہ محل استدلال یہ ہے کہ وہ دونوں امام احیا سے اموات کے کلام کرنے پر اعتقاد رکھتے تھے اور ان دونوں اماموں نے اسے استناداً نقل فرمایا۔

تذییل:۔ امام یافعی امام سیوطی انہیں اسمٰعیل قدس سرہ الجلیل سے حاکی بعض مقابر یمن پر ان کا گزر ہوا بشدت روئے اور سخت مغموم ہوئے پھر کھل کھلا

---

[1] تنبیہ جواب سلام کا ایک قول فصل ہفتم میں علامہ قونوی سے گزرا ۱۲ منہ۔

کر ہنسے اور نہایت شاد ہوئے کسی نے سبب پوچھا فرمایا میں نے اس مقبرہ والوں کو عذاب قبر میں دیکھا رو یا اور جناب الٰہی سے گڑگڑا کر عرض کی حکم ہوا :۔

قد شفعناك فیھم۔	ہم نے تیری شفاعت ان کے حق میں قبول فرمائی۔

اس پر قبر والی مجھ سے بولی :۔

وانا معھم یا فقیہ اسمٰعیل	مولانا اسمٰعیل میں بھی انہیں میں ہوں
انا فلان المغنیۃ۔	فلانی گائن ہوں

میں نے کہا :۔

وانت معھم ؟	تو بھی ان کے ساتھ ہے۔

اس پر مجھے ہنسی آئی۔ اللّٰھم اجعلنا ممن رحمتہ باولیائك آمین

قول (۷۹) زہر الربٰی شرح سنن نسائی میں نقل فرمایا :۔

ان للروح شانا اخر فتکون	روح کی شان جدا ہے یا آنکہ ملاء اعلیٰ
فی الرفیق الاعلی وھی متصلۃ	میں ہوتی ہے پھر بھی بدن سے ایسی
بالبدن بحیث اذا سلم المسلم	متصل ہے کہ جب سلام کرنے والا
علی صاحبہا رد علیہ السلام	سلام کرے جواب دیتی ہے لوگوں کو
وھی فی مکانہا ھناك الی ان	دھوکا اس میں یوں ہوتا ہے کہ بے
قال انما یاتی الغلط ھھنا من	دیکھی چیز کو محسوسات پر قیاس کر کے
قیاس لغائب علی الشاھد فیعتقد ان	روح کا حال جسم کا سا سمجھتے ہیں کہ
الروح من جنس ما یعھد من الاجسام	جب ایک مکان میں ہو اسی وقت
التی اذا شغلت مکانا لم یمکن	دوسرے میں نہیں ہو سکتی حالانکہ یہ
ان تکون فی غیرہ وھذا غلط محض۔	محض غلط ہے۔

قول (۸۰) علامہ زرقانی شرح مواہب میں نقل فرماتے ہیں :۔

رد السلام علی المسلم من الانبیاء	انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جواب

حقیقی بالروح والجسد بجملته
ومن غیر الانبیاء والشهداء
باتصال الروح بالجسد
اتصالا یحصل بواسطته
التمکن من الرد مع کون
ارواحهم لیست فی اجسادهم
وسواء الجمعة وغیرها علی
الاصح لکن لا مانع من ان
الاتصال فی الجمعة والیومین
المکتنفین به اقوی من الاتصال
فی غیرها من الایام اھ ملخصاً

سلام سے مشرف فرمانا تو حقیقی ہے
کہ روح و بدن دونوں سے ہے اور
انبیاء و شہداء کے سوا اور مومنین میں
یوں ہے کہ ان کی روحیں اگرچہ بدن
میں نہیں تاہم بدن سے ایسا اتصال
رکھتی ہیں جس کے باعث جواب
سلام پر انہیں قدرت ہے اور مذہب
اصح یہ ہے کہ جمعہ وغیرہ سب دن
برابر ہیں ہاں اس کا انکار نہیں کہ
پنجشنبہ و جمعہ و شنبہ میں اور دنوں
کی بہ نسبت اتصال اقوی ہے۔

قول (۸۱ و ۸۲) شرح الصدور و طحطاوی حاشیہ مراقی میں نقل فرمایا:-

الاحادیث والآثار تدل
علی ان الزائر متی جاء علم
به المزور وسمع سلامه و
انس به ورد علیه وهذا عام
فی حق الشهداء وغیرهم
وانه لا توقیت فی ذلك

احادیث و آثار دلیل ہیں کہ جب
زائر آتا ہے مردے کو اس پر علم ہوتا
ہے اس کا سلام سنتا اور اس سے
انس کرتا اور اس کو جواب دیتا ہے
اور یہ بات شہدا و غیر شہداء سب میں
عام ہے نہ اس میں کچھ وقت کی خصوصیت[1]
کہ بعض وقت ہو اور بعض وقت نہیں۔

قول (۸۳) بنایہ حاشیہ ہدایہ میں دربارہ حدیث تلقین موتی فرمایا:-

---

[1] انہیں امام جلیل نے انیس الغریب میں فرمایا و سلموا ردوا علی المسلم۔ فی ای یوم قالہ ابن القیم۔ مردے سلام کے جواب میں سلام کرتے ہیں کوئی دن ہو جیسا کہ ابن قیم نے تصریح کی ۱۲ منہ۔

عند اھل السنۃ ھذا علی	اہلسنت کے نزدیک یہ اپنی حقیقت پر
الحقیقۃ لانہ یجیب علی	ہے اس لیے کہ مردہ تلقین کا جواب دینا
ماجاءت بہ الآثار۔	ہے جیسا کہ احادیث میں آیا۔

فصل نہم:۔ اولیا کی کرامتیں اولیا کے تصرف بعد وصال بھی بدستور ہیں۔

قول (۸۴)۔ امام نووی نے اقسام زیارت میں فرمایا ایک زیارت بغرض حصول برکت ہوتی ہے یہ مزارات[۱] اولیا کے لیے سنت ہے اور ان کے لیے برزخ میں تصرفات و برکات بیشمار ہیں وستقف علی ذلک انشاء اللہ تعالیٰ۔

قول (۸۵ و ۸۶)۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا تفسیر کردہ است بیضاوی آیۂ کریمہ والنّٰزعٰت غرقًا الآیہ:۔

"را بصفات نفوس فاضلہ در حال مفارقت از بدن کہ کشیدہ میشوند از ابدان و نشاط میکنند بسوی عالم ملکوت و سیاحت میکنند در آن پس سبقت میکنند بحظائر قدس پس میگردند بشرف و قوت از مدبرات۔

قول (۸۷)۔ علامہ نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ میں فرمایا:۔

کرامات الاولیاء باقیۃ بعد	اولیا کی کرامتیں بعد انتقال بھی باقی
موتھم ایضًا ومن زعم خلاف	ہیں جو اس کے خلاف زعم کرے وہ
ذلک فھو جاھل متعصب و	جاہل ہٹ دھرم ہے ہم نے ایک
لنا رسالۃ فی خصوص اثبات	رسالہ خاص اسی امر کے ثبوت میں
الکرامۃ بعد موت الولی اھ ملخصًا	لکھا ہے۔

قول (۸۸ و ۸۹)۔ شیخ مشایخنا رئیس المدرسین بالبلد الامین مولینا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاوے میں فرماتے ہیں:۔

---

[۱] ف زیارت گاہی از جہت انتفاع باہل قبر بود چنانچہ در زیارت قبور صالحین آثار آمدہ ۱۲ جذب القلوب۔

قال العلامة الغنیمی وھو	علامہ غنیمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہ محققین
خاتمة محققی الحنفیة اذا	حنفیہ کے خاتم ہیں فرمایا جب ثابت
کان مرجع الکرامات الی	ہو چکا کہ مرجع کرامات قدرت الٰہی
قدرة اللہ تعالیٰ کما تقرر	کی طرف ہے تو اولیا کی حیات و وفات
فلا فرق بین حیاتھم ومماتھم	میں کچھ فرق نہیں تمام علمائے اسلام
(الی ان قال) قد اتفقت کلمات	یک زبان فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی
علماء الاسلام قاطبة علی ان	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزے
معجزات نبینا صلی اللہ تعالیٰ	محدود نہیں کہ حضور ہی کے معجزات
علیہ وسلم لا تنحصر لان منھا	سے ہیں وہ سب کرامتیں جو اللہ تعالیٰ
ما اجراہ اللہ تعالیٰ ویجریہ	نے اپنے اولیائے زندہ و مردہ سے
لاولیائہ من الکرامات احیاءً	جاری کیں اور قیامت تک ان سے
واموتاً الی یوم القیمة۔	جاری فرمائے گا۔

قول (۹۰) اس میں امام شیخ الاسلام شہاب رملی سے منقول:۔

معجزات الانبیاء وکرامات	انبیا کے معجزے اور اولیا کی کرامتیں
الاولیاء لا تنقطع بموتھم۔	ان کے انتقال سے منقطع نہیں ہوتیں۔

قول (۹۱ و ۹۲) امام ابن الحاج مدخل میں امام ابو عبداللہ بن نعمان کی کتاب مستطاب سفینۃ النجا لاہل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء سے ناقل:۔

تحقق لذوی البصائر والاعتبار	اہل بصیرت و اعتبار کے نزدیک
ان زیارة قبور الصالحین	محقق ہو چکا ہے کہ قبور صالحین کی
محبوبة لاجل التبرک مع	زیارت بغرض تحصیل برکت و عبرت
الاعتبار فان برکة الصالحین	محبوب ہے کہ ان کی برکتیں جیسے
جاریة بعد مماتھم کما	زندگی میں جاری تھیں بعد وصال
کانت فی حیاتھم۔	بھی جاری ہیں۔

قول (۹۳) - جامع البرکات میں ارشاد فرمایا:-

"اولیاء را کرامات و تصرفات در اکوان حاصل است و آن نیست مگر ارواح ایشاں را چوں ارواح باقی است بعد از ممات نیز باشد۔

قول (۹۴) کشف الغطا میں ہے:-

"ارواح کمل کہ در حین حیات ایشان بسبب قرب مکانت و منزلت از رب العزۃ کرامات و تصرفات و امداد داشتند بعد از ممات چوں ہماں قرب باقیست نیز تصرفات دارند چنانکہ در حین تعلق بجسد داشتند یا بیشتر از ان۔

قول (۹۵ و ۹۶) - شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:-

"یکے از مشایخ[1] عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشایخ تصرف میکنند در قبور خود مانند تصرفہائے شان در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف و عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما و دو کس[2] دیگر را از اولیاء شمرد و مقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ و یافتہ است گفتہ۔

فصل دہم:- الحمدللہ برزخ میں بھی ان کا فیض جاری اور غلاموں کے ساتھ وہی شان امداد و یاری ہے۔

قول (۹۷) - امام اجل عبدالوہاب شعرانی قدس اللہ سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ارشاد فرماتے ہیں:-

جمیع الائمۃ المجتہدین — تمام ائمہ مجتہدین اپنے پیروؤں کی

---

[1] یعنی حضرت سعدی علی قرشی قدس سرہ العزیز کما روی عنہ الامام نور الدین ابوالحسن علی فی بہجۃ الاسرار بسندہ الیہ ۱۲ منہ۔

[2] یعنی حضرت شیخ عقیل منبجی و حضرت حیوۃ بن قیس حرانی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہما کما فی البہجۃ ۱۲ منہ۔

يشفعون فی اتباعهم و
یلاحظونهم فی شدائدهم
فی الدنیا والبرزخ ویوم القیمة
حتی یجاوزوا الصراط۔

شفاعت کرتے ہیں اور دنیا و برزخ
و قیامت ہر جگہ کی سختیوں میں ان پر
نگاہ رکھتے ہیں یہاں تک کہ صراط سے
پار ہو جائیں۔

اسی امام اجل نے اسی کتاب اجل میں فرمایا:۔

قد ذکرنا فی کتاب الاجوبة
عن ائمة الفقهاء والصوفیة
ان ائمة الفقهاء والصوفیة
کلهم یشفعون فی مقلدیهم
ویلاحظون احدهم عند
طلوع روحه وعند سوال منکر
ونکیر له وعند النشر والحشر
والحساب والمیزان والصراط
ولا یغفلون عنهم فی موقف
من المواقف ولما مات
شیخنا شیخ الاسلام الشیخ
ناصر الدین اللقانی رأه
بعض الصالحین فی المنام
فقال له ما فعل الله
بك فقال لما اجلسنی
الملكان فی القبر لیسألانی
اتاهم الامام مالك
فقال مثل هذا یحتاج

ہم نے کتاب الاجوبہ عن الائمۃ الفقہاء
والصوفیہ میں ذکر کیا ہے کہ تمام ائمہ
فقہاء و صوفیہ اپنے اپنے مقلدوں کی
شفاعت کرتے ہیں اور جب ان کے
مقلد کی روح نکلتی ہے جب منکر نکیر
اس سے سوال کو آتے ہیں جب اس کا
حشر ہوتا ہے جب نامۂ اعمال کھلتے
ہیں جب حساب لیا جاتا ہے جب
عمل تلتے ہیں جب صراط پر چلتا ہے
غرض ہر حال میں اس کی نگہبانی فرماتے
ہیں اور کسی جگہ اس سے غافل نہیں
ہوتے ہمارے استاذ شیخ الاسلام
امام ناصر الدین لقانی مالکی رحمہ اللہ
کا جب انتقال ہوا بعض صالحوں نے
انہیں خواب میں دیکھا پوچھا اللہ تعالیٰ
نے ان کے ساتھ کیا کیا کہا جب منکر نکیر
نے مجھے سوال کے لیے بٹھایا امام
مالک تشریف لائے اور ان سے فرمایا

الیٰ سوال فی ایمانہ باللہ	ایسا شخص بھی اس کی حاجت رکھتا ہے
ورسولہ تنحیا عنہ	کہ اس سے خدا و رسول پر ایمان کے بارے
فتنحیا عنی اھ واذا کان	میں سوال کیا جائے الگ ہو اس کے
مشائخ الصوفیۃ	پاس سے یہ فرماتے ہی نکیرین مجھ سے
یلاحظون اتباعھم	الگ ہو گئے اور جب مشایخ کرام
ومریدایھم فی جمیع	صوفیہ قدست اسرارہم ہر ہول و سختی
الاھوال والشدائد	کے وقت دنیا و آخرت میں اپنے
فی الدنیا والاخرۃ	پیروؤں اور مریدوں کا لحاظ رکھتے
فکیف بائمۃ المذاھب	ہیں تو ان پیشوایانِ مذاہب کا کہنا
الذین ھم اوتاد الارض	ہی کیا ہے جو زمین کی میخیں ہیں اور دین
وارکان الدین وامناء	کے ستون اور شارع صلی اللہ تعالیٰ
الشارع صلی اللہ تعالیٰ	علیہ وسلم کی امت پر اس کے امین رضی
علیہ وسلم علی امتہ	اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اللہ اکبر اللہ اکبر
رضی اللہ تعالیٰ اجمعین۔	وللہ الحمد۔ ۵

حسبی من الخیرات ما اعددتہ یوم القیمۃ فی رضی الرحمٰن
دین النبی محمد خیر الوری ثم اعتقادی مذھب النعمٰن
ودادتی وعقیدتی ومحبتی للشیخ عبد القادر الجیلانی

وی بخاک رضا شدم گفتم کہ تو چونی کہ ما چناں شدہ ایم
ہمہ روز از غمت بفکر فضول ہمہ شب در خیال بیہدہ ایم
خیری گو بباز تلخی مرگ گفت ما جام تلخ کم زدہ ایم
قادریت بکام ما کردند سنیت را گدای میکدہ ایم
شیر بودیم و شہد افزودند ما سراپا حلاوت آمدہ ایم

تنبیہ نبیہ:۔ ہاں مقلدان ائمہ کو خوشی و شادمانی اور ان کے مخالفوں کو

حسرت و پشیمانی مگر حاشا صرف فروع میں تقلید سے تبع نہیں ہوتا پہلے ہم امر عقائد ہے جو اس میں ائمۂ سلف کے خلاف ہو تو یہ کہاں وہ اور کہاں اتباع یوں تو بہتیرے معتزلی حنفیت بنلاتے ہیں بعض زیدیہ روافض شافعی کہلاتے ہیں بہت مجسمہ موجمہ حنبلی کہے جاتے پھر کیا ارواح طیبۂ حضرات عالیہ امام اعظم و امام شافعی و امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان سے خوش ہوں گے کلا و اللہ ان گمراہوں کا انتساب ایسا ہے جیسے روافض اپنے آپ کو امامیہ کہتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے بیزار روح پاک ائمۂ اطہار ہے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یونہی نجد کے حنبلی ہند کے حنفی جو مخترعان مذہب جدید و متبعان قرن طریدہ ہوئے ہرگز حنبلی و حنفی نہیں بلکہ حبلی[۱] و جنفی[۲] ہیں فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اپنے قصیدہ اکسیر اعظم کی شرح مجیر معظم ۱۳۰۲ میں غلامان سرکار قادری کے فضائل اور ان کے لیے جو عظیم امیدیں ہیں لکھ کر گزارش کی :-

"اما ہوس کارانیکہ نزد ایشاں اتباع ہوائے نفس کمال تصوف درو احکام شرع تمنائے تعرف مناہی و ملاہی موصل الی اللہ و تباہی و دواہی ریاضت ایں راہ روزہا دارند اما یکروز و نمازہا گزارند یعنی ترک کردن و نہ آنکہ ازینہا با کی دارند یا سرے خارند بلکہ فارغ زیند و حیائی ندارند و خود ازینہا چہ حکایت و از بدعت چہ شکایت کہ متہوران ایشان ضروریات دین را خلاف کنند و بدعوی اسلام بر عقائد اسلام خندہ زنند من و حدائی من کہ اینان نہ قادری باشند و نہ چشتی بلکہ غادری باشند و زشتی ع سایہ شان دور باد از ما دور الخ اھ ملخصا

معہذا بالفرض اگر ایک فریق منکرین باعتبار فروع مقلدین سہی تاہم جب ان کے نزدیک ارواح گزشتگاں مثل جماد اور محال امداد اور شرک استمداد تو وہ اس

---

۱ ؎ حبل بفتحین بمعنے غضب ۱۲ منہ -

۲ ؎ جنف بفتحین میل و جور ۱۲ منہ -

قایل کماں کہ ارواح ائمۂ شان پر نظر فرمائیں سنت الیہ ہے کہ منکر کو محروم رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے :۔

انا عند ظن عبدی بی۔ (رواہ البخاری)

میں بندے سے وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے۔

جب ان کے گمان میں امداد محال تو ان کے حق میں ایسا ہی ہوگا ع

گر بر تو حرام است حرامت بادا

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث متواترہ میں فرماتے ہیں :۔

شفاعتی یوم القیمۃ حق فمن لم یؤمن بھا لم یکن من اھلھا۔

میری شفاعت روز قیامت حق ہے جو اس پر ایمان نہ لائے گا اس کے اہل سے نہ ہوگا۔

(رواہ ابن منیع عن زید بن ارقم وبضعۃ عشر من الصحابۃ رضوان اللہ اجمعین اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ان کی شفاعتوں سے بہرہ مند فرمائے آمین اللھم آمین۔

قول (۹۸ تا ۱۰۰)۔ امام[۹۸] غزالی قدس سرہ العالی پھر شیخ[۹۹] محقق پھر شیخ[۱۰۰] الاسلام فرماتے ہیں واللفظ لشرح المشکوٰۃ :۔

" حجۃ الاسلام امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ میشود بوی در حیات استمداد کردہ میشود بوی بعد از وفات۔

قول (۱۰۱ و ۱۰۲) امام ابن حجر مکی پھر شیخ[۱۰۲] نے شروح مشکوٰۃ میں فرمایا :۔

" صالحاں را مدد بلیغ است زیارت کنندگان خود را باندازہ ادب ایشاں "

قول (۱۰۳)۔ امام علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اہلسنت کے نزدیک علم و ادراک موتی کی تحقیق کر کے فرمایا :۔

ولھذا ینتفع بزیارۃ قبور

اسی لیے قبور اولیا کی زیارت اور

الابرار والاستعانة من نفوس الاخیار۔

ارواح طیبہ سے استعانت نفع دیتی ہے۔

قول (۱۰۴ و ۱۰۵) ۔ ردالمحتار میں امام غزالی سے ہے:۔

انهم متفاوتون فی القرب من الله تعالیٰ و نفع الزائرین بحسب معارفهم واسرارهم۔

ارواح طیبہ اولیائے کرام کا حال یکساں نہیں بلکہ وہ متفاوت ہیں اللہ سے نزدیک اور زائرین کو نفع دینے میں موافق اپنے معارف واسرار کے

قول (۱۰۶) ۔ امام ابن الحاج مکی مدخل فرماتے ہیں:۔

ان کان المیت المزار ممن ترجی برکته فیتوسل الی الله تعالیٰ به یبدأ بالتوسل الی الله تعالیٰ بالنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذ هو العمدة فی التوسل والاصل فی هذا کله والمشرع له۔ ثم یتوسل باهل تلك المقابر اعنی بالصالحین منهم فی قضاء حوائجه ومغفرة ذنوبه ویکثر التوسل بهم الی الله تعالیٰ لانه سبحانه تعالیٰ اجتباهم وشرفهم وکرمهم فکما نفع بهم فی الدنیا ففی الآخرة اکثر فمن اراد

یعنی اگر صاحب مزار ان لوگوں میں ہے جن سے امید برکت کی جاتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ کرے پہلے حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل کرے کہ حضور ہی توسل میں عمدہ اور ان سب باتوں میں اصل اور توسل کے مشروع فرمانے والے ہیں پھر صالحین اہل قبور سے اپنی حاجت روائی و بخشش گناہ میں توسل اور اس کی تکرار و کثرت کرے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں چنا اور فضیلت و کرامت بخشی تو جس طرح دنیا میں ان کی ذات سے نفع پہنچا یا یونہی بعد انتقال اس سے زیادہ پہنچائے گا تو جسے

حاجة فليذهب اليهم ويتوسل بهم فانهم الواسطة بين الله تعالى وخلقه وقد تقرر في الشرع وعلم ما لله تعالى بهم من الاعتناء وذلك كثير مشهور وما زال الناس من العلماء والاكابر كابرا عن كابر مشرقا ومغربا يتبركون بزيارة قبورهم ويجدون بركة ذلك حسا ومعنى اھ ملخصا۔

کوئی حاجت منظور ہو ان کے مزارات[1] پر حاضر ہو اور ان سے توسل کرے کہ یہی واسطہ ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق میں اور بیشک شرع میں مقرر و معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ کو ان پر کیسی عنایت ہے اور یہ خود بکثرت و شہرت ہے اور ہمیشہ علمائے اکابر خلف و سلف مشرق و مغرب میں ان کی زیارت قبور سے تبرک کرتے اور ظاہر و باطن میں اس کی برکتیں پاتے رہے ہیں۔

قول (۱۰۷ تا ۱۰۹)۔ اشعہ میں فرمایا:۔

" سیدی احمد بن زروق کہ از اعاظم فقہاء و علماء و مشایخ دیار مغرب است گفت روزی شیخ ابو العباس حضرمی[۱] از من پرسید امداد حی قوی است یا امداد میت قویست من گفتم قومی میگویند کہ امداد حی قوی تر است ومن میگویم کہ امداد میت قوی تر است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وی در بساط حق است و در حضرت اوست (قال) ونقل دریں معنی ازیں طائفہ بیشتر ازاں است کہ حصر و احصا کردہ شود و یافتہ نمی شود در کتاب و سنت و اقوال سلف صالح چیزیکہ منافی و مخالف ایں باشد و رد کند ایں را الخ۔

قول (۱۱۰) ساسی میں ہے:۔

[1] قصد زیارت مقربان آن درگاہ و منتسبان آنجناب و استفاضہ خیرات و برکات از ایشاں نماید موجب مزید خیر و زیادت ثواب خواہد بود والسلام ۱۲ منہ جذب القلوب۔

"بسیارے را فیوض و فتوح از ارواح رسیدہ واین طائفہ را در اصطلاح ایشان اویسی خوانند

قول (۱۱۱ و ۱۱۲) شیخ الاسلام امام فخر الدین رازی سے ناقل:۔

"چوں می آید زائر نزد قبر حاصل میشود نفس او را تعلقی خاص بقبر چنانچہ نفس صاحب قبر را بسبب این دو تعلق حاصل میشود میان ہر دو نفس ملاقات معنوی و علاقہ مخصوص پس اگر نفس مزور قوی تر باشد نفس زائر مستفیض میشود و اگر بعکس بود بر عکس شود۔

قول (۱۱۳ و ۱۱۴) مولینا جامی قدس سرہ السامی حضرت سیدی امام اجل علاؤ الدولہ سمنانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ناقل:۔

"درویشی از شیخ سوال کرد کہ چوں بدن را در خاک ادراک نیست و در عالم ارواح حجاب نیست چرا احتیاج است بسر خاک رفتن چہ در ہر مقامیکہ توجہ کند بروح بزرگی ہمان باشد کہ بسر خاک شیخ فرمود فائدہ بسیار دار دیکی آنکہ چوں بزیارت کسی میرود چندانکہ میرود توجہ او زیادہ میشود چوں بسر خاک رسد بحس مشاہدہ کند خاک او را حس او نیز مشغول او شود و بکلی متوجہ گردد و فائدہ بیشتر دہد و دیگر آنکہ ہر چند ارواح را حجاب نیست و ہمہ جہان او را یکیست اما بآن موضع تعلق بیشتر بود اھ ملخصاً"

قول (۱۱۵ و ۱۱۶) سیدی جمال مکی کے فتاوے میں امام شہاب الدین رملی سے منقول:۔

للانبیاء والرسل والاولیاء والصالحین اغاثۃ بعد موتہم	انبیاء و رسل و اولیاء و صالحین بعد رحلت بھی فریاد رسی فرماتے ہیں۔

فصل یاز دہم:۔

تصریحات علماء کہ سلام قبور دلیل قطعی سماع و فہم و علم و شعور ہے۔

قول (۱۱۷) امام عزالدین بن عبد السلام اپنے امالی میں فرماتے ہیں:۔

۱۱۷۔ امرنا بالسلام علی القبور ولولا ان الارواح تدرك لما كان فيه فائدة۔ — ہمیں حکم ہوا کہ قبور پر سلام کریں اگر روحیں سمجھتی نہ ہوتیں تو بیشک اس میں کچھ فائدہ نہ ہوتا۔

قول (۱۱۸)۔ امام ابو عمر ابن عبدالبر نے فرمایا:۔

احاديث زيارة القبور والسلام عليها وخطابهم مخاطبة الحاضر العاقل دالة على ذلك اھ ملخصًا — زیارت قبور اور ان پر سلام اور ان سے حاضر عاقل کی طرح خطاب کی حدیثیں اس پر دلیل ہیں۔

قول (۱۱۹) شرح الصدور میں مثل قولین سابقین منقول:۔

قد شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لامتہ ان یسلموا علی اھل القبور سلام من یخاطبونہ ممن یسمع ویعقل — بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے اہل قبور پر ایسا سلام مشروع فرمایا ہے جیسے سننے سمجھنے والوں سے خطاب کرتے ہیں۔

قول (۱۲۰) امام علامہ نووی منہاج میں امام قاضی عیاض کا قول درباره سماع موتی نقل کرکے فرماتے ہیں:۔

ھو الظاھر المختار الذی یقتضیہ احادیث سلام القبور — یہی ظاہر و مختار ہے جسے سلام قبور کی حدیثیں اقتضا کرتی ہیں۔

قول (۱۲۱)۔ علامہ مناوی نے اسی امر کی دلیل یوں نقل فرمائی:۔

فان السلام علی من لا یشعر محال۔ — کہ جو نہ سمجھے اس پر سلام اصلا معقول نہیں۔

قول (۱۲۲)۔ شیخ محقق مدارج النبوۃ میں سلام اموات کو حدیث سے نقل کرکے فرماتے ہیں:۔

"خطاب باکسیکہ نشنود و نفہمد معقول نیست و نزدیک ست کہ شمارکردہ شود از قبیلہ عبث چنانکہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفت۔

قول (۱۲۳)۔ مولانا علی قاری شرح اللباب میں دربارہ سلام زیارت فرماتے ہیں۔

من غیر رفع صوت ولا اخفاء بالکلیۃ	نہ بلند آواز سے ہو نہ بالکل آہستہ جس
تفوت الاسماع الذی ھو السنۃ	میں سنانا کہ سنت ہی فوت ہو جائے

فصل دوازدہم :۔

اہل قبور سے سوائے سلام اور انواع خطاب و کلام ہیں۔

قول (۱۲۴ تا ۱۲۷)۔ منسک[۱۲۴] متوسط و مسلک[۱۲۵] متقسط و اختیار[۱۲۶] شرح مختار و فتاوی[۱۲۷] عالمگیری میں ہے واللفظ للاخیرین فانہ ابسط۔ کہ بعد زیارت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہاتھ بھر ہٹ کر سر اقدس صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابل ہو اور بعد سلام عرض کرے :۔

جزاك الله عنا افضل ما	آپ کو اللہ تعالیٰ ہم سے جزا وعوض
جزی اماما عن امۃ نبیہ	نیک دے بہتر اس عوض کا جو کسی امام
ولقد خلفتہ باحسن خلف	کو اس کے نبی کی امت سے عطا فرمایا
وسلکت طریقہ ومنھاجہ	ہو بیشک آپ نے بہترین خلافت سے
خیر مسلك وقاتلت اھل	نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت
الردۃ والبدع ومھدت	کی اور بہترین روش سے حضور کی راہ
الاسلام ووصلت الارحام	و طریقہ پر چلے آپ نے اہل ارتداد و
ولم تزل قائلا للحق	بدعت سے قتال کیا آپ نے اسلام کو
ناصرا لاھلہ حتی اتاك	آراستگی دی آپ نے صلہ رحم فرمایا
الیقین۔	آپ ہمیشہ حق گو اور اہل حق کے ناصر
	رہے یہاں تک کہ آپ کو موت آئی۔

پھر ہٹ کر قبر مبارک حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاذی ہو اور بعد سلام عرض کرے :۔

جزاك الله عنا افضل الجزاء	اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر بدلہ دے اور

ورضي عمن استخلفك فقد نصر الاسلام والمسلمين حيا وميتا فكفلت الايتام ووصلت الارحام وقوي بك الاسلام وكنت للمسلمين اماما مرضيا وهاديا مهديا جمعت شملهم واغنيت فقيرهم وجبرت كسيرهم۔

ان سے راضی ہو جنہوں نے آپ کو خلیفہ کیا یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کہ انہوں نے اپنی زندگی اور موت دونوں حال میں اسلام و مسلمین کی رعایت فرمائی آپ نے یتیموں کی کفایت اور رحم کا صلہ کیا۔ اسلام نے آپ سے قوت پائی آپ مسلمانوں کے پسندیدہ پیشوا اور رہنما سے راہ یاب ہوئے آپ نے ان کا جتھا باندھا اور ان کے محتاجوں کو غنی کردیا اور ان کی شکستہ دلی دور فرمائی۔

اسی طرح کتب مناسک میں بہت تصریحیں اس کی ملیں گی۔

قول (۱۲۸ تا ۱۳۰) امام خطابی نے دربارۂ تلقین فرمایا:-

لا بأس به اذ ليس فيه الا ذكر الله تعالى وحسن الاعتقاد على الميت (الى قوله) وكلها حسن

اس میں کچھ حرج نہیں کہ وہ ہے کیا مگر اللہ تعالیٰ کی یاد اور میت پر عرض اعتقاد اور یہ سب خوب ہیں۔

نقله القاری فی المرقاۃ بعینہ[129] اسی طرح ذیل مجمع البحار[130] میں مذکور ہے وحسبنا اللہ العزیز الغفور وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ الی یوم النشور

فصل سیزدہم:-

بعد دفن میت کو تلقین اور اسے عقائد اسلام یاد دلانے میں یہ فصل فصل دوازدہم کی ایک صنف ہے کہ اس میں بھی میت سے سوائے سلام اور اکثر قسم کا خطاب و کلام ہے کما لا یخفی میں یہاں صرف علمائے حنفیہ کے اقوال شمار کروں گا کہ شافعیہ تو

تا طبتہ قائل تلقین ہیں الا من شاء اللہ۔

قول (۱۳۱ تا ۱۳۳) - امام زاہد صفاء نے کتاب مستطاب تلخیص الادلہ میں تصریح فرمائی کہ تلقین موتی مسلک اہلسنت ہے اور منع تلقین مذہب معتزلہ پر مبنی کہ وہ میت کو جماد مانتے ہیں۔ امام[۱۳۲] حاکم شہید نے کافی اور امام[۱۳۳] خبازی نے خبازیہ میں ان سے نقل فرمایا:۔

ان ھذا (ای منع التلقین) علی مذھب المعتزلۃ لان الاحیاء بعد الموت عندھم مستحیل اما عند اھل السنۃ فالحدیث ای لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ محمول علی حقیقتہ لان اللہ تعالی یحییہ علی ما جاءت بہ الاثار وقد روی عنہ علیہ الصلوۃ والسلام انہ امر بالتلقین بعد الدفن الخ۔ ذکرہ فی رد المحتار عن معراج الدرایۃ

قول (۱۳۴ و ۱۳۵) - در مختار میں جوہرہ نیرہ سے ہے:۔

انہ مشروع عند اھل السنۃ۔	بیشک تلقین اہلسنت کے نزدیک مشروع ہے۔

قول (۱۳۶) بنایہ شرح ہدایہ میں ہے:۔

کیف لا یفعل وقد روی عنہ علیہ الصلوۃ والسلام انہ امر بالتلقین بعد الدفن۔	تلقین کیونکر نہ کی جائے گی حالانکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہوا حضور نے بعد دفن تلقین کا حکم دیا۔

اور ان کا قول فصل ششم میں گزرا کہ اہل سنت کے نزدیک تلقین اپنی حقیقت پر ہے۔

قول (۱۳۷ و ۱۳۸) امام اجل شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا:۔

لا یؤمر بہ ولا ینھی عنہ۔	تلقین کا نہ حکم دیں نہ اس سے منع کریں

نقلہ فی البنایۃ وغیرھا علیہ[۱۳۸] میں اسے نقل کر کے فرمایا:۔

ظاھرہ انہ یباح۔	اس قول سے ظاہر اباحت ہے۔

قول (۱۳۹) - امام فقیہ النفس قاضیخان نے فرمایا:-

ان کان التلقین لاینفع لایضر ایضاً فیجوز۔
تلقین میں اگر کوئی نفع نہ ہو تو ضرر بھی نہیں پس جائز ہو گی۔

اثرہ المذکوران اور ظاہر ہے کہ نفی نفع برسبیل تنزل ہے۔

قول (۱۴۰ تا ۱۴۳) - صاحب عباب فرماتے ہیں:-

انی سمعت استاذی قاضیخان یحکی عن الامام ظہیر الدین انہ لقن بعض الائمۃ واوصانی بتلقینہ فلقنتہ فیجوز۔ (انقلہ فی شرح النقایۃ)
میں نے اپنے استاذ قاضیخاں کو سنا کہ امام[۱۴۱] اجل ظہیر الدین کبیر مرغینانی سے حکایت فرماتے تھے بعض[۱۴۲] ائمہ نے تلقین فرمائی اور مجھے اپنی تلقین کرنے کی وصیت کی کہ میں نے انہیں تلقین کی پس جواز ثابت ہوا۔

اسی طرح صاحب[۱۴۳] حقائق نے بتصریح اس کے کہ یہ تلقین بعد دفن تھی صاحب عباب سے نقل کیا، کما فی الحلیۃ

امام ابن امیر الحاج عبارت حقائق لکھ کر فرماتے ہیں یفید ان فعلہ راجح علی ترکہ (یہ کلام استحباب تلقین کا مفید ہے) پھر اس پر حدیث سے دلیل ذکر کر کے ائمۂ محدثین امام ابو عمرو بن الصلاح وغیرہ سے اس کا بوجہ شواہد و عمل قدیم علمائے شام قوت پانا نقل کرتے ہیں:

قول (۱۴۴ و ۱۴۵) مضمرات میں ہے:-

نحن نعمل بھما عند الموت وعند الدفن۔ (نقلہ فی الھندیۃ)
ہم دونوں تلقینوں پر عمل کرتے ہیں وقت نزع بھی اور وقت دفن بھی۔

قول (۱۴۶) ذیل مجمع البحار میں ہے:-

اتفق کثیر علی التلقین۔
بہت علما کا تلقین پر اتفاق ہے۔

قول (۱۴۷) نورالایضاح میں ہے:۔

تلقینہ فی القبر مشروع	مردے کو تلقین کرنا مشروع ہے۔

قول (۱۴۸ و ۱۴۹) علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں کتاب التجنیس والمزید سے ناقل:۔

التلقین بعد الموت فعلہ	ہمارے بعض مشائخ نے موت کے
بعض مشائخنا۔	بعد تلقین فرمائی۔

قول (۱۵۰ تا ۱۵۲) جامع الرموز میں جواہر[۱۵۱] سے منقول:۔

سئل القاضی[۱۵۲] مجد الکرمانی	قاضی مجد کرمانی سے دربارہ تلقین
عنہ قال ماراٰہ المسلمون	سوال ہوا فرمایا جو بات مسلمان
حسنًا فہو عند اللہ	اچھی سمجھیں خدا کے نزدیک اچھی ہے
حسن وروی فی ذالک	اور اس بارے میں دو حدیثیں
حدیثین۔	روایت کیں۔

قول (۱۵۳) طحطاوی حاشیہ مراقی میں علامہ حلبی سے منقول:۔

کیف لا یفعل مع انہ	تلقین کیونکر نہ کی جائے کی حالانکہ اس
لاضرر فیہ بل فیہ نفع	میں کوئی نقصان نہیں بلکہ میت کا
للمیت۔	فائدہ ہے۔

قول (۱۵۴) کشف الغطا میں ہے:۔

"بالجملہ بمقتضائے مذہب اہل سنت وجماعت تلقین مناسب"

پھر امام صفار کا ارشاد کہ:۔

"سزاوار آنست کہ تلقین کردہ شود میت بر مذہب امام اعظم وہر کہ تلقین نمیکند ونمیگوید بآن پس او بر مذہب اعتزال است کہ گویند میت جماد محض است وروح در قبر معاد نمیشود"

نقل کرکے فرمایا:۔

"و اینجا در کافی گفته کہ اگر مسلمان مرده است محتاج نیست بلقین وے بعد از موت وگر نہ فائده نمی کند تا تمام است چہ باوجود اسلام احتیاج بسوئے تلقین برائے ثابت داشتن دل باقیست چنانچہ در حدیث آمده کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد از دفن فرمودے استغفار کنید برادر خود را و سوال کنید برائے وی تثبت را بدرستیکہ الآن سوال کرده میشود ازوے الی آخره۔

قول (۱۵۵ و ۱۵۶)، علامہ زیلعی نے تبیین الحقائق میں دربارۂ تلقین پہلے استحباب پھر جواز پھر منع تینوں قول نقل کر کے استحباب پر دلیل قائم کی اور بیشک تعلیل دلیل اختیار و تعویل ہے۔

علامہ حامد افندی نے مغنی المستغنی عن سوال المفتی میں فرمایا۔

هو المهجر اذهو المحلى بالتعليل۔

ولہذا علامہ شامی افندی تبیین کا یہ کلام نقل کر کے فرماتے ہیں: ظاهره استدلاله للاول اختیاره یعنی قول استحباب پر دلیل قائم کرنے سے ظاہر یہی ہے کہ امام زیلعی اسی کو مذہب مختار جانتے ہیں۔

اور خود علامہ شامی کا کلام اختیار جواز و استحباب پر دلیل ہے کہ معراج الدرایہ سے عدم تلقین کا ظاہر الروایۃ ہونا نقل کر کے پھر اسی معراج سے بحوالہ کافی وخبازیہ امام صفار کا وہ ارشاد نقل کیا پھر فتح کا حوالہ دیا کہ انہوں نے حدیث تلقین کو اپنی حقیقت پر محمول کرنے کی بہت تائید فرمائی پھر غنیہ سے لائے کہ حدیث میں تجوز ہے مگر تلقین سے منع نہ کریں گے کہ میت کو مفید ہے۔

پھر زیلعی کے کلام سے یوں استظہار کیا اور شارح نے جو مشروعیت تلقین کو قول اہل سنت کہا اسے مقرر و مسلم رکھا واللہ تعالیٰ اعلم۔

نکتہ جلیلہ تتمیم کلام وازالۂ اوہام میں :۔

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول اے ذرا بالتحقیق طائفہ جدیدہ ان اقوال کے مقابل براہ تلبیس ومغالطہ منع تلقین کے اقوال پیش کر دیتے ہیں حالانکہ یہ محض جہالت بے مزہ ہے ہم یہاں نفس مسئلہ تلقین کی بحث میں نہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ ان علمائے مجوزین نے ادراک وسمع موتی مانا اور یہ امر اقوال مذکورہ سے یقیناً ثابت ذرا آنکھیں مل کر دیکھیں کہ ان ائمہ نے کیا چیز جائز مانی تلقین میت پھر یہ سیکھیں کہ تلقین کے معنے کیا ہیں تفہیم وتذکیر یعنی سمجھانا اور یاد دلانا کما فی حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی۔

پھر کسی ذی عقل سے پوچھیں کہ تفہیم وتذکیر جماد ودیوار کو ہوتی ہے یا سامع فہیم وہوشیار کو۔ حاشا وکلا ہر سمجھ دار بچہ جانتا ہے کہ سمجھانا اور یاد دلانا ہرگز متصور نہیں جب تک مخاطب سنتا سمجھتا نہ ہو اور جس کے اعتقاد میں ہو کہ مخاطب نہ عقل وفہم رکھتا ہے نہ یہ اکہا سنے پھر اس کے آگے بقصد تفہیم وتذکیر بات کرے وہ قطعاً مجنون ودیوانہ ہوگا لہذا یقیناً واجب کہ جو ائمہ وعلما استحباب خواہ جواز تلقین کے قائل ہوئے انہوں نے بلا شبہہ اموات کو بعد دفن بھی کلام احیا سننے سمجھنے والا مانا اور اسی قدر مقصود تھا بخلاف اقوال منع کہ وہ زنہار نہ مخالف کو مفید نہ ہمیں مضر کہ ترک تلقین کی علت کچھ انکار فہم وسماع ہی میں منحصر نہیں جس سے خواہی نخواہی سمجھا جائے کہ جو تلقین نہیں مانتا وہ میت کو سمیع وفہیم بھی نہیں جانتا کیا ممکن نہیں کہ اس کی وجہ بعض کے نزدیک عدم ثبوت ہو جیسا کہ حلیہ میں ہے :۔

نص الشیخ عز الدین بن عبد السلام علی انہ بدعۃ

دیکھو امام عز الدین شافعی اس وجہ سے قائل تلقین نہ ہوئے کہ ان کے نزدیک بدعت تھی حالانکہ یہ وہی امام عز الدین ہیں جن کا ارشاد قول ۱۷ میں گزرا کہ مردے کو ہمارا کلام نہ سمجھتے ہوتے تو سلام قبور محض لغو تھا۔ یونہی کیا ممکن نہیں کہ منع کی وجہ

ان کی رائے میں عدم فائدہ ہو بایں معنی کہ مردہ با ایمان گیا تو خود رحمت الٰہی اسے بس ہے وہ بتوفیق ربانی آپ ہی صحیح جواب دے گا۔

قال اللہ تعالیٰ :- یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاخرۃ اور جو عیاذاً باللہ نزع دیگر ہے اسے لاکھ تلقین کیجئے کیا فائدہ دیکھو امام حافظ الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے کافی شرح وافی میں انکار تلقین اسی پر مبنی کیا۔ حیث قال ولقن الشہادۃ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لقنوا موتاکم شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وارید بہ من قرب من الموت و قیل ھو مجری علیٰ حقیقتہ وھو قول الشافعی لانہ تعالیٰ یحییہ وقد روی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام امر بتلقین المیت بعد دفنہ وزعموا انہ مذھب اھل السنۃ والاول مذھب المعتزلۃ الا انا نقول لا فائدۃ فی التلقین بعد الموت لانہ ان مات مومنًا فلا حاجۃ الیہ وان مات کافرا فلا یفید التلقین اھ ببعض تلخیص۔

اگرچہ علمانے اس شبہہ کا جواب کافی دے دیا کہ ہم شق اول یعنی موت علی الایمان اختیار کرتے ہیں اور یہ کہنا کہ اب حاجت نہیں غیر مسلم کہ وہ وقت ہول و دہشت کا ہے ہماری تذکیر اور خدا کے ذکر سے دل میت کا قوی ہوگا ڈھارس بندھیگی وحشت گھٹے گی قال اللہ تعالیٰ :-

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب سُن لو خدا کی یاد سے ٹھہر جاتے ہیں دل

اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد دفن حکم دیتے میت کے لیے خدا سے تثبت مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا کما مر فی المقصد الاول۔ شیخ الاسلام کا کلام قول ۱۵۴ میں سن چکے۔

اور علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں :-

نفی صاحب الکافی فائدتہ مسلم اھ ممنوع (بان فیہ فائدۃ التثبیت للجنان)، نعم الفائدۃ الاصلیۃ (وھی تحصیل الایمان

فی ھذا الوقت) منتفیۃ ویحتاج الیہ لتثبیت الجنان، للسوال فی القبر اھ موضحا بحاشیۃ الطحطاوی۔

علامہ ابراہیم حلبی کا جواب اسی مقصد پر گورا کہ تلقین میں میت کا فائدہ ہے کہ ذکر خدا سے اس کا جی بہلے گا۔

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالیٰ لہ اگر عدم فائدہ میں ایسی ہی تقریر کریں تو دعا و دعا تمام کارخانۂ اسباب سب مہمل و معطل رہ جائے کہ تقدیر الٰہی میں حصول مراد ہے تو آپ ہی ملے گی ورنہ کیا حاصل۔

غرض جب واضح و بین کہ تلقین بے فہم و سماع میت محال اور اس کا انکار کچھ نفی سماع میں منحصر نہیں تو یقیناً ثابت کہ اقوال جواز ہمارے مذہب پر دلائل ساطع اور اقوال ترک و منع ہمیں اصلا مضر نہیں پھر ان کے مقابل ان کا پیش کرنا کیا کہا جائے کہ کس درجے کی سفاہت ہے اور یہ قدیم چالا کی ان حضرات کی ہے جہاں کسی امر کے اثبات کو بعض علماء کے وہ اقوال جن کا مبنے اس امر کا ماننا ہو پیش کیجئے اور وہ مسئلہ مختلف فیہا ہو فوراً دوسری طرف کے قول نقل کر لائیں گے یہ نہیں دیکھتے کہ محل نزاع کیا تھا اور موضع استدلال کونسا مقدمہ ہے کہا تو یہ تھا کہ یہ امر ثابت ہے ولہذا فلاں فلاں ائمہ نے اس پر فلاں بات مبنی کی اس کا یہ کیا جواب ہوا کہ فلاں فلاں نے وہ بنا نہائی کیا انکار بنا انکار مبنی کو مستلزم ہوتا ہے واقعی سلامت عقل عجب دولت ہے جسے خدا دے وباللہ التوفیق یہ نکتہ واجب الحفظ ہے کہ اس سے مخالفین کی بہت سی چالا کیوں کا حال کھلتا ہے واللہ الہادی۔

فائدہ جمیلہ تنقیح مسئلہ تلقین میں:۔

اقول وباللہ تعالیٰ استعین۔ نفس بحث تلقین کی نسبت استطراداً اتنی بات اور سمجھ لیجئے کہ ظاہر الروایۃ پر اگر لا بلتقن۔ یا غیر مشروع آیا بھی ہو تو وہ ممانعت عدم جواز کے لیے متعین نہیں آخر نہ سنا کہ امام مجتہد برہان الدین محمود نے ذخیرہ

میں بروایت امام محرر المذہب حضرت محمد بن الحسن امام الائمہ مالک الازمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل کیا کہ سجدۂ شکر مشروع نہیں اور علما نے اس کے معنے عدم وجوب لیے۔

اشباہ میں ہے:۔

سجدة الشكر جائزة عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ لا واجبة وهو معنی ما روی عنه انها لیست مشروعة ای وجوبًا اھ واقرہ علیہ العلامة السید الحموی فی غمز العیون والسید ان الفاضلان احمد الطحطاوی ومحمد الشامی فی حواشی الدر۔

فتاویٰ حجۃ میں فرمایا:۔

عندی ان قول الامام محمول علی الایجاب وقول محمد علی الجواز والاستحباب فیعمل بهما لا یجب بکل نعمة سجدة الشکر کما قال ابو حنیفة ولکن یجوز ان یسجد سجدة الشکر فی وقت سرّ بنعمة اوذکر نعمة فشکرها بالسجدة وانه غیر خارج عن حد الاستحباب اھ نقله فی حاشیة المراقی وقبله الحلبی فی الغنیة۔

اسی ذخیرہ میں فرمایا:۔

لا یتعوذ التلمیذ اذا قرأ علی استاذه۔

درمختار میں اسے نقل کر کے کہا:۔ ای لا یسن۔

نہر میں کہا:۔

لیس ما فی الذخیرة فی المشروعیة وعدمها بل فی الاستنان وعدمه

یونہی ہمارے ائمہ سے دربارہ عقیقہ لا یعق منقول علمائے کرام فرماتے ہیں اس کے معنے نفی وجوب واستنان ہیں اور اباحت ثابت۔

فتاویٰ خلاصہ میں ہے:۔

لا یعق عن الغلام وعن الجاریة یرید انه لیس بواجب ولا

سنۃ ... مباح۔

اسی طرح عامۂ کتب میں مثل ہدایہ ووقایہ ونقایہ وبدائع ومنیہ وملتقی وتنویر وجوہرہ وغیرہ فاتحہ وسورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنے کے بارہ میں امام اعظم وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کا قول بلفظ لا یاتی ولا یسمی ذکر کیا۔

پھر محققین نے تصریح فرمائی کہ اس سے مراد نفی سنیت ہے بخلاف امام محمد کہ قائل استنان ہیں رہی کراہت وممانعت وہ کسی کا مذہب نہیں کہ پڑھنا بالاجماع بہتر ہے جیسا کہ ذخیرہ ومجتبیٰ وبحر ونہر وحاشیہ درر للعلامۃ الشرنبلالی وشرح علائی وحواشی شامی وطحطاوی وغیرہا سے واضح۔

علامہ غزی تمرتاشی نے فرمایا:۔

لا بین الفاتحۃ والسورۃ

محقق علائی نے "لا" کے بعد لفظ "تسن" بڑھا دیا۔

پھر فرمایا:۔

ولا تکرہ اتفاقا۔

طحطاوی نے فرمایا:۔

بل لا خلاف فی انہ لو سمی لکان حسنا الخ۔

بحر الرائق میں ہے:۔

الخلاف فی الاستنان اما عدم الکراھۃ فمتفق علیہ ولھذا صرح فی الذخیرۃ والمجتبیٰ بانہ ان سمی بین الفاتحۃ والسورۃ کان حسنا عند ابی حنیفۃ الخ

پھر امام صفار کا ارشاد سن چکے کہ مذہب امام میں تلقین مناسب ہے یہ امام علام صرف دو واسطہ سے شاگرد صاحبین ہیں امام نصیر بن یحییٰ سے اخذ علم کیا وھو عن ابن سماعۃ عن ابی یوسف ح وعن ابی سلیمان الجوزجانی عن محمد یہ بالیقین اعرف بمذہب امام ومعنی ظاہر الروایۃ ہیں پھر اس سے ہزار درجہ زائد اس جناب کا وہ ارشاد ہے کہ تلقین مذہب اہل سنت اور اس کا منع مشرب معتزلہ ہے اور

واقعی مشائخ مذہب میں اس فرقۂ ضالہ کا اختلاط اور نقول مذہب میں اس کے اقوال وتخاریج کا اندراج بعض جگہ سخت لغزشوں کا باعث ہوتا ہے یہاں تک کہ کبھی حقیقت کار ماہروں پر ملتبس ہو جاتی ہے وباللہ العصمۃ جیسے بشر مریسی معتزلی کا قول والرحمٰن لا افعل کذا سے اگر سورت رحمٰن مراد لی یمین نہ ہوگی صاحب ولوالجیہ وخلاصہ وغیرہما نے یوں نقل کر دیا گویا یہی مذہب ہے حالانکہ وہ اس معتزلی کا قول ہے اور مذہب مہذب ائمۂ کرام کے بالکل خلاف کما حققہ فی البحر الرائق۔
ردالمحتار میں کہا:۔

هذا التفصيل فى الرحمٰن قول بشر المريسى۔

ایسا ہی اشتباہ علامہ زین بن نجیم مصری کو مسئلہ ذبیحہ میں واقع ہوا جس پر علامہ سید احمد حموی نے فرمایا:۔

مبناها على الاعتزال الصريح والعجب ان المصنف لم يتفطن له مع ظهوره من القنية

اس کا مبنی اعتزال صریح پر ہے اور عجب یہ کہ مصنف کو اس پر تنبہ نہ ہوا باآنکہ صاحب قنیہ کا معتزلی ہونا کھلا ہوا ہے بالجملہ روایت کا تو یہ حال ہے۔

رہی درایت۔ مقصد دوم میں دیکھ چکے کہ مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس میں حدیث وارد جسے امام ابن الصلاح وامام ضیا وامام ابن حجر وامام ابن امیر الحاج وصاحب مجمع وغیرہم نے بوجہ شواہد وعواضد حسن وقوی کہا پھر سیدنا ابوامامہ باہلی صحابی اور راشد وضمرہ وحکیم وغیرہم تابعین کے اقوال اس میں مروی پھر اور صحابہ سے اس کا خلاف ہرگز ثابت نہیں باانیمہ قول صحابی قبول نہ کرنا اصول حنفیہ پر کیونکر مستقیم ہوا تقلید[1] صحابی ہمارے امام کا مذہب معلوم ہے۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ میں امام ابو مطیع

---

[1] مولانا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب الخطبہ میں فرماتے ہیں۔ قول الصحابی حجۃ یجب تقلیدہ عندنا اذا لم ینفہ شئی آخر من السنۃ انتہی (باقی برصفحہ آئندہ)

بلخی سے منقول:۔

قلت للامام ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارأیت لو رأیت رایا ورأی ابوبکر رایا اکنت تدع رأیك لرایه فقال نعم فقلت له ارأیت لو رایت رایا ورأی عمر رأیا اکنت تدع رأیك لرایه فقال نعم وکذالك کنت ادع رأیی لرأی عثمان وعلی وسائر الصحابة ما عدا ابا هریرة وانس بن مالك وسمرة بن جندب۔

میں نے امام ابو حنیفہ سے عرض کی بھلا ارشاد فرمائیے اگر آپ کی ایک رائے ہو اور صدیق اکبر کی رائے اس کے خلاف ہو کیا آپ اپنی رائے ان کی رائے کے آگے چھوڑ دیں گے فرمایا ہاں میں نے عمر فاروق کی نسبت پوچھا فرمایا ہاں اور یونہی میں اپنی رائے عثمان غنی و علی مرتضیٰ و باقی تمام صحابہ کی رائے کے آگے ترک کروں گا سوا ابو ہریرہ و انس بن مالک و سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے۔

بلکہ علامہ ابن امیر الحاج تو حلیہ میں فرماتے ہیں جب کسی مسئلہ میں ایک صحابی کا قول مروی ہو اور دیگر صحابہ سے اس کا خلاف نہ آئے وہ مسئلہ اجماعی ٹھہرے گا۔

حیث قال الصحیح قولنا لما روی عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه قال فی مسافر اجنب یتلوم الی اخر الوقت ولم یرو عن غیرہ من الصحابة خلافه فیکون اجماعا۔

بہر حال انکار اگر عدم ثبوت پر مبنی تو ثبوت حاضر اور نفی نفع پر مبنی تو نفع ظاہر ہاں یہ رہ گیا کہ فہم و سماع موتی کا انکار کیجیے یہ بیشک اصول معتزلہ ہی پر درست ہوگا و لہٰذا بحر العلوم نے فرمایا اس بنا پر کہ مردہ نہیں سنتا تلقین نہ ماننا مذہب باطل ہے۔

کما سیاتی نقله ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ۔ اقول و ہذا لا یختص بقول الصحابی فان کل دلیل یترک لدلیل اقوی منه ۱۲ منہ۔

لاجرم عمائد حنفیہ سے یہ علمائے دین و ائمہ ناقدین جن میں امام صفار و حاکم شہید و شمس الائمہ و ظہیر کبیر و فقیہ النفس وغیرہم ائمہ مجتہدین ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جواز و استحباب تلقین کے قائل ہوئے اور بالیقین وہ ہم سے زیادہ روایات و درایات مذہب پر آگاہ تھے اور قطعاً اس کے خلاف پر اصلاً کوئی دلیل نہیں اور بیشک اس میں احیاء و اموات مسلمین کا نفع ہے ذکر خدا ہے زعم اعداء سے پھر وہ جو انکار کیا ہے تنزل در جہا تناسہی کہ لایؤمر به ولا ینہیٰ عنه باقی عدم جواز یا ممانعت حاش للہ محض بے حجت۔ ومن ادعی فعلیه البیان هٰذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔

فصل چہاردہم اصل مسئلہ مسئولہ سائل میں :۔

یعنی ارواح کرام کو ندا اور ان سے توسل و طلب دعا۔ یہ فصل بھی فصل دوازدہم کا ایک حصہ ہے کہ یہاں بھی کلام سلام کے سوا ہے مگر مثل فصل تلقین بوجہ مہتم بالشان ہونے کے فصل جداگانہ قرار پائی واللہ الموفق۔

قول (۱۵۷ تا ۱۵۹) [۱۵۸] سیدی خواجہ حافظی فصل الخطاب پھر شیخ محقق جذب القلوب میں ناقل :۔

تحصیل للرضا[۱۵۹] رضی اللہ تعالیٰ	یعنی امام ابن الامام ابن الامام الیٰ ستۃ
عنه علمنی کلاما اذا زرت	آباء کرام علی موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
واحدا منکم فقال ادن	وعنہم جمیعا سے عرض کی گئی مجھے ایک کلام
من القبر وکبر اللہ اربعین	تعلیم فرمائیے کہ اہل بیت کرام کی زیارت
مرۃ ثم قل السلام علیکم	میں عرض کیا کروں فرمایا قبر سے نزدیک
یا اهل بیت الرسالۃ انی	ہو کر چالیس بار تکبیر کہہ پھر عرض کر سلام
مستشفع بکم ومقدمکم	آپ پر اے اہلبیت رسالت میں آپ
امام طلبی وارادتی و	سے شفاعت چاہتا اور آپ کو اپنی

مسألتی وحاجتی واشهد الله انی مؤمن بسرکم وعلانیتکم وانی ابرؤ الی الله تعالیٰ من عدو محمد وال محمد من الجن والانس۔

طلب وخواہش وسوال وحاجت کے آگے کرتا ہوں خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطن کریم وظاہر طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف سے بری ہوتا ہوں ان سب جن وانس سے جو محمد وآل محمد کے دشمن ہوں صلی اللہ تعالیٰ علی محمد وآل محمد وبارک وسلم آمین۔

قول (۶۰ و ۶۱)۔ سیدی جمال مکی قدس سرہ کے فتاوے میں ہے:۔

سئلت عمن یقول فی حال الشدائد یا رسول الله او یا علی او یا شیخ عبد القادر مثلا هل هو جائز شرعا امر لا فاجبت نعم الاستغاثة بالاولیاء وندائهم والتوسل بهم امر مشروع ومرغوب لا ینکره الا مکابر او معاند وقد حرم برکة الاولیاء الکرام وسئل شیخ الاسلام[۶۱] الشهاب الرملی الانصاری الشافعی عما یقع من العامة من قولهم عند الشدائد یا شیخ فلان ونحو ذلك من الاستغاثة

مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو سختیوں کے وقت کہتا ہے یا رسول اللہ۔ یا علی۔ یا شیخ عبد القادر مثلاً آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں میں نے جواب دیا ہاں اولیا سے مدد مانگنی اور انہیں پکارنا اور ان کے ساتھ توسل کرنا امر مشروع وشے مرغوب ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم یا دشمن انصاف اور بیشک وہ برکت اولیائے کرام سے محروم ہے شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری شافعی سے استفتا ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت مثلاً یا شیخ فلاں کہہ کر پکارتے ہیں اور انبیا واولیا سے فریاد کرتے ہیں اس کا شرع میں کیا حکم ہے امام

بالانبیاء والمرسلین والصالحین	ممدوح نے فتوی دیا کہ انبیاء مرسلین و
فاجاب بما نصہ الاستغاثۃ بالانبیاء	اولیاء وعلمائے صالحین سے ان کے
والمرسلین والاولیاء والعلماء الصالحین	وصال شریف کے بعد بھی استعانت
جائزۃ بعد موتہم الخ اھ ملخصًا	واستمداد جائز ہے۔

قول (۱۶۲) علامہ خیر الملۃ والدین رملی حنفی استاذ صاحب درمختار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما فتاوے خیریہ میں فرماتے ہیں:۔

قولھم یا شیخ عبد القادر	لوگوں کا کہنا یا شیخ عبد القادر۔ یہ ایک
نداء فما الموجب لحرمتہ	ندا ہے پھر اس کے حرمت کا سبب
اھ ملخصًا۔	کیا ہے۔

قول (۱۶۳) سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اکابر علماء و اولیائے دیار مغرب سے ہیں اپنے قصیدہ میں ارشاد فرماتے ہیں:۔ ؎

انا لمریدی جامع لشتاتہ	میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا
اذا ما سطا جور الزمان بنکبۃ	ہوں جب ستم زمانہ اپنی نحوست سے اس پر تعدی
وان کنت فی ضیق وکرب ووحشۃ	کرے اور اگر تو تنگی و تکلیف و وحشت میں ہو تو
فناد بیا زروق آت بسرعتہ	یوں ندا کر یا زروق میں فوراً آموجود ہوں گا۔

شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی اس شیر الٰہی کا حال اپنی کتاب بستان المحدثین میں یوں لکھتے ہیں:۔

"شیخ او سیدی زیتون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در حق او بشارت دادہ کہ او از ابدال سبعہ است و با وصف علو حال باطن تصانیف او در علوم ظاہرہ نیز نافع شدہ و مفید و کثیر افتادہ"

پھر شمار تصانیف کے بعد لکھا:۔

"بالجملہ مردے جلیل القدر یست کہ مرتبۂ کمال او فوق الذکر است و او از محققان صوفیہ است کہ بین الحقیقۃ والشریعۃ جامع بودہ اند

وبشاگردی او اجلۂ علما مفتخر و مباہی بودہ اند مثل شہاب الدین قسطلانی
کہ سابق حال او مذکور شدہ و شمس الدین لقانی الخ“

پھر کہا :۔

” واو را قصیدہ ایست بر طور قصیدہ جیلانیہ کہ بعضے ابیات
اوانیست ۔

اور وہی دو بیت مذکور نقل کیں ۔

قول (۱۶۴ و ۱۶۵) امام ابن الحاج امام ابن النعمان کی سفینۃ النجاۃ سے ناقل ہے ۔

الدعاء عند قبور الصالحين	قبور صالحین کے پاس دعا اور ان سے
والتشفع بهم معمول به عند	شفاعت چاہنا ہمارے علمائے
علمائنا المحققين من ائمة الدين	محققین ائمہ دین کا معمول ہے ۔

قول (۱۶۶ تا ۱۷۰) ۔ لباب[۱۶۶] و شرح لباب[۱۶۷] و اختیار[۱۶۸] و رد[۱۶۹] و فتاوی ہندیہ میں ہے :
واللفظ للاولین فانه اتم بعد زیارت فاروقی بقدر ایک بالشت کے سرہانے
کی طرف پلٹے اور وزیرین جلیلین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان کھڑا ہو کر بعد
اعادۂ سلام و ذکر ماثر اسلام عرض کرے :۔

جزاكما الله عن ذلك	اللہ تعالیٰ آپ دونوں صاحبوں کو
مرافقته في جنته وايانا	ان خوبیوں کے عوض اپنی جنت میں
معكما برحمته انه	اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت
ارحم الراحمين وجزاكما	عطا فرمائے اور آپ کے ساتھ ہمیں
الله عن الاسلام واهله	بھی بیشک وہ ہر مہر والے سے زیادہ
خير الجزاء جئنا يا صاحبي	مہر والا ہے اللہ آپ دونوں کو اسلام
رسول الله صلى الله تعالى	و اہل اسلام کی طرف سے بہتر بدلا
عليه وسلم زائرين لنبينا	کرامت فرمائے ۔ اے نبی صلی اللہ
وصديقنا وفاروقنا	تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں یار و ہم

ونحن نتوسل بكما الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ليشفع لنا الى ربنا۔

اپنے نبی اور اپنے صدیق اور اپنے فاروق کی زیارت کو حاضر ہوئے اور ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف آپ دونوں سے توسل کرتے ہیں تاکہ حضور ہمارے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں۔

اسی طرح مدخل میں ہے:۔

يتوسل بهما الى النبى صلى الله تعالى عليه وسلم ويقدمهما بين يديه شفيعين في حوائجه۔

یعنی حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف توسل کرے اور انہیں اپنی حاجتوں میں شفیع بنا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے کرے۔

قول (۱۷۱)۔ اشعۃ اللمعات میں فرمایا:۔

"لیت شعری چہ میخواہند ایشاں باستمداد و امداد کہ ایں فرقہ منکرند آنرا آنچہ ما می فہیم ازاں انیست کہ داعی دعا کند خدا و توسل کند بروحانیت ایں بندۂ مقرب یا ندا کند ایں بندۂ مقرب را کہ ای بندۂ خدا و ولی وے شفاعت کن مراد بخواہ از خدا کہ بدہد مسئول و مطلوب مرا اگر اینمعنی موجب شرک باشد چنانکہ منکر زعم میکند باید کہ منع کردہ شود توسل و طلب دعا از دوستان خدا در حالت حیات نیز و ایں مستحب و مستحسن است باتفاق و شائع است در دین و آنچہ مروی و محکی ست از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح کمل و استفادہ ازاں خارج از حصر است و مذکور ست در کتب و رسائل ایشاں و مشہور ست میان ایشاں حاجت نیست کہ آنرا ذکر کنیم و شاید کہ

منکر متعصب سود نہ کند اور اکلمات ایشاں عافانا اللہ من ذٰلک کلام
دریں مقام بحد اطناب کشید بر رغم منکراں کہ در قرب این زمان فرقہ
پیدا شدہ اند کہ منکر اند استمداد و استعانت را از اولیائے خدا و متوجہاں
بجناب ایشاں را مشرک بخدا و عبدۂ اصنام میدانند و میگویند آنچہ
میگویند اھ ملتقطا۔

اور شرح عربی میں اس مضمون اخیر کو یوں ادا فرمایا:۔

انما اطنبنا الکلام فی ھذا	ہم نے اس مقام میں کلام طویل کیا
المقام رغما لانف المنکرین	منکروں کی ناک خاک پر رگڑنے کو کہ
فانہ قد حدث فی زماننا	ہمارے زمانے میں معدودے چند
شرذمۃ ینکرون الاستمداد	ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ حضرات اولیا
من الاولیاء ویقولون	سے مدد مانگنے کے منکر ہیں اور کہتے
ما یقولون ومالھم علی	ہیں جو کچھ کہتے ہیں اور انہیں اس پر
ذٰلک من علم ان ھم الا	کچھ علم نہیں یونہی اپنے سے اٹکلیں
یخرصون۔	دوڑاتے ہیں۔

استمداد کا منکر ایک ذلیل طائفہ نو پیدا ہے

اسی طرح جذب القلوب شریف میں معنی توسل و استمداد بروجہ مذکور بیان کر کے فرمایا۔
"ورود نص قطعی دروی حاجت نیست بلکہ عدم نص بر منع
آں کافیست"

قول (۱۷۲) شیخ الاسلام جنہیں مائۃ مسائل میں علمائے محدثین سے شمار
اور ان کی کتاب کشف الغطا پہ جا بجا اعتماد و اعتبار کیا اسی کشف الغطا میں
فرماتے ہیں:۔
"انکار استمداد را وجہی صحیح نمی نماید مگر آنکہ انکار اصل امر منکر شوند
تعلق روح و بدن را بالکلیہ و آں خلاف منصوص است و بریں تقدیر
زیارت و رفتن بقبور ہمہ لغو و بیمعنی گردد و ایں امری دیگر است کہ

تمامہ اخبار و آثار دال بر خلاف آنست و نیست صورت استمداد مگر ہمینکہ محتاج طلب کند حاجت خود را از جناب عزت الٰہی بتوسل روحانیت بندۂ مقرب یا ندا کند آں بندہ را کہ اے بندۂ خدا و ولی وی شفاعت کن مرا و بخواہ از خدا تعالیٰ مطلوب مرا در روے ہیچ شائبۂ شرک نیست چنانچہ منکر وہم کردہ اھ بالالتقاط۔

قول (۱۷۳) سیدی محمد عبدری مدخل میں دربارۂ زیارت قبور انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں :۔

یاتی الیھم الزائر ویتعین علیه قصدھم من الاماکن البعیدۃ فاذا جاء الیھم فلیتصف بالذل والانکسار والمسکنة والفقر والفاقة والحاجة والاضطرار و الخضوع ویستغیث بھم و یطلب حوائجه منھم ویجزم الاجابة ببرکتھم فانھم باب اللہ المفتوح وجرت سنة سبحانه وتعالٰی فی قضاء الحوائج علٰی ایدیھم وبسببھم۔	زائر ان کے آگے حاضر ہو اور اس پر متعین ہے کہ دور دراز مقاموں سے ان کی زیارت کا قصد کرے پھر جب حاضری سے شرف یاب ہو تو لازم ہے کہ ذلت و انکسار و محتاجی و فقر و فاقہ و حاجت و بیچارگی و فروتنی کو شعار بنائے اور ان کی سرکار میں فریاد کرے اور ان سے اپنی حاجتیں مانگے اور یقین کرے کہ ان کی برکت سے اجابت ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے درکشادہ ہیں اور سنت الٰہی جاری ہے کہ ان کے ہاتھ پر اور ان کے سبب سے حاجت روائی ہوتی ہے والحمد للہ رب العالمین۔

دور دراز سے قصد زیارت کرے

ان سے استغاثہ کرے اور حاجتیں مانگے

سنت الٰہی جاری ہے کہ اولیاء کرام کے ہاتھوں حاجت روائی ہوتی ہے

فصل پانزدہم بقیہ تصریحات سماع اموات میں۔

قول (۱۷۴ تا ۱۷۸) امام خاتمۃ المجتہدین تقی الملۃ والدین سبکی رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ نے شفاء السقام کے باب تاسع فی حیاۃ الانبیاء میں ایک فصل ما ورد فی حیاۃ الانبیاء دوسری فصل حیات شہداء میں وضع کرکے فصل ثالث تمام اموات کے سماع و کلام و ادراک و حیات میں وضع کی اور اس میں احادیث صحیحہ صحیح بخاری و مسلم وغیرہما سے علم و سماع موتیٰ ثابت کرکے فرمایا۔

علی الجملة هذه الامور	بالجملہ یہ سب امور قدرت الٰہی میں
ممکنة فی قدرة الله تعالیٰ	ممکن ہیں اور بیشک ان کے ثبوت
وقد وردت بها الاخبار	میں صحیح حدیثیں وارد ہوئیں تو ان کی
الصحیحة فیجب التصدیق بها	تصدیق واجب ہے۔

فصل اول میں انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی تحقیق کرکے آخر میں فرمایا۔

اما الادراکات کالعلم والسماع فلا	سب ادراکات جیسے علم و سماع یہ تو
شك ان ذلك ثابت لسائر	یقیناً تمام اموات کے لیے ثابت ہیں
الموتیٰ فکیف بالانبیاء	پھر انبیاء تو انبیاء ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

امام جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں اس جناب کا یہ قول نقل کرکے تقریر فرمائی۔

امام زین الدین مراغی جنہیں شرح مواہب میں المحدث العالم النحریر کہا اس جناب کی یہ تحقیق انیق نقل کرکے فرماتے ہیں۔

انه مما یعز وجوده و	یہ نایاب تحقیق ہے اور چاہیے کہ ایسی
فی مثله فلیتنافس	ہی چیز میں نہایت رغبت کریں رغبت
المتنافسون۔	کرنے والے۔

امام احمد قسطلانی نے مواہب شریف میں امام سبکی کا وہ ارشاد مبین اور امام زین الدین کی یہ جلیل تحسین استناداً نقل کی۔

پھر علامہ عبدالباقی زرقانی[١] نے شرح مواہب میں اس کی تقریر و تائید میں حدیثیں نقل کیں۔

قول (۷۹)۔ امام ممدوح نے باب مذکور کی فصل خامس میں فرمایا:۔

كان المقصود بهذا كله تحقيق السماع ونحوه من الاعراض بعد الموت فانه قد يقال ان هذه الاعراض مشروطة الحيوة فكيف تحصل بعد الموت وهذا خيال ضعيف لانا لا ندعي ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع وانما ندعي ان السماع بعد الموت حاصل لحي وهو اما الروح وحدها حالة كون الجسد ميتا او متصلة بالبدن حالة عود الحياة اليه۔

اس سب سے مقصود موت کے بعد سماع وغیرہ صفات کی تحقیق تھی کہ بعض لوگ کہنے لگتے ہیں ان اوصاف کے لیے زندگی شرط ہے تو بعد موت کیونکر حاصل ہوں گے حالانکہ یہ پوچ خیال ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ جو چیز مردہ ہے وہ سنتی ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ بعد مرگ سماع اس کے لیے ثابت ہے جو زندہ ہے یعنی روح یا تو تنہا وہی جب بدن مردہ ہو یا جسم سے متصل ہو کر جب حیات بدن کی طرف عود کرے۔

قول (۸۰)۔ علامہ قونوی سے جذب القلوب میں ہے کہ انہوں نے بہت احادیث ذکر کر کے فرمایا:۔

"جمیع ایں احادیث دلالت دارد برآنکہ اموات را ادراک وسماع حاصل ست وشک نیست کہ سمع از اعراضی است کہ مشروط است بحیات پس ہمہ حی اند ولیکن حیات ایشاں در مرتبہ کمتر از حیات شہدا است وحیات انبیا صلوات اللہ تعالیٰ علیہم کامل تر از حیات

---

[١] یونہی شیخ محقق نے مدارج میں یہ قول علماء سے نقل فرمایا ۱۲ منہ۔

شہد است۔

قول (۱۸۱ و ۱۸۲) امام قرطبی پھر امام سیوطی[۱۸۲] قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنے کے مسئلہ میں فرماتے ہیں:۔

وقد قیل ان ثواب القراءۃ	بتحقیق کہا گیا کہ پڑھنے کا ثواب قاری
للقاری وللمیت ثواب	کو ہے اور میت کے لیے اس کا اجر ہے
الاستماع ولذلک تلحقہ	کہ اس نے کان لگا کر قرآن سنا اور اسی
الرحمۃ قال اللہ تعالیٰ و	لیے اس پر رحمت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ
اذا قرئ القراٰن فاستمعوا	فرماتا ہے جب قرآن پڑھا جائے تو کان
لہ وانصتوا لعلکم	لگا کر سنو اور چپ رہو شاید تم پر رحم ہو
ترحمون ولا یبعد من کرم	اور کچھ یہ بھی خدا کے کرم سے دور نہیں
اللہ تعالیٰ ان یلحقہ ثواب	کہ مردے کو قراءت و استماع دونوں
القراءۃ والاستماع معاً۔	کا ثواب پہنچائے۔

اقول:۔ ثواب قراءت پہنچنے پر جزم نہ کرنے کا باعث یہ کہ وہ شافعی المذہب ہیں اور سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک عبادات بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا مگر جمہور اہلسنت قائل اطلاق وعموم ہیں اور یہی مذہب ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے یہاں تک کہ خود محققین شافعیہ نے اس کی ترجیح وتصحیح کی منہم السیوطی فی انیس الغریب تو ہمارے نزدیک شک نہیں کہ میت کو تلاوت کا بھی ثواب ہے۔

قول (۱۸۳) مرقاۃ میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے علم وسماع کا ذکر کرکے فرماتے ہیں:۔

سائر الاموات ایضاً یسمعون	سب مردے سلام و کلام
السلام والکلام۔	سنتے ہیں۔

پھر فرمایا یہ سب مسائل احادیث صحیحہ وآثار صریحہ سے ثابت ہیں۔

قول (۱۸۴) - علامہ حلبی سیرۃ انسان العیون میں امام ابو الفضل خاتم الحفاظ سے ناقل ہے

سماع موتی کلام الخلق حق قد جاءت بہ عندنا الاثار فی الکتب	اموات کا کلام مخلوق کو سننا حق ہے بیشک اس باب میں ہمارے پاس کتابوں میں حدیثیں آئیں۔

قول (۱۸۵) ملک العلما بحر العلوم مولینا عبد العلی لکھنوی مرحوم ارکان اربعہ میں فرماتے ہیں:-

انکار التلقین بناء علی ما قیل ان المیت لا یسمع مذھب باطل	اس بنا پر کہ بعض نے کہا مردہ نہیں سنتا تلقین سے انکار مذہب باطل ہے۔

قول (۱۸۶) - زہر الربی شرح سنن نسائی میں بعد تحقیق و تفصیل نقل فرمایا:-

فثبت بھذا انہ لا منافات بین کون الروح فی علیین او الجنۃ او السماء وان لھا بالبدن اتصالا بحیث تدرک وتسمع وتصلی وتقرء وانما یستغرب ھذا الکون الشاھد الدنیوی لیس فیہ ما یشابہ ھذا وامور البرزخ و الاخرۃ علی نمط غیر المالوف فی الدنیا۔	تو ثابت ہوا کہ کچھ منافات نہیں اس میں کہ روح علیین یا جنت یا آسمانوں میں ہو اور اس کے ساتھ بدن سے ایسا اتصال رکھے کہ سمجھے سنے نماز پڑھے قرآن مجید کی تلاوت کرے اس سے تعجب یوں ہوتا ہے کہ دنیا میں کوئی بات اس کے مشابہ نہیں پاتی حالانکہ برزخ و آخرت کے کام اس روش پر نہیں جو دنیا میں دیکھی بھالی ہے۔

قول (۱۸۷ تا ۱۸۹) - علامہ عبد الرؤف تیسیر میں قائل اور مولانا علی قاری[۱۸۸] مرقاۃ میں قاضی[۱۸۹] سے ناقل:-

واللفظ للمناوی النفوس القدسیۃ اذا تجردت عن العلائق البدنیۃ	پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں ملاء اعلیٰ سے مل،

اتصلت بالملأ الاعلیٰ ولم | جاتی ہیں اور اُن کے لیے کوئی پردہ
یبق لہا حجاب فتریٰ وتسمع | نہیں رہتا سب کچھ ایسا دیکھتی
الکل کالمشاھد۔ | سنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے۔

قول (۱۹۰) ۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث لا یسمع مدی صوت المؤذن جن ولا انس ولا شئ الا شہد لہٗ یوم القیمۃ۔ محدث علامہ ابن ملک سے منقول تنکیرھما فی سباق النفی لتعمیم الاحیاء والاموات یعنی حدیث شریف کا یہ مطلب ہے کہ زندہ جن اور زندہ آدمی اور مردہ جن اور مردہ آدمی جتنے لوگوں کو مؤذن کی آواز پہنچتی ہے اور وہ اس کی اذان سنتے ہیں سب روز قیامت اس کے لیے گواہی دیں گے یہاں تصریح ہوئی کہ بعد موت علم و سماع کا باقی رہنا کچھ بنی آدم سے خاص نہیں جن کے لیے بھی حاصل ہے اور واضح ایسا ہی ہونا چاہیے لانعدام المخصص۔

قول (۱۹۱ تا ۱۹۸) امام اسمٰعیل[۱۹۱] پھر امام بیہقی[۱۹۲] پھر امام سہیلی[۱۹۳] پھر امام عسقلانی[۱۹۴] پھر امام قسطلانی پھر امام علامہ[۱۹۵] شامی پھر علامہ زرقانی نے سماع موتی کا اثبات کیا اور دلیل انکار سے جواب دیے کما یظھر بالمراجعۃ الی الارشاد والمواھب وشرحھا وغیر ذلک من اسفار العلماء۔ مواہب میں امام ابن جابر[۱۹۶] سے بھی اثبات سماع نقل کیا امام کرمانی[۱۹۷] امام عسقلانی امام عینی امام قسطلانی نے شروح صحیح بخاری اور امام سخاوی[۱۹۸] امام سیوطی علامہ حلبی علی قاری شیخ محقق وغیرہم علما نے اس کی تحقیقیں فرمائیں۔ ازانجا کہ یہ اقوال ان مباحث سے متعلق جنہیں اس رسالہ میں دور آئندہ پہ محول رکھا ہے لہذا ان کی نقل عبارات ملتوی رہی واللہ الموفق۔

(قول ۱۹۹) جذب القلوب شریف میں ہے:۔

”تمام اہلسنت و جماعت اعتقاد دارند بر ثبوت ادراکات مثل علم و سماع مر سائر اموات را“

قول (۲۰۰) جامع البرکات میں فرمایا:۔

"سمہودی میگوید کہ تمام اہلسنت و جماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراک مثل علم و سمع و بصر مرسائر اموات را لا سیما آحاد بشر انتہی۔ والحمد للہ رب العلمین۔

فقیر غفراللہ تعالیٰ لہ نے جن ستر ائمہ و علما کے اسمائے طیبہ گنائے تھے بحمد اللہ ان کے اور ان سے علاوہ اوروں کے بھی اقوال عالیہ دو سو شمار کر دیے اور ایفائے وعدہ سے سبکدوش ہوا۔

تنبیہ: ناظر گمان نہ کرے کہ ہمارے تمام دلائل بس اسی قدر بلکہ جو نقل نہ کیا وہ بیشتر و اکثر پھر فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس رسالہ میں یہ التزام بھی رکھا کہ جو آثار و احادیث و اقوال علمائے قدیم و حدیث خاص حضور پر نور سید عالم حی باقی روح جسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات عالی و علم عظیم و سمع جلیل و بصر کریم میں وارد انہیں ذکر نہ کرے تین وجہ سے۔ اولاً مسلمانوں پر نیک گمان کہ خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوئی کلمہ گو مثل سائر اموات نہ جانتے گا ارباب طائفہ کہ ارواح مرتی کو جماد سمجھتے ہیں شاید یہاں اس کلمہ مغضوبہ مبغوضہ سے انہیں بھی احتراز ہو اور معاذ اللہ جسے نہ ہو تو استغفر اللہ ایسا شقی لئیم قابل کلام و خطاب نہیں بلکہ اس کا جواب اللہ کا عذاب والعیاذ باللہ رب العالمین۔

ثانیاً واللہ فقیر کو حیا آئی کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک ایسی بحث لا و نعم میں بطور خود شامل کرے ہاں دوسرے کی طرف سے ابتدا ہو تو اظہار حق میں مجبوری ہے۔

ثالثاً یہاں دلائل کی وہ کثرت کہ نطاق نطق بیان سے عاجز پھر انہیں اقوال پر قناعت بس کہ جس سرکار کے غلام ایسے العظمۃ للہ اس کا پوچھنا ہی کیا ہے آخر انہیں یہ مدارج و معارج کس نے عطا کیے اسی سرکار ابد قرار نے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی آلہ وصحبہ و ابنہ الاکرم سیدی و مولای الغوث الاعظم والحمد للہ رب العالمین۔

نوع دوم

اقوال کبرا و عمائد خاندان عزیزی ہیں ۔ یہاں اقوال مختلط مذکور ہوں گے ناظر ان کے مطالب کو فصول نوع اول پر تفصیل کرلے سردست ستو مقال ان کے بھی حاضر کرتا ہوں وباللہ التوفیق ۔

وصل اول :۔

مقال (۱) شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں :۔

اذا انتقلوا الی البرزخ کانت	جب برزخ کی طرف انتقال کرتے ہیں
تلک الاوضاع والعادات	یہ وضعیں اور عادتیں اور علم سب
والعلوم معھم لا	ان کے ساتھ ہوتے ہیں جدا نہیں
تفارقھم ۔	ہوتے ۔

مقال (۲) ۔ اسی میں ہے :۔

اذا مات ھذا البارع	جب یہ بندۂ کامل انتقال فرماتا ہے
لا یفقد ھو ولا براعتہ	نہ وہ گمتا ہے نہ اس کا کمال بلکہ سب
بل کل ذٰلک بحالہٖ ۔	بدستور اسی حال پر رہتے ہیں ۔

مقال (۳) اسی میں ہے :۔

کل من مات من الکمل	جس کامل کا انتقال ہوتا ہے عوام
یتخیل الی العامۃ انہ فقد	کے خیال میں گزرتا ہے کہ وہ عالم سے
من العالم ولا واللہ ما فقد	گم گیا حالانکہ خدا کی قسم وہ گما نہیں بلکہ
بل تجوھر وقوی	اور جوہردار و قوی ہو گیا ۔

مقال (۴) شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں :۔

"چوں آدمی می میرد روح را اصلاً تغیر نمیشود چنانچہ حامل قوی بود

حالاہم ست وشعور دادراکے کہ داشت حالاہم دارد بلکہ صاف تر و روشن تر تراہ ملخصاً۔

مقال (۵) تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:۔

"چوں روح از بدن جدا شد قوائے نباتی از وجدا بشوند نہ قوای نفسانی وحیوانی واگر وجود قوائے نفسانی وحیوانی فیھتا نایا بقاءً مشروط باشد بوجود قوائے نباتی ومزاج لازم آید کہ ملائکہ را شعور وادراک وحسے وحرکتی وغضب ودفع منافر نباشد پس حال ارواح در عالم قبر مثل حال ملائکہ است کہ بتوسط شکلی و بدنی کار میکنند ومصدر افعال حیوانی و نفسانی میگردند بے آنکہ نفس نباتی ہمراہ داشتہ باشند۔

مقال (۶) قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن سے مولوی اسحاق نے مائتہ مسائل و اربعین میں استناد کیا اور جناب مرزا صاحب ان کے پیرومرشد وممدوح عظیم شاہ ولی اللہ صاحب نے مکتوب ۷۵ میں انہیں فضیلت وولایت مآب مروج شریعت ومنور طریقت ونور مجسم وعزیز تر بن موجودات ومصدر انوار فیوض وبرکات لکھا اور منقول کہ شاہ عبدالعزیز صاحب انہیں بیہقی وقت کہتے رسالہ تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:۔

"اولیا گفتہ اند اروا حنا اجسادنا یعنی ارواح ایشاں کار اجساد میکند وگاہی اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می برآید میگویند کہ رسول خدا را سایہ نبود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارواح ایشاں از زمین وآسمان وبہشت ہر جاکہ خواہند میروند وبسبب ہمیں حیات اجساد آنہا را در قبر خاک نمیخورد بلکہ کفن ہم میماند ابن ابی الدنیا از مالک روایت نمود ارواح مومنین ہر جاکہ خواہد سیر کند مراد از مومنین کاملین اند حق تعالیٰ اجساد ایشاں را قوت ارواح مید ہد کہ در قبور نماز میخوانند وذکر میکنند وقرآن میخوانند اھ ملخصاً۔

مقال (۷) تفسیر عزیزی میں ارواح انبیاء و اولیاء و عام صلحاء علی سیدہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کر کے کہ بعض علیین اور بعض آسمان اور بعض درمیان آسمان و زمین اور بعض چاہ زمزم میں ہیں کہتے ہیں:۔

"تعلقے بقبر نیز ایں ارواح را می باشد کہ بحضور زیارت کنندگان و اقارب و دیگر دوستان بر قبر مطلع و مستانس میشوند زیرا کہ روح را قرب و بعد مکانی مانع ایں دریافت نمیشود و مثال آں در وجود انسان روح بصری است کہ ستارہا ہفت آسمان را درون چاہ می تواند دید"

یہ پچھلا جملہ زیادہ قابل لحاظ ہے۔

مقال (۸) مظاہر الحق ترجمہ مشکوٰۃ میں ہے پانچویں قسم مہربانی اور انس کے لیے ہوتی ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی گزرے اوپر قبر مومن بھائی اپنے کے اور سلام کرے تو پہچانتا ہے وہ اس کو اور جواب سلام کا دیتا ہے وعزاہ للامام النووی۔

مقال (۹) مولوی اسحاق صاحب نے اربعین میں عورتوں کے لیے زیارت قبر مطلقاً ممنوع ٹھہرانے کو نصاب الاحتساب سے نقل کیا کہ جب وہ نکلنے کا ارادہ کرتی ہے ملعونہ ہوتی ہے۔ جب نکلتی ہے چار طرف سے شیاطین اسے گھیر لیتے ہیں۔

واذا اتت القبر یلعنہا	اور جب قبر پہ آتی ہے میت کی روح
روح المیت۔	اسے لعنت کرتی ہے۔

اپنا ادعائے اطلاق ثابت کرنے کو نقل تو کر گئے مگر نہ دیکھا کہ اس نے جمادیت موتی کا خاتمہ کر دیا کلام مذکور صاف دلیل واضح ہے کہ میت حضور زائر پر مطلع ہوتا ہے اور یہ بھی پہچانتا ہے کہ یہ مرد ہے یا عورت اور اس کے بیجا فعل سے پریشان بھی ہوتا ہے یہاں تک کہ زن زائرہ پر لعنت کرتا ہے۔

مقال (۱۰) مرزا مظہر جانجاناں صاحب اپنے ملفوظات میں حضرت

مولوی اسحٰق کا نادانستہ علم اموات پر ایمان لے آنا

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کہتے ہیں:۔

"یکبار قصیدہ در مدح ایشاں گفتہ بودم عنایت بسیار بحال فقیر نمودہ اند رو ئے تواضع فرمودند ما لائق اینہمہ ستائش نیستیم۔"

مقال (۱۱)۔ اسی میں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی نسبت کہا:۔

"یکبار قصیدہ بجناب ایشاں عرض نمودم۔"

مقال (۱۲) شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:۔

اذا مات الانسان کان للنسمۃ	جب آدمی مرتا ہے روح حیوانی کے لیے
نشأۃ اخریٰ فینتشیٔ فیض الروح	ایک اور اٹھان ہوتی ہے تو روح الٰہی
الالٰھی فیھا قوۃ فیما بقی من	کا فیض اس کے بقیہ حس مشترک میں
الحس المشترک تکفی کفایۃ	ایک قوت ایجاد کرتا ہے جو سننے اور
السمع والبصر والکلام الخ۔	دیکھنے اور کلام کرنے کا کام دیتی ہے

مقال (۱۳) مولینا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موضح القرآن میں زیر کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور فرماتے ہیں:۔

حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو وہ سنتے ہیں اور بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سن سکتا ہے۔

وصل دوم:۔

بقائے تصرفات وکرامات اولیا بعد الوصال میں۔

حضرت غوث اعظم کا مزار مبارک سے تصرف فرمانا

مقال (۱۴) شاہ ولی اللہ ہمعات میں لکھتے ہیں:۔

"در اولیائے امت واصحاب طرق اقوی کسیکہ بعد تمام راہ جذب باکد وجوہ باصل این نسبت میل کردہ ودر انجا بوجہ اتم قدم زدہ است حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اند ولہذا گفتہ اند کہ

ایشاں در قبور خود مثل احیا تصرف میکنند"
مقال (۱۵) حجۃ اللہ البالغہ میں اہل برزخ کو چار قسم کرکے لکھا۔

اذا مات انقطعت علاقات فلحق بالملائکۃ وصار منهم والهم کالهامهم وسعی فیما یسعون فیه وربما اشتغل هؤلاء باعلاء کلمة الله ونصر حزب الله وربما کان لهم لمة خیر بابن آدم۔

جب مرتے ہیں علائق بدنی منقطع ہو کر ملائکہ سے ملتے اور انہیں میں سے ہو جاتے ہیں جس طرح فرشتے آدمیوں کے دل میں نیک بات کا القا کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور جن کاموں میں ملائکہ سعی کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور کبھی یہ پاک روحیں خدا کا بول بالا کرنے اور اس کے لشکر کو مدد دینے یعنی جہاد وصل کفار و امداد مسلمین میں مشغول ہوتی ہیں اور کبھی بنی آدم سے اس لیے نزدیک و قریب ہوتے ہیں کہ ان پر افاضۂ خیر فرمائیں۔

مقال (۱۶) تفسیر عزیزی میں ہے :۔
"بعض خواص اولیا را کہ جارحۂ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گردانند دریں حالت (یعنی بعالم برزخ) تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمیگردد"
یہی وہ عبارت ہے جس کے سبب مولوی منکر صاحب نے بھی بعض اموات کے لیے زیادت ادراک گوارا کی تھی۔
مقال (۱۷) مرزا مظہر صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں :۔
"بعض ارواح کاملان بعد ترک تعلق اجساد آنہا را دریں نشاء و تصرفے باقی است الخ۔

مقال (۱۸)۔ میاں اسمعیل دہلوی صراط مستقیم میں حضرت جناب مولیٰ مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم کی نسبت خدا جانے کس دل سے یوں ایمان لاتے ہیں :۔

" در سلطنت سلاطین و امارت امراہمت ایشاں را دخلے ہست کہ بر سیاحان عالم ملکوت مخفی نیست "

مقال (۱۹)۔ اس میں شوکت و عظمت جناب مرتضوی لکھ کر کہا :۔

" شان جناب شیخین بس بلند بہ نسبت ابہت و جلال مذکور ست تمثیلش بظاہر مرتبۂ امیر کبیر ست کہ فارغ از امور سیاست گر دیدہ ملازم بادشاہ گشتہ بہ نسبت کسیکہ قائم بر خدمات و مشغول بکار پر دازی ست اگرچہ شوکت ظاہریہ و کثرت اتباع در حق ایں مصاحب بہ نسبت آں امیر اعظم قائم بخدمات اقل قلیل است لیکن در عزت و وجاہت فوق است چہ فی الحقیقۃ آں امیر با ہمگی شوکت و حشمت و اتباع خود گویا از اتباع آں مصاحب است زیرا کہ مشورت و تدبیرش در ہمہ اتباع بادشاہی جاری و ساری است اھ ملخصا۔

مقال (۲۰) مظاہر حق میں ہے :۔

" تیسری قسم زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لیے وہ زیارت اچھے لوگوں کی قبروں کی ہے اس لیے کہ ان کے لیے برزخ میں تصرفات و برکات بیشمار ہیں رنماہ للامام النووی۔

وصل سوم :۔

بعد وصال اولیا کے فیض و امداد میں :۔

مقال (۲۱ تا ۲۳) شاہ ولی اللہ[۲۲] و مولوی[۲۳] خرم علی نے کہا :۔

" منتظر رہے اس کا جس کا فیضان صاحب قبر سے ہو "

عزیزی[۲۴] نے فرمایا :۔

"ارباب حاجات حل مشکلات خود از انہا می یابند"[۲۵، ۲۶]

دونوں شاہ صاحبوں پھر مولوی خرم علی[۲۷] نے کہا:۔

"اویسیت قوی و صحیح ہے روحی فیض ہے روحانیت سے تربیت ہے"

عزیزی[۲۸] میں لکھا ہے:۔

"از اولیائے مدفونین انتفاع جاری است"

مرزا مظہر[۲۹] صاحب مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی نسبت مظہر:۔

"قصیدۂ عرض نمودم نوازشہا فرمودند"

شاہ ولی اللہ[۳۰] و مولوی[۳۱] خرم علی نے کہا:۔

"شاہ عبدالرحیم ادب آموز ہوئے اپنے نانا کی روح سے"

کہ یہ سب اقوال مقصد اول کی نوع اول میں گزرے۔

مقال (۳۲) مرزا صاحب موصوف نے اپنے ملفوظات میں فرمایا:۔

"از فرط محبت کہ فقیر را بجناب امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثابت است در سر منشاء نسبت علیہ نقشبندیہ ایشاں اند بمقتضائے بشریت غشاوۂ بر نسبت باطنی عارض میشود خود بخود رجوع بآنجناب پیدا گشتہ بالتفات ایشاں رفع کدورت میشود"

مقال (۳۳ تا ۳۶) اسی میں[۳۳] ہے:۔

"التفات غوث الثقلین بحال منتسبان طریقہ علیہ ایشاں بسیار معلوم شد باہیچکس از اہل ایں طریقہ ملاقات نشدہ کہ توجہ مبارک آنحضرت بحالش مبذول نیست"

پھر[۳۴] کہا:۔

"عنایت حضرت خواجہ نقشبند بحال معتقدان خود مصروف است

مغلاں در صحرا ہا وقت خواب اسباب و اسپان خود بحمایت حضرت می سپارند و تائیدات از غیب ہمراہ ایشان میشود دریں باب حکایات بسیار است تحریر آں باطالت میرساند۔"

پھر کہا:۔

"سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ بحال زائران مزار خود عنایت بسیار میفرمایند۔"

پھر کہا:۔

"ہمچنیں شیخ جلال پانی پتی التفات تمامی نمایند۔"

مقال (۳۷) قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن کی مدح مقال ۶ میں گزری تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:۔

"اولیاء اللہ دوستان و معتقدان را در دنیا و آخرت مددگاری میفرمایند و دشمناں را ہلاک می نمایند و از ارواح بطریق اویسیت فیض باطنی میرسد۔"

مقال (۳۸ تا ۴۵) یہی قاضی صاحب سیف المسلول میں مرتبۂ قطبیت ارشاد کو یوں بیان کرتے ہیں:۔

"فیوض و برکات کارخانہ ولایت کہ از جناب الٰہی بر اولیاء اللہ نازل میشود اول بر یک شخص نازل میشود و از آں شخص قسمت شدہ بہر یک از اولیائے عصر موافق مرتبہ و بحسب استعداد او میرسد ہیچکس از اولیاء اللہ بے توسط او فیضی نمیرسد و کسی از مرداں خدا بے وسیلۂ او درجہ ولایت نمی یابد اقطاب جزئی و اوتاد و ابدال و نجباء و نقباء و جمیع اقسام اولیاء خدا بوئے محتاج میباشند صاحب ایں منصب عالی را امام و قطب الارشاد بالاصالۃ نیز خوانند و ایں منصب عالی از وقت ظہور آدم علیہ السلام بروح پاک علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ مقرر بود۔"

منصب ولایت حضور غوث اعظم عطا فرمائے گئے

پھر ائمۂ اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو بترتیب اس منصب عظیم کا عطا ہونا لکھ کر کہتے ہیں:۔

"بعد وفات عسکری علیہ السلام تا وقت ظہور سید الشرفا غوث الثقلین محی الدین عبد القادر الجیلی ایں منصب بروح حسن عسکری علیہ السلام متعلق بود"[۳۸]

پھر کہا[۳۹]:۔

"چوں حضرت غوث الثقلین پیدا شد ایں منصب مبارک بوی متعلق شد و تا ظہور محمد مہدی ایں منصب بروح مبارک غوث الثقلین متعلق باشد"[۴۰]

پھر کہا:۔

"چوں امام محمد مہدی ظاہر شود ایں منصب عالی تا انقراض زمان بوی مفوض باشد"[۴۱]

اخیر میں کہا:۔

"استنباط ایں مدعا از کتاب اللہ و از حدیث میتوانیم کرد اھ ملخصا"

اصل ان سب اقوال ثلثہ کی جناب شیخ مجدد[۴۲] الف ثانی سے ہے جیسا کہ جلد سوم[۴۳] مکتوب ۱۲۳[۴۴] میں مفصلاً مذکور ان کے کلام میں اس قدر امر زائد ہے کہ:۔

"بعد از ایشاں یعنی حضرت مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ للاسنی ایں امر بکی از ائمہ اثنا عشر علی الترتیب والتفصیل قرار گرفت و در اعصار ایں بزرگواران و ہمچنیں بعد از ارتحال ایشاں ہر کرا فیض و ہدایت میرسد بتوسط ایں بزرگواران بودہ ملاذ و ملجائے ہمہ ایشاں بودہ اند تا آنکہ نوبت بحضرت شیخ عبد القادر جیلانی رسید قدس سرہ الخ اھ ملخصا"

اور انہوں نے جلد ثانی میں خود اپنے لیے بھی اس منصب عالی کا حصول مانا اور اس اعتراض سے کہ پھر اس دورے میں منصب مذکورہ کا حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اختصاص کب رہا جلد ثالث میں یوں جواب دیا کہ:۔

"مجدد الف دریں مقام نائب مناب حضرت شیخ است و بنیابت

حضرت شیخ ایں معاملہ با و مربوط است چنانکہ گفتہ اند نور القمر مستفاد من نور الشمس خلا محذور۔

مقال (۶۴ تا ۵۸) ۔ شاہ ولی اللہ انتیاہ ہیں اور ان کے بارہ اساتذہ و مشایخ کہ عرب و ہند وغیرہا بلاد کے علماء و اولیاء ہیں حضرت مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ کو وقت مصیبت مدد گار مانتے اور ع

"تجدہ عونا لك فى النوائب"

کو حق جانتے، وسیأتی نقلہ فی الوصل الآتی انشاء اللہ تعالی۔

مقال (۵۹) شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں لکھا:۔

"از جملہ نسبتہاے معتبرہ نزدیک قوم نسبت اویسیہ است خواہ ایں مناسبت بہ نسبت ارواح انبیاء باشد یا اولیائے امت یا ملئکہ و بسا است کہ مناسبت بروحی خاص حاصل شدہ بجہت آنکہ فضائل وی استماع کردہ محبتی خاص بہم رسانید و آں محبت سبب کشادہ شدن راہی گردد میان روح وایں کس یا بجہت آنکہ روح مرشد وی یا جد وے باشد و در وے ہمت ارشاد منتسبان خود متمکن شدہ الخ انتہی ملتقطا۔"

مقال (۶۰) اسی میں ہے:۔

"از ثمرات ایں نسبت (یعنی اویسیہ) رویت آں جماعت است در منام و فائدہ از ایشاں یافتن و در مہالک و مضایق صورت آں جماعت پدید آمدن و حل مشکلات وی بآں صورت منسوب شدن۔"

مقال (۶۱) اسی میں ہے:۔

"امروز تا اگر کسی را مناسبت بروح خاص پیدا شود و از انجا فیض بردارد غالبا بیرون نیست از انکہ ایں معنی بہ نسبت پیغمبر صلی اللہ تعالی علیہ وسلم باشد یا بہ نسبت حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالی وجہہ یا بہ نسبت حضرت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ و آنانکہ مناسبت

بسا اثر ارواح دارند باعث خصوص آں اسباب طاریہ شدہ اند مثل آنکہ وے محبت آں بزرگ بسیار دارد ویرقرد وے بسیار میرود وایں معنی سلسلہ جنبان از جہت قابل گشتہ است وآں بزرگ راہمت فوریہ بودہ است در تربیت منتسبان خود وآں ہمت ہنوز در روح باقی است وایں معنی سلسلہ جنبان از جہت فاعل است "

مقال (۶۲) حجۃ اللہ البالغہ میں ہے:-

قد استفاض من الشرع ان للہ تعالیٰ عبادا ہم افاضل الملٰئکۃ وانہم یکونون سفراً بین اللہ وبین عبادہ وانہم یلہمون فی قلوب بنی آدم خیراً وان لہم اجتماعات کیف یشاء اللہ وحیث شاء اللہ، یعبر عنہم باعتبار ذالک بالملاء الاعلیٰ وان لارواح افاضل الآدمیین دخولا فیہم ولحوقاً بہم کما قال اللہ تعالیٰ "یاایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی" و الملاء الاعلیٰ ثلثۃ اقسام قسم ہم نفوس انسانیۃ ما زالت تعمل اعمالاً

یعنی بیشک شرع سے بدرجہ شہرت ثبوت کو پہنچا کہ مقرب فرشتے خدا اور اس کے بندوں میں واسطہ ہوتے اور آدمیوں کے دلوں میں نیک بات کا القا کرتے ہیں اور ان کے لیے اجتماع ہیں جس طرح خدا چاہے اور جہاں چاہے اسی لحاظ سے انہیں ملاء اعلیٰ کہتے ہیں اور یہ بھی اسی طرح شرع سے بشہرت ثابت کہ بزرگان دین کی روحیں بھی ان میں داخل ہوتی اور ان سے ملتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے اطمینان والی جان پلٹ چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے خوش پس داخل ہو میرے بندوں میں اور آ میری جنت میں اور ملاء اعلیٰ کی ایک قسم وہ ارواح انسانی ہیں کہ ہمیشہ رستگاری کے کام کرتے

منجیۃ تفید اللحوق بھم حتی طرحت عنھا جلابیب ابدانھا فانسلکت فی سلکھم وعدت منھم اھ ملخصًا۔

رہے جن کے باعث ان ملائکہ سے ملے یہاں تک کہ جب بدن کی نقابیں پھینکیں ملاءِ اعلیٰ میں داخل ہوئے اور انہیں سے شمار کیے گئے۔

مقال (۶۳) عزیزی میں فرمایا:۔

"در دفن کردن چوں اجزائے بدن بتمامہ یکجامی باشند علاقۂ روح بابدن از راہ نظر عنایت بحال میماند و توجہ روح بزائرین و مستانسین و مستفیدین بسہولت میشود"

مقال (۶۴) میاں اسمٰعیل صراط المستقیم میں لکھ گئے:۔

"حضرت مرتضوی را یک نوع تفضیل بر حضرات شیخین ہم ثابت است وآں تفضیل بجہت کثرت اتباع ایشاں و وساطت مقامات ولایت بل سائر خدمات است مثل قطبیت وغوثیت و ابدالیت وغیرہا ہمہ از عہد کرامت مہد حضرت مرتضیٰ تا انقراض دنیا ہمہ بواسطۂ ایشاں است"

مقال (۶۵) اسی میں ہے:۔

"حق جل وعلا بذات پاک خود یا بواسطۂ ملائکہ عظام یا ارواح مقدسہ بسبب برکت توسل بقرآن محافظت طالب خواہد نمود"

مقال (۶۶) مولوی اسحاق کی مائۃ مسائل میں ہے:۔

سوال شخصیکہ منکر باشد فیض روح مبارک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را در عالم برزخ وشخصیکہ منکر باشد از فیض ارواح مقدسہ انبیائے دیگر علیہم الصلوٰۃ والسلام وشخصیکہ منکر باشد از فیض ارواح اولیاء اللہ در عالم برزخ حکم او چیست"

جواب۔ ہر فیض شرعی کہ ثبوت آں باخبار متواترہ باشد منکر آں

کافراست وہر فیضیکہ ثبوت آں باخبار مشہورہ باشد منکرآں ضال است وہر فیضیکہ ثبوت آں بخبر واحد باشد منکر آں بسبب ترک قبول گنہگار خواہد شد بشرطیکہ ثبوت آں بطریق صحیح یا بطریق حسن خواہد شد اھ ملخصاً"

ہر چند یہ جواب سراپا عیاری پر مبنی مگر سب نے دیکھا کہ سوال فیض پر زخ سے تھا۔ واجب کہ جواب اسے بھی شامل ہو اس قدر امر نفی جنون کے لیے ضروری یا ان کی دیانت وللہیت سے انکار اور اخفائے حق وتلبیس بالباطل کا اقرار کیا جائے۔

مقال (۶۷) جناب شیخ مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:۔
"بعد از رحلت ارشاد پناہی قبلہ گاہی (یعنی خواجہ باقی باللہ علیہ رحمۃ اللہ) بتقریب زیارت مزار شریف بہ بلدۂ محروسہ دہلی اتفاق عبور افتاد روز عید بزیارت مزار شریف ایشاں رفتہ بود در اثنائے توجہ بمزار متبرک التفاتے تمام از روحانیت مقدسہ ایشاں ظاہر گشت واز کمال غریب نوازی نسبت خاصۂ خود راکہ بحضرت خواجہ احرار منسوب بود مرحمت فرمودند"

تنبیہ:۔ لفظ بتقریب زیارت مزار شریف الخ ملحوظ رہے اور یونہی غریب نوازنہ بھی کہ حضرت خواجۂ اجمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کس سے متعصبان طائفہ جلتے ہیں۔

مقال (۶۸) شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں اپنے استاذ الاستاذ محدث ابراہیم کردی علیہ الرحمۃ کا حال لکھتے ہیں:۔
"دو سال کما بیش در بغداد ساکن بود بر قبر سیدی عبد القادر قدس سرہٗ متوجہ بلیشند ذوق ایں راہ از انجا پیدا کرد"

مقال (۶۹) اسی میں حضرت میر ابو العلی قدس سرہ کے ذکر مبارک میں لکھا:۔

"بزار فائض الانوار حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ متوجہ بودند و از انجناب در بابہا یا فتند و فیضہا گرفتند"

مقال (۷۰ ء ۱ ۷) اسی میں اپنے نانا ابوالرضا محمد سے نقل کیا:۔

"میفرمودند یکبار حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ را در یقظہ دیدم اسرار عظیم دران محل تعلیم فرمودانند"

مقال (۷۲) اسی میں شیخ مذکور کے حالات میں لکھا:۔

"عجوزہ را از مخلصان بعد وفات ایشان تپ و لرزہ گرفت بغایت نزار گشت شبی بنوشیدن آب و پوشیدن لحاف محتاج شد و طاقت آن نداشت و کسے حاضر نبود ایشان متمثل شدند و آب دادند و لحاف پوشانیدند آنگاہ غائب شدند"

اولیا کا بعد انتقال بیداری میں آکر مدد فرمانا

مقال (۷۳ تا ۷۵) قول الجمیل میں ہے:۔

تادب شیخنا عبدالرحیم من روح الائمۃ الشیخ عبدالقادر الجیلانی والخواجہ بھاؤالدین محمد نقشبندی والخواجہ معین الدین بن الحسن الجشتی وانہ رآھم واخذ منھم الاجازۃ وعرف نسبۃ کل احد منھم علی حدتھا مما فاض منھم علی قلبہ وکان یحکی لنا حکایتھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنھم اجمعین۔	یعنی ہمارے مرشد شیخ عبدالرحیم نے ائمہ کرام حضور غوث اعظم و خواجہ نقشبند و خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ارواح طیبہ سے آداب طریقت سیکھے اور ان سے اجازتیں لیں اور ہر ایک کی نسبت جو ان سرکاروں سے ان کے دل پر فائض ہوئی جدا جدا پہچانی اور ہم سے اس کی حکایت بیان کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان سب حضرات اور ان سے راضی ہو۔

مولوی خرم علی صاحب نے اگرچہ رآھم کے ترجمہ میں لفظ خواب میں دیکھا

اپنی طرف سے بڑھا دیا جس پر کلام شاہ ولی اللہ میں اصلا دلیل نہیں مگر ارواح حالیہ کا فیض بخشنا اجازتیں دینا نسبتیں عطا فرمانا مجبورانہ مسلم رکھا۔

مقال (۷۶ و ۷۷) مرزا جانجاناں صاحب فرماتے ہیں:۔

"از حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ دو کس طریقہ گرفتند یکے طریقہ قادری اخذ کردند دیگرے طریقہ نقشبندیہ اختیار نمود ایشاں فرمودند کہ روح مبارک حضرت غوث الاعظم تشریف آوردہ صورت مثالی مرید خاندان خود را ہمراہ بردند و حضرت خواجہ نقشبند تشریف فرما شدہ صورت مثالی معتقد خود را با خود بردند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم"

مقال (۷۸) اسمٰعیل نے صراط المستقیم میں اپنے پیر کا حال لکھا:۔

"روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین و جناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشاں گردیدہ و تا قریب یکماہ فی الجملہ تنازعی در مابین روحین مقدسین در حق حضرت ایشاں ماندہ زیرا کہ ہر واحد ازیں ہر دو امام تقاضائے جذب حضرت ایشاں بتمامہ بسوئے خود می فرمود تا اینکہ بعد انقراض زمانہ تنازع و وقوع مصالحت بر شرکت روزے ہر دو روح مقدس بر حضرت ایشاں جلوہ گر شدند و تا قریب یک پاس ہر دو امام بر نفس نفیس حضرت ایشاں توجہ قوی و تاثیر زور آور می فرمودند تا اینکہ در ہماں یک پاس حصول نسبت ہر دو طریقہ نصیبہ حضرت ایشاں گردید"

مقال (۷۹) اسی میں ہے:۔

"روزے حضرت ایشاں بسوئے مرقد منور حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز تشریف فرما شدند بر مرقد مبارک ایشاں مراقب نشستند دریں اثنا بروح پر فتوح ایشاں ملاقات متحقق شد و آنجناب بر حضرت ایشاں توجہی

بس قوی فرمودند کہ بسبب آں توجہ ابتدائے حصول نسبت چشتیہ متحقق شد۔"

وصل چہارم اصل مسئلہ مسئولہ سائل :۔

یعنی اولیائے کرام سے استمداد و التجا اور اپنے مطالب میں طلب دعا اور حاجت کے وقت ان کی ندائیں۔

مقال (۸۰ تا ۸۸) شاہ ولی اللہ[۸۰] نے ہمعات میں کہا:۔

"بزیارت قبرایشاں رود و از انجا انجذاب در یوزہ کند۔"

رباعی[۸۱] میں کہا ع

فیض قدس از ہمت ایشان میجو

وہ پھر مولوی[۸۲] خرم علی کہتے ہیں:۔

"میت سے قریب ہو پھر کہے یا روح"

عزیزی[۸۳] میں فرمایا:۔

"اویسیان تحصیل مطلب کمالات باطنی از ایشاں می نمایند۔"

اور فرمایا[۸۴]:۔

"ارباب حاجات حل مشکلات خود از ایشاں می طلبند۔"

اسی[۸۶] میں ہے:۔

"از اولیائے مدفونین استفادہ جاری است۔"

مرزا[۸۵] صاحب نے مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی نسبت فرمایا:۔

"در عارضہ جسمانی توجہ بآنحضرت واقع میشود۔"

کہ یہ سب اقوال مقصد اول میں گزرے۔

شاہ عبدالعزیز[۸۸] صاحب نے سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کہا:۔

"مردے جلیل القدر لیست کہ مرتبۂ کمال او فوق الذکر است"

پھر ان سے نقل کیا مصیبت میں یا زرق کہہ کر پکاریں فوراً مدد کو آوں گا یہ اسی مقصد میں گزرا۔

مقال (۸۹) مرزا صاحب کے وصایا میں ہے:۔

"بزیارت مزارات اولیا دریوزۂ فیض جمعیت کن الخ"

مقال (۹۰ تا ۱۰۲) شاہ ولی اللہ کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھتے ہیں:۔

"ایں فقیر خرقہ از شیخ ابو طاہر کردی پوشیدہ و ایشاں بعمل آنچہ در جواہر خمسہ است اجازت دادند"

پھر کہا وایضاً:۔

"فقیر در سفر حج چوں بلاہور رسیدہ دستبوس شیخ محمد سعید لاہوری دریافت ایشاں اجازت دعائے سیفی دادند بل اجازت جمیع اعمال جواہر خمسہ"

یہ شیخ ابو طاہر کردی مدنی شاہ ولی اللہ کے شیخ حدیث و پیر سلسلہ ہیں مدینہ طیبہ میں مدتوں ان کی خدمت میں رہ کر سلاسل حدیث حاصل کیے کہ وہی ان سے شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان سے مولوی اسحاق کو پہنچی اور ان شیخ محمد سعید کی نسبت انتباہ میں لکھا:۔

"یکے از اعیان مشایخ طریقہ بودند شیخ معمر ثقہ"

اسی میں دونوں مشایخ سے سلاسل اجازت بیان کیے جن سے ثابت کہ شیخ ابراہیم کردی والد شیخ ابو طاہر مدنی اور ان کے استاذ شیخ احمد قشاشی اور ان کے استاذ شیخ احمد سناوی اور شاہ ولی اللہ کے استاذ الاستاذ شیخ احمد نخلی کہ یہ چاروں حضرات بھی شاہ ولی اللہ کے اکثر سلاسل حدیث میں داخل ہیں کما یظھر من المسلسلات وغیرھا۔ اور ان شیخ معمر ثقہ کے پیر شیخ

محمد اشرف لاہوری اور ان کے شیخ مولینا عبدالملک اور ان کے مرشد شیخ بایزید ثانی اور شیخ شناوی کے پیر حضرت سید صبغۃ اللہ بروجی اور ان دونوں صاحبوں کے پیر مولینا وجیہ الدین علوی ان سب علماء و مشائخ نے سیفی وغیرہ اعمال جواہر خمسہ کی اجازتیں اپنے اساتذہ سے لیں اور تلامذہ کو عطا کیں اور جناب شاہ محمد غوث گوالیاری تو ان سلاسل کے منتہی اور جواہر کے مؤلف ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اب ملاحظہ ہو کہ اسی جواہر خمسہ میں اسی دعائے سیفی کی ترکیب میں کیا لکھا ہے۔
نادعلی ہفت بار یا سہ بار یا یکبار بخواند و آں این است "

ناد علیاً مظہر العجائب تجدہ عوناً لك فی النوائب،
کل ھم و غم سینجلی بولایتك یا علی یا علی یا علی

اگر مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مشکل کشا ماننا مصیبت کے وقت مددگار جاننا ہنگام غم و تکلیف اس جناب کو ندا کرنا یا علی یا علی کا دم بھرنا شرک ہو تو معاذ اللہ تمہارے نزدیک حضرات مذکورین سب کفار و مشرکین ٹھہریں۔ اور سب سے بڑھ کر بھاری مشرک کٹر کافر عیاذاً باللہ شاہ ولی اللہ ہوں جو مشرکوں کو اولیاء اللہ جانتے اپنا شیخ و مرشد و مرجع سلسلہ مانتے احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سندیں ان سے لیتے۔ مدتوں ان کی خدمتگاری و کفش برداری کی داد دیتے انہیں شیخ ثقہ عادل بتاتے ان کی ملاقات کو بلفظ دست بوس تعبیر فرماتے ہیں محدثی کا تمغا حدیث کی سندیں یوں برباد ہوئیں کہ اتنے مشرکین ان میں داخل۔

پھر شاہ عبدالعزیز صاحب کو شاہ ولی اللہ صاحب سے یہی نسبت خدمت و ارادت و تلمذ و بیعت و مدح و عقیدت حاصل اور ان کی سب سندوں میں تمہارے طور پر یہ مشرک اعظم و کافر اکبر شامل کہاں کی شاہی کیسی محدثی اصل ایمان کی سلامتی مشکل، انا للہ وانا الیہ راجعون ٥

پھر مولوی اسحٰق و میاں اسمٰعیل بیچارے کس گنتی میں کہ ان کی تو ساری کرامات

اسی شرکستان کی بھٹی میں مشرکوں کی نسل مشرکوں کی اولاد مشرک ہی پیر مشرک ہی استاد آنکھ کھلتے ہی مشرک نظر پڑے ہوش سنبھلتے ہی مشرکوں میں بگڑے مشرکوں کی گود مشرکوں کی بغل۔ مشرکوں کا دودھ۔ مشرکوں کا عمل۔ مشرکوں میں پلے۔ مشرکوں میں بڑھے مشرکوں سے سیکھے۔ مشرکوں سے پڑھے۔ مشرک دادا مشرک نانا عمر بھر مشرکوں کو جانا مانا العیاذ باللہ رب العالمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الحق المبین مسلمان دیکھیں کہ یا علی یا علی کو شرک ٹھہرانے کی کیا سزا ملی نہ ناحق مسلمانوں کو مشرک کہتے نہ اگلوں پچھلوں کے مشرک بننے کی مصیبت سہتے۔ اس سے یہی بہتر کہ راہ راست پر آئیں سچے مسلمانوں کو مشرک نہ بنائیں ورنہ اپنوں کے ایمان کی فکر فرمائیں کہ کردہ نیافت کو بھول نہ جائیں ؎

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را •
چنداں امان نداد کہ شب را سحر کند

نسأل اللہ العافیۃ وحسن العاقبۃ آمین۔

مقال (۱۰۳) اسی انتباہ میں بعض مشایخ حضرات قادریہ قدست اسرارہم سے حصول مہمات وقضائے حاجات کے لیے ایک ختم یوں نقل کیا:۔

"اول دو رکعت نفل بعد ازاں یک صد و یازدہ بار درود بعد ازاں یک صد و یازدہ بار کلمۂ تجید و یک صد و یازدہ بار شیئاً للہ یا شیخ عبد القادر جیلانی الخ"

مقال (۱۰۴) شاہ عبد العزیز صاحب تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:۔

"کاش اگر قتلہ عثمان در دوازدہ سال دیگر ہم تن بصبر دادند و سکوت کردہ می نشستند سند و ہند و ترک و چین نیز مثل ایران و خراسان یا علی یا علی می گفتند الخ"

مقال (۱۰۵) رسالہ فیض عام مزارات اولیاء سے استعانت میں شاہ صاحب کا یہ ارشاد ہے:۔

"طریق استمداد از ایشاں آنست کہ بزبان گویداے حضرت من بساختے فلاں کار در جناب الٰہی التجا میکنم شما نیز بدعا و شفاعت امداد من نمائید لکن استمداد از مشہورین باید کرد"

یہ خاص صورت مسئولہ کا جواب ہے واللہ الھادی الی سبیل الصواب الحمد للہ کہ یہ نوع بھی اپنے منتہی کو پہنچی سو مقال کا وعدہ تھا ایک سو پانچ (۱۰۵) گئے اس کی وجہ یہ ہے کہ مقصد اول میں پینتیس (۳۵) سوال تھے مقصد دوم میں ساٹھ (۶۰) حدیثیں ادھر نوع اول میں دو سو (۲۰۰) قول اب یہ ایک سو پانچ (۱۰۵) مقال مل کر چار سو (۴۰۰) کا عدد کامل اور فقیر کا وہ مدعا حاصل ہو گیا کہ مولوی صاحب سددہ اللہ تعالیٰ کے اصل مذہب اور اس چند سطری تحریر پہ چار سو وجہ سے اعتراض ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

خاتمہ رسالہ

(بیں دربارۂ سماع موتیٰ علمائے عرب کا فتویٰ)

اس رسالہ کے زمانہ تالیف میں فقیر کو معتبر طور پر خبر پہنچی کہ مولوی صاحب فرماتے ہیں اگر وہ ہمارے مسئلہ کا رد لکھے گا ہم دونوں تحریریں مولویان بھوپال کو بھیج دیں گے کہ وہ حکم ہو جائیں گے۔

اقول تحکیم بے قبول طرفین معقول نہیں مولوی صاحب ماشاء اللہ فاضل ہیں یہیں کیوں نہ تصفیہ ہو جائے طالبان تحقیق کو اظہار حق سے کیوں باک آئے رسالہ فقیر کو ملاحظہ فرمائیں اگر حق واضح ہو تسلیم واجب ورنہ جواب مناسب۔ ہاں تحریر جواب میں استمداد و استعانت کا اختیار ہے بھوپالیوں سے ہو یا بنگالیوں سے اور اگر اور وں ہی پر رکھنا صلاح وقت ہے تو اہل ہند میں جسے دیکھے گا بلا مرجح خود احد الفریقین ہے بھوپالیوں کو مثلاً مصطفےٰ آبادیوں پر کیا وجہ ترجیح ہے۔ لہذا سب سے قطع نظر کر کے علمائے عرب کو حکم کیجئے کہ دین وہیں سے نکلا اور وہیں کو پلٹ جائے گا اور وہاں کے جمہور علما پر ان شاء اللہ تعالیٰ شیطان ہرگز قابو نہ پائے گا جناب مولینا اگر اس رائے کو پسند فرمائیں تو ان اکابر کرام کا مہری دستخطی فتویٰ بالفعل فقیر کے پاس اصل موجود جس میں اکثر مسائل وہابیت کا رد واضح فرمایا اور طائفہ جدیدہ کو ضال مضل بتدع مبطل ٹھہرایا فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ اس میں سے چند سطور متعلق مسئلہ سماع مع شرح دستخط علما بتلخیص والتقاط حاضر کرتا ہے واللہ الہادی۔

اس سوال کے جواب میں کہ وہابیہ عدم علم و عدم سماع موتیٰ کا ادعا و اعتقاد رکھتے ہیں فرمایا

هذا الادعاء افتراء قبيح وهذا
الاعتقاد اعتداء صريح فان
العلماء المحققين من الحنفية
والشافعية وغيرهم قد
اثبتوا اطلاع الانسان في
البرزخ وسمعه لسلام الزائر
وكلامه ومعرفته والانس به
بالاحاديث الصحيحة والاثار
الصريحة وتلك المسئلة مع
دلائلها مصرحة في المرقاة شرح
المشكوة لعلي القاري الحنفي و
شرح الصدور للحافظ السيوطي
وشفاء السقام للامام السبكي
وغيرها من الكتب المشهورة
لجمهور المحققين حتى اشاروا
اليه في كتب العقائد المشهورة
فقد صرح في المقاصد وشرحه
انه عند المعتزلة وغيرهم
البنية المخصوصة شرط في الادراك

یعنی وہابیہ کا یہ ادعا افتراء قبیح
اور یہ اعتقاد ظلم صریح ہے حنفیہ شافعیہ
وغیرہم کے علمائے محققین نے صحیح
حدیثوں صریح خبروں سے ثابت کیا
ہے کہ آدمی برزخ میں علم رکھتا اور زائر
کا سلام و کلام سنتا اور اسے پہچانتا
اور اس سے انس حاصل کرتا ہے
مرقاۃ شرح مشکوۃ علی قاری حنفی
شرح الصدور حافظ سیوطی شافعی
وشفاء السقام امام سبکی وغیرہا جمہور
محققین کی کتب مشہورہ میں اس مسئلہ
اور اس کے دلائل کی تصریح ہے
یہاں تک کہ علما نے عقائد کی مشہور
کتابوں میں اس کی طرف اشارہ کیا
مقاصد و شرح مقاصد میں تصریح
فرمائی کہ معتزلہ وغیرہم کے نزدیک یہ
بلکہ شرط ادراک ہے تو ان کے مذہب
میں جب آلات بدنی نہ رہے ادراک
جزئیات بھی نہ رہا اور ہم اہل سنت

فعندهم لایبقی ادراك الجزئیات عند فقد الالات وعندنا یبقی وهو الظاهر من قواعد الاسلام ولهذا ینتفع بزیارة قبور الابرار والاستعانة من نفوس الاخیار الخ وبالجملة فالنفس الانسانیة تبقی لها الادراکات ولها تعلقات کثیرة بموضع دفن جسدها والاحادیث والاثار شاهدة لذلك لاینکرها بعد العلم بها الامکابر معاند الخ۔

کے نزدیک ادراک باقی رہتا ہے قواعد اسلام اسی کی تائید کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ قبور ابرار کی زیارت ارواح اولیاء سے استعانت نفع دیتی ہے غرض روح انسانی کے ادراکات باقی اور اسے موضع دفن سے بہت تعلقات ہیں احادیث و آثار اس پر گواہ ہیں جنہیں جان بوجھ کر انکار نہ کرے گا مگر باطل کوش دشمن حق۔

اس کے بعد شبہات منکرین کا نصوص علماء سے رد کیا اور عمائد علمائے حرمین طیبین نے اس پر مہر و دستخط ثبت فرمائے۔

شرح دستخط حضرت مولینا محمد بن حسین کتبی حنفی مفتی مکہ معظمہ

لا کلام فیه ولا شك یعتریه۔

اس میں نہ کلام کی گنجائش نہ شک کی خلش۔

امر برقمه محمد بن حسین الکتبی الحنفی مفتی مکة المکرمة عفی عنه امین

قال لی ذمة منه بتسمیتی محمدا وهو اوفی الخلق بالذمم

شرح دستخط حضرت مولینا و شیخ مشائخنا رئیس المدرسین بالمسجد الحرام مولینا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

لا یلتفت المفید الا الیہ ولا یعول المستفید الا علیہ۔

مفید التفات نہ کرے مگر اسی طرف اور مستفید اعتماد نہ کرے مگر اسی پر

امر برقمہ رئیس المدرسین الکرام بالمسجد المکی الحرام الراجی لطف ربہ الخفی جمال بن عبداللہ شیخ عمر الحنفی لطف اللہ تعالیٰ بہما

عبدہ جمال شیخ عمر

شرح دستخط حضرت مولینا حسین بن ابراہیم مالکی مفتی مکہ مبارکہ

لاریب فیہ ولا شک یعتریہ

عبدہ حسین

کتبہ الفقیر حسین بن ابراھیم مفتی المالکیۃ بمکۃ المشرفۃ المحمیۃ

شرح دستخط حضرت مولینا و شیخنا و برکتنا زین الحرم عین الکرم مولینا احمد زین دحلان شافعی مفتی مکہ مکرمہ قدس سرہ العزیز

رأیت ھذا المؤلف الشریف الحاوی لکل برھان لطیف فرأیتہ قد نص علی عقائد اھل الحق المؤیدین و ابطل

میں نے یہ شریف تالیف جامع ہر دلیل لطیف دیکھی تو میں نے اسے پایا کہ اہل حق دارباب تائید کے عقیدے صاف واضح لکھے ہیں اور

عقائد اهل الضلال المبطلین۔ | باطل پرست گمراہوں کے مذہب باطل کیے۔

رقمہ بقلمہ المرتجی من ربہ الغفران احمد بن زین دحلان (احمد دحلان)

شرح دستخط حضرت مولینا محمد بن محمد غرب شافعی مدنی مدرس مسجد مدینہ طیبہ

تاملت فی ھذا المؤلف فرأیت مؤلفہ قد اجاد وبکل نص سنی صریح افاد۔ | میں نے یہ رسالہ بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے مصنف نے جید کلام لکھا اور ہر نص روشن کا افادہ کیا۔

کتبہ الفقیر الی اللہ تعالیٰ محمد بن محمد الغرب الشافعی (مہر صاف نخوانده شد)
خادم العلم بالمسجد النبوی

شرح دستخط مولینا عبدالکریم حنفی از علمائے مدینہ منورہ

لما تاملت فی ھذہ الرسالۃ وجدتھا کالسیف الصارم للمعاند الضال لا یطعن فیھا الا من اختل عقلہ وقبحت سیرتہ فی جمیع الآجال۔ | جب میں نے یہ رسالہ غور سے دیکھا اسے معاند گمراہ کے حق میں شمشیر تیغ براں پایا نہ طعنہ کرے گا اس میں مگر وہ جس کی مت کٹی اور عادت بد ہوئی ہر زمانہ میں۔

من خدام طلبۃ العلم بالمسجد النبوی (المتوکل علی اللہ الحکم عبدالکریم بن عبدالحکیم)

شرح دستخط مولینا عبدالجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ سکینہ

وقفت علی ھذا المجموع	میں اس تالیف پر واقف ہوا تو اسے
فالفیتہ مھند اسل علی من	ایک تیغ ہندی پایا کھینچی گئی اس پر
شق عصا الجماعۃ معزالا	جس نے جماعت کا خلاف کیا اور
عن السنۃ۔	سنت سے کنارہ کش ہوا۔

اشار برقمہ الی الشیخ الاجل الورع الفقیہ الزاھد مولٰنا عبدالجبار الحنبلی البصری نزیل المدینۃ المنورۃ متع اللہ المسلمین ببقائہ آمین۔

عبدالجبار

شرح دستخط حضرت مولینا السید ابراہیم بن الخیار شافعی مفتی مدینہ امینہ

کم طالعت بعد ما اطلعت	میں نے جب سے اطلاع پائی اس فرقہ
ردودا للعلماء الاجلۃ علی	گمراہ وگمراہ گر پر علمائے جلیل کے بہت
الفرقۃ الضالۃ المضلۃ فما	رد دیکھے مگر اس رسالہ کا مثل نظر
رأیت مثل ھذہ الرسالہ	سے نہ گزرا۔

قال بفمہ ورقمہ بقلمہ خادم العلم بالحرم النبوی ابراھیم ابن المرحوم محمد خیار الحسنی الحرمی۔

الحمد للہ علی حصول المسئول وبلوغ الکلام نہایۃ المامول۔

فقیر عبدالمصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی نے اس رسالہ کا مسودہ اوائل رجب ۱۳۰۵ھ میں کیا، پھر بوجہ عروض بعض اعراض و اہتمام دیگر اغراض مثل تحریر مسائل و تصنیف بعض دیگر رسائل جن کی ضرورت اہم نظر آئی اس کی تبییض نے تاخیر پائی اب بحمد اللہ بعنایت الٰہی و اعانت حضرت رسالت پناہی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام و علی آلہ و صحبہ الکرام سلخ شعبان سنہ مذکورہ کو وقت عصر یہ مسودہ بیضہ ہوا اور اثنائے تبییض میں سرکار مفیض سے فیوض تازہ کا افاضہ ہوا۔

والحمد للہ اولاً و اٰخراً و باطناً و ظاہراً وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و اٰلہ وصحبہ و ابنہ و حزبہ و علینا بہم وبارک وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً نسأل اللہ تعالیٰ ان یتقبل سعینا و یغفر لنا ذنوبنا و یرحم فاقتنا و یحیینا مسلمین و یمیتنا مؤمنین و یحشرنا فی زمرۃ الصالحین و ان ینفع بھٰذا التالیف و سائر تصانیفی جمیع اخوانی فی الدین انہ سمیع قریب قدیر مجیب و الحمد للہ رب العالمین۔

تمت بالخیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تکمیل جمیل و تسجیل جلیل

چند فوائد عالیہ کی یاددہانی میں

حامداً و مصلیاً و مسلماً

ہر چند یہ فوائد وہی ہیں جن کا ثبوت مباحث رسالہ میں گزرا مگر کتاب میں ان کے لیے کوئی فصل معین نہ تھی متفرق مواقع پر واقع ہوئے لہذا اُن کے مہتم بالشان ہونے نے چاہا کہ یہاں ان کے مواضع پر مطلع کر دیا جائے۔

(فائدہ اولی) اس مسئلہ میں خلاف کرنے والے بدعتی گمراہ ہیں دیکھو (قول ۵ ۱) کہ ادراکات موتی کا انکار مذہب معتزلہ ہے (قول ۱۸) کہ بعض معتزلی رافضی جمادیت موتی سے سند لائے (قول ۱۹) کہ میت کا جماد ہونا مذہب اعتزال ہے (قول ۵ ۲) کہ علم موتی کا منکر نہ ہوگا مگر جو حدیثوں سے جاہل ہے اور دین سے منکر (قول ۹۹ اور ۲) کہ علم و سمع و بصر موتی پر تمام اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے۔ پر ظاہر کہ ان کے اجماع کا مخالف نہ ہوگا مگر بدمذہب گمراہ۔

(فائدہ ثانیہ) اہل قبور کہ زائروں کو دیکھتے پہچانتے ان کا کلام سنتے سلام لیتے جواب دیتے ہیں یہ بات ہمیشہ ہے اس میں کسی دن کی تخصیص نہیں جمعہ و غیر جمعہ سب یکساں نہ کسی وقت کی خصوصیت ہاں جمعہ کے دن خصوصاً صبح کو معرفت ترقی پر ہوتی ہے دیکھو (قول ۶۶ و ۶۹ و ۸۰ و ۸۱ و ۸۲ و حاشیہ ۸۱) اور خود وہ تمام احادیث اور صدہا اقوال کہ فصول مقاصد دوم و سوم میں اس مطلب پر منقول ہوئے اپنے اطلاق و ارسال سے اس عموم و اطلاق کی دلیل کافی ہیں کما مرت الاشارۃ

الیہ فی الکتاب۔

(فائدہ ثالثہ) ارواح مومنین کو اختیار ہوتا ہے کہ زمین آسمان میں جہاں جائیں جائیں سیر کریں جولان فرمائیں دیکھو (حدیث ۱ و ۹ و قول ۳ و مقال ۶) یہاں تک کہ بیداری میں اپنے مخلصین سے ملتے فیض بخشتے ہیں (مقال ۷ و ۱۷) ناتوان بیماروں کو پانی پلاتے کپڑا اوڑھاتے ہیں (مقال ۱۷) جہادوں میں شرکت فرماتے ہیں (مقال ۱۵) دوستوں کی مدد دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں (مقال ۷) یہاں تک کہ شرح سنن نسائی شریف میں تصریح فرمائی کہ ارواح کا حال جسم کا سا نہیں وہ ایک وقت میں چند جگہ ہو سکتی ہے (قول ۷۹)

میں کہتا ہوں اولیائے احیا کی حکایات منقول کہ ایک وقت میں دس جگہ تشریف فرما تھے۔ پھر بعد وصال کہ روح اپنی آزادی و ترقی کامل پر ہوتی ہے اس وقت کے افعال کا کہنا ہی کیا ہے۔ زہر الربی میں یہیں یہ بھی نقل فرمایا کہ ایمان والوں کے دل اسے بے تکلف قبول کر سکتے ہیں کہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام جب خدمت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوتے سدرۃ المنتہی سے جدا نہ ہوتے ہوں بلکہ اسی آن میں یہاں بھی ہوں اور وہاں بھی [۱] العبارۃ علی الحاشیۃ پھر سفہائے غافلین کا خود حضور پر نور روح القسط روح المقدس روح الارواح صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت یہ جاہلانہ وسوسہ کہ اگر وہ کسی مجلس خیر میں تشریف لائیں تو پیش از قیامت مرقد اطہر سے خروج لازم ہو اور چاہیئے کہ اس وقت روضۂ انور

---

[۱] ہذا جبریل علیہ السلام رآہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولہ ست مأتہ جناح منہا جناحان سدا الافق وکان یدنو من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی یضع رکبتیہ علی رکبتیہ ویدیہ علی فخذیہ وقلوب المخلصین تسع للایمان بانہ من الممکن انہ کان ہذا الدنو وہو فی مستقرہ من السموات وفی الحدیث فی رؤیتہ جبرئیل معرفت رأسی فاذا جبرئیل صاف قدمیہ بین السماء والارض یقول یا محمد انت رسول اللہ وانا جبریل فجعلت اصرف بصری حتی ناحیۃ الا رأیتہ کذلک ۱۲ زہر الربی۔

خالی رہ جائے محض حماقت ہے۔

اولاً:۔ وہی روح کا جسم پر طفلانہ قیاس اور زندان وہم میں سلطان عقل کا احتباس۔

ثانیاً:۔ ہوشمندوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ روحیں تو عوام مومنین کی بھی قبور میں محبوس نہیں رہتیں بلکہ اپنے مراتب کے لائق علیین یا جنت یا آسمان یا چاہ زمزم وغیرہا میں ہوتی ہیں جسے علمائے کرام یہاں تک کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی تفسیر عزیزی[1] میں مفصلاً ذکر کیا۔

ثالثاً:۔ یہ اعتراض بعینہ ان احادیث کثیرہ پر بھی وارد جن میں صریح تصریح کہ ارواح مومنین بعد انتقال جہاں چاہیں سیر کرتی ہیں لازم کہ جب وہ سیر کو جائیں قبریں خالی رہ جائیں اور قیامت سے پہلے حشر ہو جائے مگر جہل و تعصب جو نہ کرا دیں وہی غنیمت ہے۔

چند سال ہوئے فقیر کے پاس ایک سوال آیا زید کہتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم روضۃ النور سے جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں عمرو منکر ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس کے جواب میں مفصل فتویٰ لکھا اور وہاں اس سیر و اختیار کو شہدا و غیر شہدا عام مومنین کی ارواح کے لیے بہت حدیثوں سے ثابت کیا اور کلمات علمائے دین سے اس کے وقائع نقل کیے یہ فتویٰ فقیر کی مجلد

---

[1] مقام علیین بالائے ہفت آسمان است و پایین آن متصل السدرۃ المنتہیٰ و بالائے آن متصل بپایۂ عرش مجید و ارواح نیکاں بعد از قبض در انجا میرسند و مقربان یعنی انبیاء و اولیا دران مستقر می مانند و عوام صلحا را بعد نو سیا نیدن و رسیدن نا جہاے اعمال بر حسب مراتب در آسمان دنیا یا درمیان آسمان و زمین یا در چاہ زمزم قرار می آرند و تعلقے بقبر نیز این ارواح می باشند آخر عبارت تک کہ مقال ہے میں گزری ۱۲ تفسیر عزیزی۔

یہاں سے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر اعتراض نہیں ہو سکتا

ششم فتاوی مسمٰی بہ العطایا النبویۃ فی فتاوی الرضویۃ میں منسلک والحمد للہ رب العالمین۔

(فائدہ رابعہ بغایت نافعہ) ارواح طیبہ کے نزدیک دیکھنے سننے میں دور و نزدیک سب یکساں ہے یہ ایک مطلب نفیس و جلیل و عظیم الفائدہ ہے جس کی طرف توجہ خاص لازم دیکھو (قول ۶۵) کہ اولیاء احیا نور خدا سے دیکھتے ہیں اور نور خدا کو کوئی چیز حاجب نہیں پھر اموات کا کیا کہنا (قول ۶۹) کہ قبر سے نزدیکی توجہ کو ہوتی ہے اور ادراک و شناخت دائمی (قول ۸۲ و ۸۶) کہ روح جنت یا آسمان یا علیین میں رفیق اعلیٰ میں ہوتی ہے اور وہیں سے زائر کی آواز سنتی جواب دیتی ادراک کرتی اپنے بدن سے کام لیتی ہے پھر کون بتا سکتا ہے کہ زمین سے جنت تک کئی لاکھ کئی کروڑ منزل کا فاصلہ ہے نہ کہ بریلی سے بغداد یا ہند سے مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علی مالکہا وآلہ وبارک وسلم (قول ۱۱۳ و ۱۱۴)، کہ ارواح کے آگے کچھ پردہ نہیں اور انہیں سارا جہاں یکساں ہے۔ (قول ۱۸۷ و ۱۸۸ و ۱۸۹) کہ ارواح قدسیہ سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے۔ (مقال ۲)۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول کہ روح کو قرب و بعد مکانی اس دریافت کا حاجب نہیں اس کا حال نگاہ کا سا ہے کہ کوئیں کے اندر سے ساتوں آسمان کے ستارے دیکھ سکتی ہے۔

یہی معنی ہیں ارشاد عالی دو امام اہلبیت طہارت دو فرزند ریحانیں رسالت حضرت امام اجل زین العابدین علی بن حسین شہید کربلا و حضرت امام حسن مثنی ابن امام اکبر سیدنا حسن مجتبیٰ صلوٰت اللہ وسلامہ علی ابیہم الکریم وعلیہم کے کہ زائران مزار اقدس سے فرمایا:۔

انتم ومن فی الاندلس سواء — تم اور جو اندلس میں بیٹھے ہیں برابر ہو

حکاہ فی جذب القلوب وغیرہ۔

سوال ۷۰ میں حدیث گزری کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو روضۂ اقدس پر کھڑا تمام جہان کی آوازیں سنتا ہے معلوم ہوا کہ یہ خاصۂ ملزومۂ الوہیت نہیں بلکہ بندے کو اس کا حصول ممکن اور زیر قدرت الٰہی داخل پھر کسی کے لیے اس کا اثبات شرک ہونا عجب تماشا ہے فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس کی تحقیق تام اپنے رسالہ "سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الورٰی" میں ذکر کی وباللہ التوفیق۔ ۹۷ ۱۲

(فائدۂ خامسہ) ولہٰذا ان کی امداد ہر جگہ جاری کچھ نزدیکوں پر منحصر نہیں اور اسی لیے ان سے استمداد اور ان کی ندا میں بھی حضور مزار بغیر مشروط بلکہ جہاں سے چاہو صحیح و درست ہے اگرچہ حضور مزارات میں نفع اتم و زائد ہے دیکھو (قول ۱۴۳ و ۱۴۴) غور کرو ائمہ مجتہدین کے پیرو تمام ملک خدا میں کہاں سے کہاں تک پھیلے ہیں پھر وہ کیونکر ہر شخص کی ہر مشکل و آفت میں مدد فرماتے اور دائما خبرگیراں رہتے ہیں اسی طرح حضرات اولیائے کرام اپنے مریدان سلاسل کے ساتھ دیکھو (قول ۷۹)۔

خود سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب کوئی مصیبت آئے یا زروق کہہ کر پکاریں فوراً مدد کو آؤں گا دیکھو (قول ۱۶۳)۔

لہ فائدہ جلیلہ علامہ زیادی پھر علامہ اجھوری پھر علامہ داودی پھر علامہ شامی فرماتے ہیں جس کی کوئی چیز گم جائے مکان بلند پر رو بقبلہ کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نذر کرے پھر اس کا ثواب حضرت سیدی احمد بن علوان یمنی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں ہدیہ کرے اس کے بعد یوں عرض رسا ہو کہ سیدی احمد یا ابن علوان میری گمی ہوئی چیز مجھے مل جائے الخ رد المحتار حاشیہ در مختار کے منیہ میں ہے قرر الزیادی ان الانسان اذا ضاع لہ شئی واراد ان یرد اللہ سبحانہ علیہ فلیقف علی مکان عال مستقبل القبلۃ یقرا الفاتحہ ویھدی ثوابھا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یھدی ثواب ذلک لسیدی احمد بن علوان ویقول یا سیدی احمد یا ابن علوان ان لم ترد علی ضالتی والا نزعتک من الرجال الادنیاء فان

(باقی بر صفحہ آئندہ)

ششم فتاوی مسمّٰی بہ العطایا النبویۃ فی فتاوی الرضویۃ میں منسلک
والحمد للہ رب العالمین ۔

(فائدہ رابعہ بغایت نافعہ) ارواح طیبہ کے نزدیک دیکھنے سننے میں دور و نزدیک سب یکساں ہے یہ ایک مطلب نفیس و جلیل و عظیم الفائدہ ہے جس کی طرف توجہ خاص لازم دیکھو (قول ۲۵) کہ اولیائے احیا نور خدا سے دیکھتے ہیں اور نور خدا کو کوئی چیز حاجب نہیں پھر اموات کا کیا کنا(قول ۲۹) کہ قبر سے نزدیکی توجمعہ کو ہوتی ہے اور ادراک و شناخت دائمی (قول ۸ تا ۲۷ و ۱۸۶) کہ روح جنت یا آسمان یا علیین میں رفیق اعلیٰ میں ہوتی ہے اور وہیں سے زائر کی آواز سنتی جواب دیتی ادراک کرتی اپنے بدن سے کام لیتی ہے پھر کون بتا سکتا ہے کہ زمین سے جنت تک کئی لاکھ کئی کروڑ منزل کا فاصلہ ہے نہ کہ بریلی سے بغداد یا مدینہ سے مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ مالکہا و آلہ و بارک وسلم (قول ۱۱۳ و ۱۱۴) کہ ارواح کے آگے کچھ پردہ نہیں اور انہیں سارا جہان یکساں ہے۔ (قول ۱۸۷ و ۱۸۸ و ۱۸۹) کہ ارواح قدسیہ سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے۔ (مقال ۲۷)۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول کہ روح کو قرب و بعد مکانی اس دریافت کا حاجب نہیں اس کا حال نگاہ کا سا ہے کہ کوئیں کے اندر سے ساتوں آسمان کے ستارے دیکھ سکتی ہے۔

یہی معنی ہیں ارشاد عالی دو امام اہلبیت طہارت دو فرزند ریحانیں رسالت حضرت امام اجل زین العابدین علی بن حسین شہید کربلا و حضرت امام حسن مثنیٰ ابن امام اکبر سیدنا حسن مجتبیٰ صلوٰت اللہ وسلامہ علی ابیہم الکریم وعلیہم کے کہ زائرین مزار اقدس سے فرمایا:۔

انتم ومن فی الاندلس سواء — تم اور جو اندلس میں بیٹھے ہیں برابر ہو

حکاہ فی جذب القلوب وغیرہ۔

سوال ۷ - میں حدیث گزری کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو روضۂ اقدس پر کھڑا تمام جہان کی آوازیں سنتا ہے معلوم ہوا کہ یہ خاصۂ ملزومۂ الوہیت نہیں بلکہ بندے کو اس کا حصول ممکن اور زیر قدرت الٰہی داخل پھر کسی کے لیے اس کا اثبات شرک ہونا عجب تماشا ہے فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس کی تحقیق تام اپنے رسالہ "سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الورٰی" میں ذکر کی وباللہ التوفیق۔

(فائدۂ خامسہ) ولہٰذا ان کی امداد ہر جگہ جاری کچھ نزدیکوں پر منحصر نہیں اور اسی لیے ان سے استمداد اور ان کی ندا میں بھی حضورِ مزار بغیر مشروط بلکہ جہاں سے چاہو صحیح و درست ہے اگرچہ حضورِ مزارات میں نفع اتم و زائد ہے دیکھو (قول ۳۲ و ۱۴۱) غور کرو ائمہ مجتہدین کے پیرو تمام ملک خدا میں کہاں سے کہاں تک پھیلے ہیں پھر وہ کیونکر ہر شخص کی ہر مشکل و آفت میں مدد فرماتے اور دائماً خبرگیراں رہتے ہیں اسی طرح حضرات اولیائے کرام اپنے مریدان سلاسل کے ساتھ دیکھو (قول ۷ و ۹۷)۔

خود سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب کوئی مصیبت آئے یا زروق کہہ کر پکاریں فوراً مدد کو آؤں گا دیکھو (قول ۱۶۳)۔

لہ فائدہ جلیلہ علامہ زیادی پھر علامہ اجہوری پھر علامہ داؤدی پھر علامہ شامی فرماتے ہیں جس کی کوئی چیز گم جائے مکان بلند پر رو بقبلہ کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نذر کرے پھر اس کا ثواب حضرت سیدی احمد بن علوان یمنی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں ہدیہ کرے اس کے بعد یوں عرض رسا ہو کہ سیدی احمد یا ابن علوان میری گمی ہوئی چیز مجھے مل جائے الخ ردالمحتار حاشیہ درمختار کے منیہ میں ہے قرر الزیادی ان الانسان اذا ضاع لہ شئی واراد ان یرد اللہ سبحانہ علیہ فلیقف علی مکان عال مستقبل القبلۃ یقرأ الفاتحۃ ویہدی ثوابہا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یہدی ثواب ذلک لسیدی احمد بن علوان ویقول یا سیدی احمد یا ابن علوان ان لم ترد علی ضالتی والا نزعتک من دیوان الاولیاء فان (باقی بر صفحہ آئندہ)

اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول دیکھو (مقال ۸۸[۵])۔
شاہ ولی اللہ کہتے ہیں گھر بیٹھے ارواح طیبہ کی طرف توجہ کرو دیکھو (سوال ۱۲[۶])

مرزا مظہر صاحب عارضہ جسمانی میں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی طرف اور مشکل باطنی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب توجہیں کرتے ادھر سے امداد فرمائی جاتی دیکھو (سوال ۷[۷] و مقال ۳[۸]) گھر بیٹھے قصائد سناتے ارواح عالیہ سے نوازشیں پاتے دیکھو (سوال ۸[۹] و مقال ۱۰[۱۰])۔

حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کہا حضور کے جس متوسل سے ملاقات ہوئی توجہ والا اس کے حال پر مبذول پائی دیکھو (مقال ۳۳[۱۱])

مغلوں کا بیان کیا جنگل میں یا سوتے وقت اپنا مال حضرت خواجہ بہاء الحق والدین نقشبند قدس سرہ العزیز کی حمایت میں سونپتے ہیں اس پر غیب سے مددیں پاتے ہیں دیکھو (مقال ۳۴[۱۲])۔

ہر شہر میں بندگان خدا ولایت و قطبیت کے مراتب پاتے ہیں پھر کیونکر ان سب کو وہ فیض حضرات ائمہ اطہار و غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہم عطا فرماتے ہیں دیکھو (مقال ۳۸[۱۳] و ۳۹[۱۴] و ۴۰[۱۵] و ۴۱[۱۶] و ۴۲[۱۷] و ۴۳[۱۸] و ۴۴[۱۹] و ۴۵[۲۰] و ۶۴[۲۱]) سلطنتیں اور امارتیں کس ملک و شہر میں نہیں ہوتیں پھر ان سب میں حضرت مولیٰ مشکل کشا کا توسط کیونکر ہوتا ہے دیکھو (مقال ۱۸[۲۲])۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیخ ابوالرضا کو اسرار تعلیم فرمائے دیکھو (مقال ۷۰[۲۳] و ۷۱[۲۴])۔

یہ ایک معجزہ کہ پانی پلا کر لحاف اوڑھا کر غائب ہو گئے دیکھو (مقال ۷۲[۲۵])

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) یرد علی من قال ذلک ضالۃ ببرکۃ اجھوری مع زیادۃ کذا فی حاشیہ شرح المنہج للداودی رحمہ اللہ تعالیٰ انتہی ۱۲ منہ۔

حضور غوث اعظم و حضرت نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے مریدان کی تربیت فرمائی دیکھو (مقال ۶ و ۷)۔

اسمٰعیل دہلوی مدعی کہ دونوں ارواح طیبہ نے ان کے پیر پر جلوہ فرمایا اور پہر بھر تک توجہ بخشی دیکھو (مقال ۸)۔

ولہٰذا یا رسول اللہ یا علی یا شیخ عبد القادر جیلانی کہنا بے تخصیص مکان و قید زمان جائز ہوا اور شاہ ولی اللہ اور ان کے اکابر نے یا علی یا علی کا وظیفہ کیا دیکھو (قول ۶۰ و ۶۱ و ۶۲ و مقال ۹۰ و ۹۱ و ۹۲ و ۹۳ و ۹۴ و ۹۵ و ۹۶ و ۹۷ و ۹۸ و ۹۹ و ۱۰۰ و ۱۰۱ و ۱۰۲ و ۱۰۳ و ۱۰۴) مسلمان ان فوائد سے غفلت نہ کرے کہ بہت نافع ہیں اور ضلالت سے مانع، واللہ الہادی الیٰ صراط مستقیم۔

تنبیہ:۔ یہ مواضع بعیدہ سے استمداد وندا کا مسئلہ بجائے خود ایک مستقل تالیف کے قابل ہے جس کی تائید میں حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت احادیث اور خاص تصریح میں حضرت عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن عمر و عثمان بن حنیف وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے آثار اور علاوہ ان چھیالیس ۴۶ مصرحوں تیرہ ۱۳ مؤیدوں کے جن کی طرف فائدہ خامسہ و رابعہ میں ایما ہوا بہت ائمۂ دین و علمائے معتمدین و کبرائے خاندان عزیزی کے اقوال اس وقت میرے پیش نظر جلوہ گر رہے ہیں عجب نہیں کہ حضرت حق جل و علا کا ارادہ ہو تو فقیر اپنے رسائل کثیرہ کی تتمیم و تبییض سے فارغ ہو کر خاص اسباب میں ایک جامع رسالہ ترتیب دے اور ان سب احادیث و اقوال ماضیہ و آتیہ کو فراہم کرکے تحقیقات سلطنۃ المصطفےٰ وغیرہا افاضات تازہ کا اضافہ کرے، واللہ الموفق وبہ نستعین والحمد للہ رب العٰلمین۔

تذییل

نواب صدیق حسن خاں بہادر شوہر ریاست بھوپال رسالہ تفصار جیوداالاحرار میں تصریح کرتے ہیں کہ غوث الثقلین و غوث اعظم و قطب الاقطاب کہنا شرک سے خالی نہیں۔

میں کہتا ہوں نواب بہادر نے یہاں خدا جانے کس خیال سے ایسا گرا ہوا لفظ لکھا ورنہ بیشک تمام وہابیہ پر فرض قطعی کہ صرف لفظ غوث کہنے پہ خالص شرک جلی کا حکم لگائیں غوث اعظم و غوث الثقلین تو بہت اجل و اعظم ہے آخر غوث کے کیا معنی فریاد کو پہنچنے والا جب ان کے نزدیک استمداد و فریاد شرک تو فریاد رس کہنا کیونکر شرک صریح نہ ہوگا اب دیکھیئے کہ حضرات کے طور پر کون کون مشرک ہو گیا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی و میاں اسمٰعیل دہلوی نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوث الثقلین لکھا دیکھو (مقال ۳۸ و ۷۸)۔

شاہ ولی اللہ امام معتمد اور شیخ ابوالرضا ان کے جد امجد اور مرزا جان جانان ان کے ممدوح او حد اور ان کے پیر سلسلہ شیخ عبدالاحد نے غیاث الدارین حضور غوث الثقلین کو غوث اعظم کہا دیکھو (مقال ۶۱ و ۷۰، ۷۱، ۷۶، و ۷۷)۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا:۔

"برخی از اولیا مسجود خلائق و محبوب دلہا گشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و سلطان المشایخ حضرت نظام الدین اولیا قدس اللہ تعالیٰ سرہ۔

تنبیہ:۔ ذرا یہ مسجود خلائق کا لفظ بھی پیش نظر رہے جس نے شرک کا پانی سر سے گزار دیا۔

میاں اسمٰعیل نے صراط مستقیم میں کہا:۔

"طالباں نافہم دانند کہ ما نیز ہم پایۂ حضرت غوث الاعظم شدیم"

انہیں بزرگوار نے حضرت خواجہ قطب الحق والدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کو قطب الاقطاب لکھا دیکھو (مقال ۹۷)۔

اور رہاں مولوی اسحٰق صاحب تو رہے ہی جاتے ہیں جنہوں نے مائۃ مسائل کے جواب سوال دہم میں کہا:

"ولایت و کرامت حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ"

غرض مذہب طائفہ عجب مہذب مذہب ہے جس کی بنا پر تمام ائمہ و عمائد طائفہ بھی سو سو طرح شرک کا فر بنتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تنبیہ مہم واجب الملاحظہ ہر مسلم

الحمد للہ کلام نے ذروۂ منتہیٰ لیا اور بیان نے مسئلے کو اس کا حق دیا ذٰلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون اب حضرات وہابیہ سے اتنا پوچھ لینا چاہیے کہ اس مختصر رسالے کے مقصد سوم نے علماء کے تین سو پانچ[۳۰۵] قول آپ کے گوش گزار کیے جن میں ایک سو انچاس[۱۴۹] علم وسمع وبصر موتیٰ کے متعلق خاص اور پانچ[۵] ہیں یہ کہ اولیاء کی کرامتیں بعد وصال بھی باقی ہیں ایک سو چھپن[۱۵۶] یہ تو آپ کی سرکار سے شاید صرف حکم بدعت وضلالت ہو اگرچہ وہ بھی بتصریح امام الطائفہ مثل شرک مخل اصل ایمان ہے۔ باقی کتنے رہے ایک سو اکاون[۱۵۱] اور تین قول ابھی ابھی اسی تکملہ کے فائدۂ رابعہ میں تازہ مذکور ہوئے یہ پھر ایک سو چون[۱۵۴] ہو گئے جن کے مفاد و مقاصد کی تفصیل اس جدول سے ظاہر ہے

اس باب میں کہ	اقوال ائمہ وعلمائے سلف	مقالات خاندان عزیزی	کل	مجموعہ
اولیا بعد وصال بھی تصرف فرماتے ہیں	۸	۷	۱۵	۱۵۴
وہ بعد رحلت بھی بدستور نزدیک و دور مدد کرتے ہیں	۲۵	۵۹	۸۴	
وقت حاجت ان سے استعانت اور ان کی ندا نزدیک و دور ہر جگہ سے روا۔	۱۶	۲۶	۴۲	
ارواح طیبہ کو بعد انتقال دیکھنے سننے میں دور و نزدیک سب یکساں۔	۱۲	۱	۱۳	

اب ان کی نسبت ارشاد ہو وہ ایک سو چون بدعت تھے یہ ایک سو چون آپ کے مذہب میں خالص شرک اور ان کے قائل ائمہ وا فاضل عیاذا باللہ پکے مشرک ٹھہر گئے یا نہیں اگر کہیے نہ (اور خدا کرے ایسا ہی کہو) تو الحمد للہ کہ ہدایت پائی اور کفر و شرک کی تیز و تند کہ مدتوں سے بیر نگ چڑھی تھی اوتار پہ آئی رب قدیر کو ہدایت فرمانے کیا دیر لگتی ہے آخر کلمہ پڑھتے ہو شاید پاس اسلام کچھ جھلک دکھا جائے اور محبوبان خدا و ائمۂ ہدیٰ کو معاذ اللہ کافر و مشرک کہتے جگر تھرائے، ان ذٰلک علی اللہ یسیر۔ ان اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر اور اگر شاید اصرار مذہب و تعصب مشرب آڑے آئے اور بیدھڑک آپ کے منہ سے ہاں نکل جائے تو آپ صاحبوں سے تو اتنا عرض کروں گا کہ حضرات جنہیں آپ نے مشرک کہہ دیا ذرا نگاہ رو بروان میں شاہ ولی اللہ و شاہ عبد العزیز صاحبان اور ان کے اسلاف و اخلاف یہاں تک کہ خود بانی مذہب امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی بھی ہیں۔

اب ان کی نسبت تصریحاً استفسار اگر یہاں جھجکے تو کہوں گا کیوں صاحب اسی بات پہ ائمۂ ہدیٰ تو پناہم بخدا چنیں و چناں ٹھہریں۔

اور یہ حضرات مطلق العنان کیا ان کے لیے کوئی وحی آگئی ہے کہ احکام الٰہی سے مستثنیٰ رہیں یا انہوں نے رحمٰن سے عہد لے لیا ہے کہ ان کی امامت میں بال نہ آئے اگرچہ شرک کے بول کہیں مالکم کیف تحکمون ۵ آللہ اذن لکم بھذا ام علی اللہ تفترون ۵ ام لکم کتٰبٌ فیہ تدرسون ان لکم فیہ لما تخیرون اور اگر شاید بات کی پیچ ایسی ہی آپڑی کہ یہاں بھی کھل کر شرک کی جڑی ؎

شادم کہ از رقیبان دامن کشاں گزشتی

گو مشت خاک ما ہم بر باد رفتہ باشد

غرض اس تقدیر پہ آپ سے زیادہ عرض کا کیا محل ہوگا جز اینکہ سلام علیکم لا نبتغی الجٰھلین طماں عوام اہل سنت کو بیدار کروں گا کہ بھائیو اب بھی وضوح حق میں کچھ باقی ہے جس نا مہذب مذہب ناپاک مشرب کی رو سے صحابہ و

تابعین و ائمہ مجتہدین و علمائے دین و اولیائے کاملین قرون ثلثہ سے لے کر آج تک سب کے سب معاذ اللہ مشرک کافر بدعتی خاسر ٹھہریں ع

مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

ظاہر ہے کہ وہ طائفہ نالفہ کیسا ہوگا اور اسے سنت و جماعت سے کتنا علاقہ سبحان اللہ سنت جماعت کو شرک بتائیں۔ جماعتِ سنت کو مشرک ٹھہرائیں پھر سنی ہونے کا دعویٰ بجا کلا و رب العرش الاعلیٰ۔ قل جاء الحق وزھق الباطل ط ان الباطل کان زھوقا ط والحمد للہ رب العالمین ط و الصلوۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد و اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔ سُبحانك اللھم وبحمدك اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرك واتوب الیك والحمد للہ رب العلمین ؁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذییل اہم اجل واعظم

اللھم لک الحمد وبک استعین صل وسلم وبارک علی الامان
الامین، المبارک الیمین حبیبک وآلہ وصحبہ اجمعین۔
ما بر بار او حنث حانث فی یمین۔

فائدۂ جزیلہ تحقیق مسئلہ یمین میں:۔

حضرات منکرین کی غایت سعی وتمام مایۂ ناز اس باب میں جو کچھ ہے وہ یہی مسئلہ یمین ہے جسے دکھا کر عوام بلکہ کم علموں کو متزلزل کردیتے یا کیا چاہتے ہیں۔
مائۃ مسائل میں کافی شرح وافی وفتح القدیر وکفایہ حواشی ہدایہ مستخلص وعینی شروح کنز سے طولانی عبارتیں کچھ قطع برید کچھ بیگانہ مزید پہ مشتمل نقل کیں کہ عوام بڑی بڑی عبارات عربیہ دیکھ کر ڈر جائیں اور اگر سماع موتی سے منکر نہ ہوں تو لا اقل تردد تو کرجائیں مگر بحمد اللہ اہل علم جانتے ہیں کہ یہ سب نری ملمع کاری ہے ورنہ وہ عبارات اور ان جیسی سو یا ہزار جتنی اور ہوں نہ ہمیں مضر نہ منکرین کو مفید نہ اہل سنت و جماعت کا اجماعی مسئلہ جو نصوص صریحہ احادیث صحیحہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت کسی مشکک کی تشکیکات بے معنی سے متزلزل ہو سکے۔
فقیر غفر اللہ المولی القدیر اس کی تحقیق وتنقیح بر بعض کلمات چند نافع وسود مند گزارش کرے کہ باذنہ تعالیٰ موافق کو ثبات واستقامت مخالف منصف کو رشاد و ندامت مکابر متعسف کو وبال وغرامت دین وباللہ التوفیق وبہ الوصول

تابعین و ائمہ مجتہدین و علمائے دین و اولیائے کاملین قرون ثلثہ سے لے کر آج تک سب کے سب معاذ اللہ مشرک کافر بدعتی خاسر ٹھہریں ع

مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

ظاہر ہے کہ وہ طائفہ تالفہ کیسا ہوگا اور اسے سنت و جماعت سے کتنا علاقہ سبحان اللہ سنت جماعت کو شرک بتائیں۔ جماعتِ سنت کو مشرک ٹھہرائیں پھر سنی ہونے کا دعویٰ بجا کلا و رب العرش الاعلیٰ۔ قل جاء الحق و زھق الباطل ط ان الباطل کان زھوقا ط والحمد للہ رب العالمین ط و الصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد و آلہٖ و صحبہٖ اجمعین۔ سُبحانک اللّٰھم و بحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک و اتوب الیک والحمد للہ رب العٰلمین ؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تذییل اہم اجل واعظم

اللّٰھم لک الحمد وبک استعین صل وسلم وبارک علی الامان الامین، المبارک الیمین حبیبک واٰلہ وصحبہ اجمعین۔ ما بر بار او حنث حانث فی یمین۔

عائدۂ جزئیہ تحقیق مسئلہ یمین میں :-

حضرات منکرین کی غایت سعی وتمام مایۂ ناز اس باب میں جو کچھ ہے وہ یہی مسئلہ یمین ہے جسے دکھا کر عوام بلکہ کم علموں کو متزلزل کر دیتے یا کیا چاہتے ہیں۔

مائۃ مسائل میں کافی شرح وافی وفتح القدیر وکفایہ حواشی ہدایہ مستخلص وعینی شروح کنز سے طولانی عبارتیں کچھ قطع برید کچھ بیگانہ مزید پر مشتمل نقل کیں کہ عوام بڑی بڑی عبارات عربیہ دیکھ کر ڈر جائیں اور اگر سماع موتی سے منکر نہ ہوں تو لااقل تردد تو کر جائیں مگر بحمد اللہ اہل علم جانتے ہیں کہ یہ سب نری ملمع کاری ہے ورنہ وہ عبارات اور ان جیسی سو یا ہزار جتنی اور ہوں نہ ہمیں مضر نہ منکرین کو مفید نہ اہل سنت وجماعت کا اجماعی مسئلہ جو نصوص صریحہ احادیث صحیحہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت کسی مشکک کی تشکیکات بے معنی سے متزلزل ہو سکے۔

فقیر غفر اللہ المولی القدیر اس کی تحقیق وتنقیح بر ابھی کلمات چند نافع وسود مند گزارش کرے کہ باذنہٖ تعالیٰ موافق کو ثبات واستقامت مخالف منصف کو رشاد وندامت مکابر متعسف کو وبال وغرامت دین وباللہ التوفیق وبہ الوصول

الیٰ ذوی التحقیق۔

مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے زید سے نہ بولوں گا تو یہ قسم زید کی حالت حیات پر مقصور رہتی ہے اگر بعد انتقال زید سے کلام کرے حانث نہ ہو گا۔

اصل مسئلہ ہمارے ائمۂ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے صرف اسی قدر ہے اور اس کی وجہ یہ کہ ہمارے نزدیک بنائے یمین عرف پر ہے لفظ سے جو معنی عرفاً مراد و مفہوم ہوتے ہیں ان پر قسم وارد ہوتی ہے نہ معنی لغوی یا شرعی پر تمام کتب مذہب اور خود ان کتب مذکورہ میں (جن کی عبارات کو منکرین براہ جہل یا تجاہل اپنی سند سمجھے) اس امر کی تصریحات جلیہ ہیں۔ مثلاً قسم کھائی بچھونے پر نہ بیٹھے گا یا چراغ سے روشنی نہ لے گا یا چھت کے نیچے نہ آئے گا تو زمین پر یا دھوپ میں یا زیر آسمان بیٹھنے سے قسم نہ ٹوٹے گی اگرچہ قرآن عظیم میں زمین کو فرش اور آفتاب کو سراج اور آسمان کو سقف فرمایا:۔

قال اللہ تعالیٰ جعل لکم الارض فراشًا وقال اللہ تعالیٰ۔ وجعل فیہا سراجًا وقمرًا منیرًا وقال اللہ تعالیٰ وجعلنا السماء سقفا محفوظا

یونہی قسم کھائی کسی گھر میں نہ جائے گا تو مسجد وغیرہ معابد میں جانے سے حانث نہ ہو گا اگرچہ لغۃً ان پر بھی گھر کا لفظ صادق۔ وجہ وہی ہے کہ اگرچہ شرعاً یا لغۃً یہ اشیاء ان الفاظ میں داخل۔ مگر ایمان میں عرفاً شمول درکار ہے وہ یہاں غیر حاصل۔

بعینہ اسی وجہ سے مسئلہ مذکورہ میں بعد موت بولنے سے حنث زائل کہ کسی سے نہ بولنا عرفاً اس کی موت کے بعد سلام و کلام کو غیر شامل۔

اس سے یہ تراش لینا کہ ہمارے اصل ائمۂ مذہب کے نزدیک میت سے کلام حقیقۃً یا شرعاً کلام نہیں محض باطل۔ اور ایسا گمان کرنے والا اصل بنائے مسئلہ سے جاہل یا ذاہل۔

ہمارے ائمہ رضی اللہ عنہم نے جس طرح یہ تصریح فرمائی یونہی یہ بھی کہ صورت

مذکورہ میں اگر یہ قسم کھانے والا اور زید دونوں نماز میں تھے اور زید نے سلام پھیرتے میں ہمراہیوں پر سلام کی نیت کی حانث نہ ہوگا اور بیرون نماز اگر زید کسی مجمع میں ہو اور قسم کھانے والا السلام علیکم کہے حانث ہو جائے گا۔

یونہی اگر زید امام تھا اور یہ مقتدی زید نماز میں کچھ بھولا اس نے بتایا قسم نہ ٹوٹے گی اور نماز سے باہر بتایا ٹوٹ جائے گی۔

بحرالرائق و ردالمحتار وغیرہما کتب کثیرہ میں ہے:۔

لوسلم علی قوم ھو فیھم حنث الا ان لا یقصدہ فیدین ولو سلم من الصلوٰۃ لا یحنث وان کان المحلوف علیہ عن یسارہ ھو الصحیح لان السلام فی الصلوٰۃ من وجہ ولو سبح لہ لسھوا و فتح علیہ القرأۃ وھو مقتدام یحنث وخارج الصلوٰۃ یحنث۔

اب اس سے یہ قرار دے لینا کہ نمازی پتھر ہیں نمازی کچھ نہیں سنتے نمازیوں سے کلام حقیقۃً کلام ہی نہیں اس جہالت کی کچھ بھی حد ہے غوانئیں کتب مستندہ کی عبارتیں سنئے:۔

کافی میں ہے:۔

الاصل ان الالفاظ المستعملۃ فی الایمان مبنیۃ علی العرف عندنا (الی ان قال)، قلنا ان غرض الحالف ما ھو المتعارف فیتقید بما ھو غرضہ الاتری ان من حلف ان لا یستضئ بالسراج او لا یجلس علی البساط فاستضاء بالشمس او جلس علی الارض لا یحنث وان سمی فی القرآن الشمس سراجا والارض بساطا رجل حلف ان لا یدخل بیتا لا یحنث بدخول الکعبۃ والمسجد والبیعۃ والکنیسۃ الخ

اسی فتح القدیر میں ہے:۔

الاصل ان الایمان مبنیۃ علی العرف عندنا لا علی الحقیقۃ اللغویۃ کما نقل عن الشافعی ولا علی الاستعمال القرآنی کما

الی ذری التحقیق۔

مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے زید سے نہ بولوں گا تو یہ قسم زید کی حالت حیات پر مقصور رہتی ہے اگر بعد انتقال زید سے کلام کرے حانث نہ ہوگا۔

اصل مسئلہ ہمارے ائمۂ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے صرف اسی قدر ہے اور اس کی وجہ یہ کہ ہمارے نزدیک بنائے یمین عرف پر ہے لفظ سے جو معنی عرفاً مراد و مفہوم ہوتے ہیں ان پر قسم وارد ہوتی ہے نہ معنی لغوی یا شرعی پر تمام کتب مذہب اور خود ان کتب مذکورہ میں (جن کی عبارات کو منکرین براہ جہل یا تجاہل اپنی سند سمجھے) اس امر کی تصریحات جلیہ ہیں۔ مثلاً قسم کھائی بچھونے پر نہ بیٹھے گا یا چراغ سے روشنی نہ لے گا یا چھت کے نیچے نہ آئے گا تو زمین پر یا دھوپ میں یا زیر آسمان بیٹھنے سے قسم نہ ٹوٹے گی اگرچہ قرآن عظیم میں زمین کو فرش اور آفتاب کو سراج اور آسمان کو سقف فرمایا:۔

قال اللہ تعالیٰ جعل لکم الارض فراشًا وقال اللہ تعالیٰ۔ وجعل فیھا سراجًا وقمرًا منیرًا وقال اللہ تعالیٰ وجعلنا السماء سقفًا محفوظًا

یونہی قسم کھائی کسی گھر میں نہ جائے گا تو مسجد وغیرہ معابد میں جانے سے حانث نہ ہوگا اگرچہ لغۃً ان پر بھی گھر کا لفظ صادق۔ وجہ وہی ہے کہ اگرچہ شرعًا یا لغۃً یہ اشیاء ان الفاظ میں داخل۔ مگر ایمان میں عرفاً شمول درکار ہے وہ یہاں غیر حاصل۔

بعینہ اسی وجہ سے مسئلہ مذکورہ میں بعد موت بولنے سے حنث زائل کہ کسی سے نہ بولنا عرفاً اس کی موت کے بعد سلام و کلام کو غیر شامل۔

اس سے یہ تراش لینا کہ ہمارے اصل ائمۂ مذہب کے نزدیک میت سے کلام حقیقۃً یا شرعًا کلام نہیں محض باطل۔ اور ایسا گمان کرنے والا اصل بنائے مسئلہ سے جاہل یا ذاہل۔

ہمارے ائمہ رضی اللہ عنہم نے جس طرح یہ تصریح فرمائی یونہی یہ بھی کہ صورت

مذکورہ میں اگر یہ قسم کھانے والا اور زید دونوں نماز میں تھے اور زید نے سلام پھیرتے میں ہمراہیوں پہ سلام کی نیت کی حانث نہ ہوگا اور بیرون نماز اگر زید کسی مجمع میں ہو اور قسم کھانے والا السلام علیکم کہے حانث ہو جائے گا۔

یونہی اگر زید امام تھا اور یہ مقتدی زید نماز میں کچھ بھولا اس نے بتایا قسم نہ ٹوٹے گی اور نماز سے باہر بتایا ٹوٹ جائے گی۔

بحر الرائق و رد المحتار وغیرہما کتب کثیرہ میں ہے:۔

لوسلم علی قوم هو فیهم حنث الا ان لا یقصده فیدین ولو سلم من الصلوٰة لا یحنث وان کان المحلوف علیه عن یساره هو الصحیح لان السلام فی الصلوٰة من وجه ولو سبح له لسهوه او فتح علیه القرأة وهو مقتدام یحنث وخارج الصلوٰة یحنث۔

اب اس سے یہ قرار دے لینا کہ نمازی پتھر ہیں نمازی کچھ نہیں سنتے نمازیوں سے کلام حقیقتہً کلام ہی نہیں اس جہالت کی کچھ بھی حد ہے خود انہیں کتب مستندہ کی عبارتیں سنیئے:۔

کافی میں ہے:۔

الاصل ان الالفاظ المستعملة فی الایمان مبنیة علی العرف عندنا (الی ان قال)، قلنا ان غرض الحالف ما هو المتعارف فیتقید بما هو غرضه الا تری ان من حلف ان لا یستضئ بالسراج او لا یجلس علی البساط فاستضاء بالشمس او جلس علی الارض لا یحنث وان سمی فی القران الشمس سراجا والارض بساطا رجل حلف ان لا یدخل بیتا لا یحنث بدخول الکعبة والمسجد والبیعة والکنیسة الخ

اسی فتح القدیر میں ہے:۔

الاصل ان الایمان مبنیة علی العرف عندنا لا علی الحقیقة اللغویة کما نقل عن الشافعی ولا علی الاستعمال القرانی کما

الی ذری التحقیق۔

مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے زید سے نہ بولوں گا تو یہ قسم زید کی حالت حیات پر مقصور رہتی ہے اگر بعد انتقال زید سے کلام کرے حانث نہ ہوگا۔

اصل مسئلہ ہمارے ائمۂ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے صرف اسی قدر ہے اور اس کی وجہ یہ کہ ہمارے نزدیک بنائے یمین عرف پر ہے لفظ سے جو معنی عرفا مراد و مفہوم ہوتے ہیں ان پر قسم وارد ہوتی ہے نہ معنی لغوی یا شرعی پر تمام کتب مذہب اور خود ان کتب مذکورہ میں جن کی عبارات کو منکرین براہ جہل یا تجاہل اپنی سند سمجھے، اس امر کی تصریحات جلیہ ہیں۔ مثلاً قسم کھائی بچھونے پر نہ بیٹھے گا یا چراغ سے روشنی نہ لے گا یا چھت کے نیچے نہ آئے گا تو زمین پر یا دھوپ میں یا زیر آسمان بیٹھنے سے قسم نہ ٹوٹے گی اگرچہ قرآن عظیم میں زمین کو فرش اور آفتاب کو سراج اور آسمان کو سقف فرمایا:۔

قال اللہ تعالیٰ جعل لکم الارض فراشا وقال اللہ تعالیٰ۔ وجعل فیھا سراجا وقمرا منیرا وقال اللہ تعالیٰ وجعلنا السماء سقفا

یونہی قسم کھائی کسی گھر میں نہ جائے گا تو مسجد وغیرہ معابد میں جانے سے حانث نہ ہوگا اگرچہ لغۃً ان پر بھی گھر کا لفظ صادق۔ وجہ وہی ہے کہ اگرچہ شرعاً یا لغۃً یہ اشیاء ان الفاظ میں داخل۔ مگر ایمان میں عرفاً شمول درکار ہے وہ یہاں بخبر حاصل۔

بعینہٖ اسی وجہ سے مسئلہ مذکورہ میں بعد موت بولنے سے حنث زائل کہ کسی سے نہ بولنا عرفاً اس کی موت کے بعد سلام و کلام کو غیر شامل۔

اب اسے یہ تراش لینا کہ ہمارے اصل ائمۂ مذہب کے نزدیک میت سے کلام حقیقۃً یا شرعاً کلام نہیں محض باطل۔ اور ایسا گمان کرنے والا اصل بنائے مسئلہ سے جاہل یا ذاہل۔

ہمارے ائمہ رضی اللہ عنہم نے جس طرح یہ تصریح فرمائی یونہی یہ بھی کہ صورت

منکرہ میں اگر قسم کھائی تھی کہ اور زید دونوں نماز میں تھے اور زید نے سلام پھیرنے میں ہمراہیوں پر سلام کی نیت کی حانث نہ ہو گا اصح یہی ہے تو اگر زید کسی مجمع میں ہو اور قسم کھانے والا السلام علیکم کہے حانث ہو جائے گا۔

یونہی اگر زید امام تھا اور یہ مقتدی زید نماز میں کچھ بھولا اس نے بتایا قسم نہ ٹوٹے گی اور نماز سے باہر بتایا ٹوٹ جائے گی۔

بحر الرائق و رد المحتار وغیرہما کتب کثیرہ میں ہے:۔

لو سلم علی قوم ھو فیھم حنث الا ان لا یقصدہ فیدین ولو سلم من الصلوۃ لا یحنث وان کان المحلوف علیہ عن یسارہ ھو الصحیح لان السلامین فی الصلوۃ من وجہ ولو سبح لہ للسھو او فتح علیہ القرأۃ وھو مقتدام یحنث وخارج الصلوۃ یحنث۔

اب اس سے یہ قرار دے لینا کہ نمازی پتھر ہیں نمازی کچھ نہیں سنتے نمازیوں سے کلام حقیقۃً کلام ہی نہیں اس جہالت کی کچھ بھی حد ہے خود انہیں کتب مستندہ کی عبارتیں سنیئے:۔

کافی میں ہے:۔

الاصل ان الالفاظ المستعملۃ فی الایمان مبنیۃ علی العرف عندنا (الی ان قال) قلنا ان غرض الحالف ما ھو المتعارف فیتقید بما ھو غرضہ الا تری ان من حلف ان لا یستضئ بالسراج او لا یجلس علی البساط فاستضاء بالشمس او جلس علی الارض لا یحنث وان سمی فی القراٰن الشمس سراجا والارض بساطا رجل حلف ان لا یدخل بیتا لا یحنث بدخول الکعبۃ والمسجد والبیعۃ والکنیسۃ الخ

اسی فتح القدیر میں ہے:۔

الاصل ان الایمان مبنیۃ علی العرف عندنا لا علی الحقیقۃ اللغویۃ کما نقل عن الشافعی ولا علی الاستعمال القراٰنی کما

عند مالك ولا على النية مطلقا كما عند احمد۔

اسی کفایہ میں ہے:۔

الاصل ان الالفاظ المستعملة فی الایمان مبنية على العرف عندنا وعند الشافعی على الحقيقة لان الحقيقة حقيق بأن يراد وعند مالك على معانی کلم القرآن لانه على اصح اللغات وافصحها ولنا ان غرض الحالف ما هو المتعارف فيتقيد بغرضه۔

اسی میں ہے:۔

رجحنا العرف على الحقيقة لان مبنى الايمان على العرف۔

اسی مستخلص شرح کنز میں کفایہ کا پہلا کلام بعینہ نقل کر کے لکھا۔

كذا فی الكفاية وقد ذکر فخر الاسلام فی اصوله ان جملة ما ترك به الحقيقة خمسة انواع وعد من جملتها استعمال العرف الغالب

اسی عینی شرح کنز میں ہے:۔

الايمان عندنا مبنية على العرف وعند الشافعی واحمد على الحقيقة وعند مالك على معانی کلم القرآن۔

بلکہ اسی فتح القدیر میں خاص ہمارے مسئلہ دائرہ کے مبنی علی العرف ہونے کی تصریح کی فرماتے ہیں:۔

يمينه لا ينعقد الا على الحی لان المتعارف هو الکلام معه۔	یعنی یہ قسم خاص حالت زندگی ہی پر منعقد ہوگی کہ عرف میں کسی سے بولنا اس کی زندگی ہی میں بات کرنے کو کہتے ہیں

علامہ علی قاری مکی حنفی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں اسی مسئلہ کو ذکر کر کے فرماتے ہیں:۔

لهذا انهم مبنى على ان مبنى الايمان على العرف	یعنی ہمارے علماء کا یہ ارشاد کہ بعد موت کلام سے قسم نہ ٹوٹے گی اس پر

فلا یلزم نفی حقیقۃ السماع کما قالوا فیمن حلف لا یأکل اللحم فاکل السمکۃ مع انہ تعالیٰ سماہ لحماً طریا۔

مبنی ہے کہ قسم کی بنا عرف پر ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مردے حقیقۃً نہیں سنتے جس طرح ہمارے علماء نے فرمایا کہ جو گوشت کھانے کی قسم کھائے مچھلی کھانے سے حانث نہ ہوگا حالانکہ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اسے ترو تازہ گوشت فرمایا۔

اسی طرح شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث حنفی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں بعد ذکر مسئلہ کہ:-

"کہ اگر یکی سوگند خورد کہ کلام نہ کنم پس کلام کرد اورا بعد مردن او حانث نمیگردد"

اس کی وجہ ارشاد فرماتے ہیں:-

"بنائے ایمان بر عرف و عادت است نہ بر حقیقت"

اصل بات تو اتنی ہے جسے انکار سماع موتی سے نام کو مس بھی نہیں مگر بعض شروح مثل کتب خمسہ مذکورہ وغیرہا میں اس مسئلہ کی توجیہ و تاویل و وجہ و دلیل کچھ ایسے طور پر واقع ہوئی جس سے بنظر ظاہر بے فکر غائر کچھ وہم خلاف پیدا ہو حضرات منکرین اور ایک یہ منکرین کیا اہل سنت کے تمام مخالفین ہمیشہ الغریق یتشبث بکل حشیش۔ کے مصداق ہوتے ہیں ڈوبتا سوار پکڑتا ہے اپنے صریح مفر سے بھی تو استدلال کر لاتے ہیں پھر جس میں بظاہر کچھ نفع کا وہم نکلتا ہو اس کا کہنا ہے اب احادیث صحیحہ صریحہ جلیلہ جزیلہ کے تمام قاہر باہر زاہر ظاہر تصریحات سب اٹھا کر طاق نسیان پر رکھ دیں صحابہ و تابعین و ائمہ دین سلف صالحین و خلف کاملین سب کے ارشادات جلیلہ علیہ سے آنکھیں بند کر لیں احادیث اور وہ ارشادات ائمہ کیوں دیکھے جاتے وہاں تو انکار کی قلعی کھلتی ہے بنی مطلع علی الغیب

عند مالك ولا على النية مطلقا كما عند احمد۔

اسی کفایہ میں ہے:۔

الاصل ان الالفاظ المستعملة فی الایمان مبنیة علی العرف عندنا وعند الشافعی علی الحقیقة لان الحقیقة حقیق بأن یراد وعند مالك علی معانی کلم القرآن لانه نزل علی اصح اللغات وافصحها ولنا ان غرض الحالف ماهو المتعارف فیتقید بغرضه۔

اسی میں ہے:۔

رجحنا العرف علی الحقیقة لان مبنی الایمان علی العرف۔

اسی مستخلص شرح کنز میں کفایہ کا پہلا کلام بعینہ نقل کر کے لکھا:۔

کذا فی الکفایة وقد ذکر فخر الاسلام فی اصوله ان جملة ماترك به الحقیقة خمسة انواع وعد من جملتها استعمال العرف الغالب

اسی عینی شرح کنز میں ہے:۔

الایمان عندنا مبنیة علی العرف وعند الشافعی واحمد علی الحقیقة وعند مالك علی معانی کلم القرآن۔

بلکہ اسی فتح القدیر میں خاص ہمارے مسئلہ دائرہ کے مبنی علی العرف ہونے کی تصریح کی فرماتے ہیں:۔

یمینه لا ینعقد الا علی الحی لان المتعارف هو الکلام معه۔	یعنی یہ قسم خاص حالت زندگی ہی پر منعقد ہوگی کہ عرف میں کسی سے بولنا اس کی زندگی ہی میں بات کرنے کو کہتے ہیں

علامہ علی قاری مکی حنفی مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف میں اسی مسئلہ کو ذکر کر کے فرماتے ہیں:۔

لهذا امتهم مبنی علی ان مبنی علی الایمان علی العرف	یعنی ہمارے علماء کا یہ ارشاد کہ بعد موت کلام سے قسم نہ ٹوٹے گی اس پر

فلا يلزم نفی حقيقة السماع كما قالوا فيمن حلف لا يأكل اللحم فاكل السمكة مع انه تعالیٰ سماه لحما طريا۔

یعنی ہے کہ قسم کی بنا عرف پر ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مردے حقیقۃً نہیں سنتے جس طرح ہمارے علماء نے فرمایا کہ جو گوشت کھانے کی قسم کھائے مچھلی کھانے سے حانث نہ ہوگا حالانکہ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اسے تروتازہ گوشت فرمایا۔

اسی طرح شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث حنفی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں بعد ذکر مسئلہ کہ:۔

"کہ اگر یکی سوگند خورد کہ کلام نہ کنم پس کلام کرد او را بعد مردن او حانث نمیگردد"

اس کی وجہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"بنائے ایمان بر عرف وعادت است نہ برحقیقت"

اصل بات تو اتنی ہے جسے انکار سماع موتی سے نام کو مس بھی نہیں مگر بعض شروح مثل کتب خمسہ مذکورہ وغیرہا میں اس مسئلہ کی توجیہ وتاویل ووجہ ودلیل کچھ ایسے طور پر واقع ہوئی جس سے بنظر ظاہر بے فکر غائر کچھ وہم خلاف پیدا ہو حضرات منکرین اور ایک یہ منکرین کیا اہل سنت کے تمام مخالفین ہمیشہ الغریق یتشبث بکل حشیش۔ کے مصداق ہوتے ہیں ڈوبتا سوار پکڑتا ہے اپنے صریح مفر سے بھی تو استدلال کر لاتے ہیں پھر جس میں بظاہر کچھ نفع کا وہم نکلتا ہو اس کا کتنا ہے اب احادیث صحیحہ صریحہ جلیلہ جزیلہ کے تمام قاہر باہر زاہر ظاہر تصریحات سب اٹھا کر طاق نسیان پر رکھ دیں صحابہ وتابعین وائمۂ دین سلف صالحین و خلف کاملین سب کے ارشادات جلیہ علیہ سے آنکھیں بند کرلیں احادیث اور وہ ارشادات ائمہ کیوں دیکھے جاتے وہاں تو انکار کی قلعی کھلتی ہے نبی مطلع علی الغیب

عند مالك ولا على النية مطلقا كما عند احمد۔

اسی کفایہ میں ہے:۔

الاصل ان الالفاظ المستعملة فی الایمان مبنية على العرف عندنا وعند الشافعی على الحقيقة لان الحقيقة حقيق بأن يراد وعند مالك على معانی کلم القرآن لانه على اصح اللغات وافصحها ولنا ان غرض الحالف ماهو المتعارف فيتقيد بغرضه۔

اسی میں ہے:۔

رجحنا العرف على الحقيقة لان مبنى الايمان على العرف۔

اسی مستخلص شرح کنز میں کفایہ کا پہلا کلام بعینہ نقل کر کے لکھا۔

كذا فی الكفاية وقد ذكر فخر الاسلام فی اصوله ان جملة ماترك به الحقيقة خمسة انواع وعد من جملتها استعمال العرف الغالب

اسی عینی شرح کنز میں ہے:۔

الايمان عندنا مبنية على العرف وعند الشافعی واحمد على الحقيقة وعند مالك على معانی کلم القرآن۔

بلکہ اسی فتح القدیر میں خاص ہمارے مسئلہ دائرہ کے مبنی علی العرف ہونے کی تصریح کی فرماتے ہیں:۔

يمينه لا ينعقد الا على الحی لان المتعارف هو الكلام معه۔	یعنی یہ قسم خاص حالت زندگی ہی پر منعقد ہوگی کہ عرف میں کسی سے بولنا اس کی زندگی ہی میں بات کرنے کو کہتے ہیں

علامہ علی قاری مکی حنفی مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف میں اسی مسئلہ کو ذکر کر کے فرماتے ہیں:۔

لهذا امتهم مبنی على ان مبنى على الايمان على العرف	یعنی ہمارے علماء کا یہ ارشاد کہ بعد موت کلام سے قسم نہ ٹوٹے گی اس پر

فلا یلزم نفی حقیقۃ السماع کما قالوا فیمن حلف لا یأکل اللحم فاکل السمکۃ مع انہ تعالیٰ سماہ لحما طریا۔

مبنی ہے کہ قسم کی بنا عرف پر ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مردے حقیقۃً نہیں سنتے جس طرح ہمارے علماء نے فرمایا کہ جو گوشت کھانے کی قسم کھائے مچھلی کھانے سے حانث نہ ہوگا حالانکہ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اسے تر و تازہ گوشت فرمایا۔

اسی طرح شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث حنفی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں بعد ذکر مسئلہ کہ:۔

"کہ اگر یکی سوگند خورد کہ کلام نہ کنم پس کلام کرد او را بعد مردن او حانث نمیگردد"

اس کی وجہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"بنائے ایمان بر عرف و عادت است نہ بر حقیقت"

اصل بات تو اتنی ہے جسے انکار سماع موتی سے نام کو مس بھی نہیں مگر بعض شروح مثل کتب خمسہ مذکورہ وغیرہا میں اس مسئلہ کی توجیہ و تادیل و وجہ و دلیل کچھ ایسے طور پہ واقع ہوئی جس سے بنظر ظاہر بے فکر غائر کچھ وہم خلاف پیدا ہو حضرات منکرین اور ایک یہ منکرین کیا اہل سنت کے تمام مخالفین ہمیشہ الغریق یتشبث بکل حشیش۔ کے مصداق ہوتے ہیں ڈوبتا سوار پکڑتا ہے اپنے صریح مفر سے بھی تو استدلال کر لاتے ہیں پھر جس میں بظاہر کچھ نفع کا وہم نکلتا ہو اس کا کہنا ہے اب احادیث صحیحہ صریحہ جلیلہ جزیلہ کے تمام قاہر باہر زاہر ظاہر تصریحات سب اٹھا کر طاق نسیان پر رکھ دیں صحابہ و تابعین و ائمۂ دین سلف صالحین و خلف کاملین سب کے ارشادات جلیلہ علیہ سے آنکھیں بند کر لیں احادیث اور وہ ارشادات ائمہ کیوں دیکھے جاتے وہاں تو انکار کی قلعی کھلتی ہے بنی مطلع علی الغیب

کے ارشاد سے اس برزخی حال پنہاں کی خبر اپنی خواہش کے خلاف ملتی ہے اقوال علماء میں اجماع اہلسنت کے بادل گرج رہے ہیں جنہیں سن کر اختراع انکار کی چھاتی دہلتی ہے چار ناچار انہیں چند عبارات موہمہ کے معانی موہومہ پر ایمان لانا فرض ٹھہرا خدارا انصاف اگر معاذ اللہ صورت برعکس ہوتی کہ حضرات کی طرف وہ دلائل قاہرہ احادیث متواترہ ونقول اجماع اہل سنت ہوتیں اور دوسرا ان کے خلاف ایسی چند عبارات سے استناد کرتا کیا کچھ نہ بکھرتے بپھرتے طعن تشنیع کے رنگ نکھرتے مگر اپنے لیے سب کچھ حلال ہے کیا کریں اس میں گنجائش یہیں تک مجال ہے ذٰلک مبلغھم من العلم طرہ یہ کہ ان میں مدعیان حنفیت در کنار حضرات غیر مقلدین بھی انکار سماع موتی پر مرتے جان دیتے ہیں اور نصوص صریحہ احادیث صحیحہ چھوڑ کر ایسے ہی بعض عبارات موہمہ کی آڑ لیتے ہیں اب نہ عمل بالحدیث کی آن نہ اتخذوا احبارھم ورھبانھم پر ایمان۔ بات یہ ہے کہ منکر صاحبوں کے یہاں دین وشریعت اپنی ہوا وہوس کا نام ہے جہاں جیسا موقع دیکھا اسی سے کام ہے ان حضرات کی عمل بالحدیث کی وہی حالت ہے جو قرآن عظیم میں اصل اصول مذہب ذوالخویصرہ تمیمی کے دربارۂ صدقات ارشاد فرمائے کہ:۔ ومنھم من یلمزك فی الصدقات فان اعطوا منھا رضوا وان لم یعطوا منھا اذا ھم یسخطون ۝ ارشادات حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے زعم میں ان کے ہوسات کو جگہ دی تو خوش ہیں بڑے متبع حدیث ہیں ورنہ خفا۔ حدیث کی طرف سے رو در نقاب لاکھ پکارا کیجئے تعالوا الی الرسول کون سنتا ہے کسے قبول خوبی یہ کہ سب کو چھوڑ کر جن کا دامن پکڑا ان کے کلمات میں بھی دم ما کدر پر عمل رہا طرفہ تر یہ کہ ان کی خود عبادتوں میں عقل وانصاف کو غور ونظر کی رخصت نہ دی نہ احتمال واستدلال میں تمیز کی ہاں طالب تحقیق وصاحب توفیق براہ انصاف وترک اعتساف ادھر آئے کہ بعونہ تعالیٰ رفع حجاب ودفع اضطراب بہ تنقیح جواب وتوضیح صواب کے دریا لہراتے پائے۔

فاقول بحول اللہ اصول تقریر جوابات سے پہلے چند مقدمات[1] مفید لائق تمہید۔ والتوفیق من اللہ العزیز الحمید۔

مقدمہ اولیٰ:۔

فصول سابقہ میں ثابت ہو لیا کہ اہل سنت کے نزدیک روح کے لیے فنا نہیں موت سے روحوں کا مر جانا بد مذہبوں کا قول ہے کتب عقائد مثل مقاصد و مواقف وطوالع اور ان کی شروح وغیرہا اس کی تصریحات سے مالا مال ہیں یہ مسئلہ بلکہ خود روح کا جسم کے علاوہ ایک شی ہونا ہی اگرچہ بنظر بعض الناس منجملہ نظریات تھا جس کے سبب امام اجل فخر الدین رازی کو تفسیر کبیر میں زیر کریمہ: یسئلونک عن الروح اس پر ستر[2] حجج قاہرہ کا قائم کرنا پڑا مگر قرآن و حدیث ان پر اتنے نصوص واضحہ قاطعہ عطا نہیں فرماتے جن کا حصر و شمار ہو سکے اور اب تو بحمد اللہ تعالیٰ یہ باتیں اہل اسلام میں بدیہیات سے ہیں جان کا جاننا ہر ایک کی جان نہیں مگر انجان سا انجان جان کا جانا جسم سے نکلنا ضرور جانتا ہے اور ساتھ ہی فاتحہ وخیرات و ایصال ثواب حسنات و صدقات سے بتا دیتا ہے کہ وہ روح کو باقی و برقرار مانتا ہے تو موت حقیقۃً صفت بدن ہے نہ وصف روح ولہذا علامۃ الوجود مفتی ابو السعود محمد عمادی نے تفسیر ارشاد العقل السلیم میں زیر قولہ تعالیٰ:۔

بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ فرمایا فیہا دلالۃ علی ان روح الانسان جسم لطیف لا یفنی بخراب البدن ولا یتوقف علیہ ادراکہ و تألمہ والتذاذہ۔

پھر بھی مجازاً روح مفارق عن البدن پر بھی اس کا اطلاق آتا ہے۔

مقدمہ اولیٰ: موت بدن کی صفت ہے نہ روح کی اگر اطلاق اس پر مجازاً آتا ہے

---

[1] ان میں بعض دلائل کا خلاصہ عنقریب آتا ہے جن سے بعد موت بدن حیاتِ روح بھی ثابت ۱۲ منہ۔

کمال شناعت سے اس بند غمی حال پنہاں کی خبر اپنی خواہش کے خلاف ملتی ہے اقوال علماء ہیں اجماع اہلسنت کے بادل گرج رہے ہیں جنہیں سن کر اختراع انکار کی چھاتی دہلتی ہے چار ناچار انہیں چند عبارات موہمہ کے معانی موہومہ پر ایمان لانا فرض ٹھہرا خدا را انصاف اگر معاذ اللہ صورت برعکس ہوتی کہ حضرات کی طرف وہ دلائل قاہرہ احادیث متواترہ و نقول اجماع اہل سنت ہوتیں اور ہم سراان کے خلاف ایسی چند عبارات سے استناد کرتے کیا کچھ نہ بکھرتے پھرتے طعن تشنیع کے سنگ نکھرتے مگر اپنے لیے سب کچھ حلال ہے کیا کریں اس میں گنجائش یہیں تک مجال ہے ذٰلك مبلغهم من العلم طرہ یہ کہ ان میں مدعیان حنفیت درکنار حضرات غیر مقلدین بھی انکار سماع موتی پر مرتے جان دیتے ہیں اور نصوص صریحہ احادیث صحیحہ چھوڑ کر ایسے ہی بعض عبارات موہمہ کی آڑ لیتے ہیں اب نہ عمل بالحدیث کی آن نہ اتخذوا احبارهم ورهبانهم پر ایمان - بات یہ ہے کہ منکر صاحبوں کے یہاں دین و شریعت اپنی ہوا و ہوس کا نام ہے جہاں جیسا موقع دیکھا اسی سے کام ہے ان حضرات کی عمل بالحدیث کی وہی حالت ہے جو قرآن عظیم میں اصل اصول مذہب ذوالخویصرہ تمیمی کے دربارۂ صدقات ارشاد فرمائے کہ :- ومنهم من يلمزك فى الصدقات فان اعطوا منها رضوا وان لم يعطوا منها اذا هم يسخطون ٥ ارشادات حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے زعم میں ان کے ہوسات کو جگہ دی تو خوش ہیں بڑے متبع حدیث ہیں ورنہ خفا - حدیث کی طرف سے رودر نقاب لاکھ پکارا کیجئے تعالوا الی الرسول کون سنتا ہے کسے قبول خوبی یہ کہ سب کو چھوڑ کر جن کا دامن پکڑا ان کے کلمات میں بھی دم ما کدر پر عمل رہا طرفہ تر یہ کہ ان کی خود عبادتوں میں عقل و انصاف کو غور و نظر کی رخصت نہ دی نہ احتمال و استدلال میں تمیز کی ہاں طالب تحقیق و صاحب توفیق براہِ انصاف ذرک اعتساف ادھر آئے کہ بعونہ تعالیٰ رفع حجاب و دفع اضطراب و تنقیح جواب و توضیح صواب کے دریا لہراتے پائے۔

فاقول بحول اللہ اصول تقریر جوابات سے پہلے چند مقدمات مفید لائق تمہید۔ والتوفیق من اللہ العزیز الحمید۔

مقدمہ اولیٰ :۔

مقدمہ اولیٰ موت بدن کی صفت ہے روح کی مگر اطلاق اس پر بھی آتا ہے

فصول سابقہ میں ثابت ہو لیا کہ اہل سنت کے نزدیک روح کے لیے فنا نہیں موت سے روحوں کا مر جانا بد مذہبوں کا قول ہے کتب عقائد مثل مقاصد و مواقف و طوالع اور ان کی شروح وغیرہا اس کی تصریحات سے مالا مال ہیں یہ مسئلہ بلکہ خود روح کا جسم کے علاوہ ایک شئی ہونا ہی اگرچہ بنظر بعض الناس منجملہ نظریات تھا جس کے سبب امام اجل فخر الدین رازی کو تفسیر کبیر میں زیر کریمہ: یسئلونک عن الروح اس پر ستّرہ[1] حجج قاہرہ کا قائم کرنا پڑا مگر قرآن و حدیث ان پر اتنے نصوص واضحہ قاطعہ عطا نہیں فرماتے جن کا حصر و شمار ہو سکے اور اب تو بحمد اللہ تعالیٰ یہ باتیں اہل اسلام میں بدیہیات سے ہیں جان کا جاننا ہر ایک کی جان نہیں مگر انجان سا انجان جان کا جانا جسم سے نکلنا ضرور جانتا ہے اور ساتھ ہی فاتحہ و خیرات و ایصال ثواب حسنات و صدقات سے بتا دیتا ہے کہ وہ روح کو باقی و برقرار مانتا ہے تو موت حقیقۃً صفت بدن ہے نہ وصف روح ولہذا علامۃ الوجود مفتی ابو السعود محمد عمادی نے تفسیر ارشاد العقل السلیم میں زیر قولہ تعالیٰ:۔

بل احیاء عند ربھم فرمایا فیہ دلالۃ علی ان روح الانسان جسم لطیف لا یفنی بخراب البدن ولا یتوقف علیہ ادراکہ و تألمہ والتذاذہ۔

پھر بھی مجازاً روح مفارق عن البدن پر بھی اس کا اطلاق آتا ہے۔

---

[1] ان میں بعض دلائل کا خلاصہ عنقریب آتا ہے جن سے بعد موت بدن حیاتِ روح بھی ثابت ۱۲ منہ۔

حدیث میں ہے:۔

اللّٰھمّ رب الارواح الفانیۃ والاجساد البالیۃ الحدیث ولفظہ عند ابن السنی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الجبانۃ یقول السلام علیکم ایتھا الارواح الفانیۃ والابدان البالیۃ والعظام النخرۃ التی خرجت من الدنیا وھی باللہ مؤمنۃ اللّٰھم ادخل علیھم روحا منک وسلاما منا۔

علامہ عزیزی اس حدیث کے نیچے سراج المنیر میں فرماتے ہیں:۔

(الارواح الفانیۃ) ای الفانی اجسادھا۔

علامہ زین العابدین مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں:۔

یعنی الارواح اللتی اجسادھا فانیۃ والا فالارواح لا تفنی۔

علامہ حنفی حاشیہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں:۔

قولہ الفانیۃ ای الفانیۃ اجسادھا اذا الارواح لا تفنی ولذا اتی بالجملۃ بعدھا مفسرۃ لذلک اعنی والابدان البالیۃ ای فی غیر نحو الشھداء۔

ان سب عبارات کا محصل یہ کہ روح پر اطلاق فانی باعتبار جسم واقع ہوا یعنی اسے وہ روحو جن کے بدن فنا ہو گئے تم پہ سلام ہو ورنہ خود روح کے لیے ہرگز فنا نہیں ولہذا دوسرے فقرے میں اس کی تفسیر فرمادی کہ گلے ہوئے بدن یعنی عام لوگوں کے لیے کہ شہدا اور ان کے مثل خواص کے جسم بھی سلامت رہتے ہیں۔

اس کے بعد تیسیر وسراج المنیر دونوں میں ہے فیہ ان الاموات یسمعون اذ لا یخاطب الا من یسمع۔ یعنی اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ مردے سنتے ہیں کہ خطاب اسی سے کیا جاتا ہے جو سنتا ہو۔

احادیث نوع اول مقصد اول پر نظر تازہ کیجیے تو وہ ایک ساتھ ان مطالب کو ادا کر رہی ہیں کہ بدن و روح دونوں پر میت کا اطلاق ہوتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتاتی ہیں کہ حقیقت موت بدن کے لیے ہے روح اس سے پاک و مبرا ہے۔

مثلاً حدیث پنجم میں ارشاد ہوا کہ جو شخص مردے کو نہلاتا کفناتا اٹھاتا دفناتا ہے مردہ اسے پہچانتا ہے پر ظاہر کہ یہ افعال بدن پر وارد ہیں نہ روح پر اور پہچاننا کام روح کا ہے اور جب اپنے علم و ادراک پر باقی ہے تو اسے موت کہاں موت کی چھوٹی بہن نیند میں تو پہچان رہتی نہیں موت میں کیونکر رہتی۔

حدیث ۶ و ۷ و احادیث ۱۰ تا ۱۵ وغیرہا سب اسی طرح ان جملہ مطالب کی معاضد ہیں کما لا یخفی لاجرم۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا:۔

"موت بمعنی عدم حس و حرکت و عدم ادراک و شعور جسد را رو مید ہد و روح را اصلاً تغیر نمیشود چنانچہ حامل قوی بود حالا ہم ہست و شعورے و ادراکے کہ داشت حالا ہم دارد بلکہ صاف تر و روشن تر پس ارواح را مطلقاً خواہ روح شہید باشد یا روح عامۂ مومنین یا روح کافر و فاسق بایمعنی مردہ نتواں گفت مردگی صفت بدن است کہ شعور و ادراک و حرکات و تصرفات کہ بسبب تعلق روح با وی از وی ظاہر میشد نماند۔ حالا نمیشوند آری روح را بدو معنی موت لاحق میشود اول آنکہ بعد از مفارقت بدن از ترقی باز میماند دوم بعضے تمتعات مثل اکل و شرب از دست او میروند لہٰذا او را نیز در شرع حکم بموت میفرمایند اما دریں امور فقط اما شہیداں راہ خدا را در حقیقت ایں دو معنی ہم نیست بلکہ ایشاں زندگانند دائماً در ترقی و تمتعات جسدانیہ نیز از ایشاں موقوف نشدہ الخ اھ۔

مختصراً اسی میں ہے:۔

"جان آدمی ہر چند در شدائد و مصائب گرفتار شود بحفظ الہی محفوظ است شکستہ شدن و فنا پذیر فتن آں از محالات است و لہذا در حدیث شریف وارد است انما خلقتم للابد۔ یعنی جان آدمی کہ در حقیقت آدمی عبارت از انست ابدی است ہرگز فنا پذیر نیست و آنچہ در عرف مشہور است کہ موت ہلاک جان میکند محض مجاز است نہایت کار موت آنست کہ جان از بدن جدا شود و بدن بسبب نایافت مربی و محافظ از ہم پاشد الا جان را فنا متصور نیست و اثبات عالم برزخ و امکان حشر و نشر مبنی بر ہمیں مسئلہ است الخ"

بالجملہ موت بمعنی حقیقی کہ بدن ہی کو عارض ہوتی ہے وہی ایسی چیز ہے کہ جسے لاحق ہو مہمل و معطل و معرض فساد و ملحق بالجماد کردے موت مجازی کہ روح کے لیے ہے ان سب آفات سے پاک و مبرا ہے وللہ الحمد والحجۃ السامیۃ۔

مقدمۂ ثانیہ:۔

ہر عاقل جانتا ہے کہ علم و ادراک صفت جان پاک ہے نہ وصف مشت خاک قال اللہ عزوجل:۔

ما کذب الفؤاد ما رای علی القول المختار ان المراد برؤیۃ بحاسۃ البصر۔

تفسیر کبیر میں ہے:۔

ان الانسان شئ واحد وذالک الشئ ھو المبتلی بالتکالیف الالٰھیۃ والامور الربانیۃ وھو الموصوف بالسمع والبصر ومجموع البدن لیس کذالک ولیس عضو من اعضاء البدن کذالک فالنفس شئ مغایر لجملۃ البدن ومغایر اجزاء البدن وھو موصوف بکل

هذه الصفات۔

اسی میں بعد اقامت حجج کے لکھتے ہیں:۔

فثبت بما ذکرنا ان النفس الانسانیۃ شئ واحد فثبت ان ذلک الشئ وھو المبصر والسامع والشام والذائق واللامس والمتخیل والمتفکر والمتذکر والمشتہی والغاضب ھو الموصوف بجمیع الادراکات لجمیع المدرکات وھو موصوف بجمیع الافعال الاختیاریۃ والحرکات الارادیۃ

پھر فرمایا:۔

لما کانت النفس شیئا واحدا امتنع کون النفس عبارۃ عن البدن وکذا القوۃ السامعۃ وسائر القوی فانا نعلم بالضرورۃ انہ لیس فی البدن جزء واحد ھو بعینہ موصوف بالابصار۔

والسماع والفکر فثبت ان النفس الانسانیۃ شئ واحد موصوف بجملۃ ھذہ الادراکات وثبت بالبداھۃ ان البدن وشیئا من اجزاء البدن لیس کذلک ولنقرر ھذا البرھان بعبارۃ اخری فنقول نعلم بالضرورۃ انا اذا ابصرنا شیئا عرفناہ واذا عرفناہ اشتھیناہ واذا اشتھیناہ حرکنا ابداننا الی القرب منہ فوجب القطع بان الذی ابصر ھو الذی عرف ھو الذی اشتھی ھو الذی حرک الی اٰخر ما اطال واطاب ھذا مختصر ملتقط۔

تفسیر عزیزی میں ہے:۔

"جزو اعظم جان است کہ شعور وادراک و تلذذ و تألم خاصۂ اوست اھ ملخصًا۔

اقول اس معنی پر شرع سے بھی دلائل قاطعہ قائم قرآن عظیم و اجماع عقلاء و شاہد عدل ہیں کہ انسان سمیع و بصیر ہے۔ قال اللہ تعالٰی:۔"انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلناہ سمیعًا بصیرًا" اور عقلاً و نقلاً بدیہیات سے

ہے کہ انسان کی آنکھ، کان انسان نہیں تو یقیناً ثابت کہ یہ جسے سمیع و بصیر فرمایا چشم و گوش نہیں اور باقی اعضا کا سمع و بصر سے بے علاقہ ہونا واضح تر تو وہ نہیں مگر روح و لہٰذا قرآن مجید فرماتا ہے الہم ارجل یمشون بھا ام لھم اید یبطشون بھا ام لھم اعین یبصرون بھا ام لھم اذان یسمعون بھا۔ افعال و سمع بصر کی اضافت صاحب جوارح کی طرف فرمائی اور جوارح پر باء استعانت آئی ثابت ہوا کہ فاعل و سامع و بصیر روح ہے اور بدن صرف آلہ۔

اسی طرح تمام نصوص احوال برزخ کے بعد فنائے بدن بقائے ادراکات پر شاہد ہیں جن سے جملۂ کثیرہ فصول سابقہ میں گزرا سب سے ثابت کہ مدرک غیر بدن ہے ہاں کبھی مجازاً بدن کی طرف بھی بوجہ آلیت نسبت ادراکات ہوتی ہے۔

"قال اللہ تعالیٰ: وتعیھا اذن واعیۃ۔"

معالم میں ہے:۔" قال قتادۃ اذن سمعت وعقلت ما سمعت۔"

مدارک میں ہے:۔

قال قتادۃ اذن عقلت من اللہ تعالیٰ وانتفعت بما سمعت۔

یہ بر تقدیر مجاز عقلی ہے اور محتمل کہ مجاز فی الطرف ہو یعنی روح پر اطلاق اذن کما فی قولہ تعالیٰ قل اذن خیر لکم جنت کی حدیث میں ہے: ما لا عین رأت ولا اذن سمعت۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب تاکید توثیق روایت چاہتے فرماتے

ابصر عیناى، وسمع اذناى ووعاہ قلبى۔

تفسیر کبیر میں ہے:۔

التحقیق ان الانسان جوھر وھو الفعال وھو المدرك وھو المؤمن وھو المطیع وھو العاصی وھذہ الاعضاء آلات وادوات لہ فی الفعل فاضیف الفعل الی الآلۃ فی الظاھر وفی الحقیقۃ یضاف الی ذلك الجوھر۔

مقدمۂ ثالثہ:۔

جب باجماع اہل حق روح کے لیے موت نہیں اور تمام کتب عقائد میں تصریح اور شرح مقاصد کی عبارت فصل دوم نوع اول مقصد سوم میں گزری کہ اہل سنت کے نزدیک جسم شرط حیات نہیں معتزلہ اس میں خلاف کرتے ہیں اور ظاہر کہ ادراکات تابع حیات ہیں کما نص علیہ فی شرح طوالع الانوار للعلامۃ التفتازانی وللاصفہانی وشرح المواقف للسید الجرجانی۔ ولہذا ہمارے نزدیک روح موت سے متغیر نہیں ہوتی اس کے علوم وادراکات بدستور رہتے ہیں جس کا بیان شافی بروجہ کافی فصل مذکور میں مسطور تو روح بعد دفن فتنۂ سوال یا نعیم ونکال کسی امر میں ہرگز اعادۂ حیات کی محتاج نہیں کہ حیات وادراکات اس سے جدا ہی کب ہوئے تھے ہاں بدن ضرور محتاج ہے وجہ یہ کہ اہل سنت کے نزدیک قبر کی تنعیم یا معاذ اللہ عذاب جو کچھ ہے روح وجسم دونوں پر ہے۔

امام جلیل جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں:۔

عذاب القبر محلہ الروح والبدن جمیع باتفاق اھل السنۃ وکذا القول فی التنعیم۔

اور اس پر شرع مطہر سے نصوص کثیرہ شہیرہ متواترہ دال ہیں جن کی استقصا کی طرف راہ نہیں اسی کتاب کی احادیث مذکورہ میں بکثرت اس کے دلائل ہیں اسی طرح سوال نکیرین بھی روح وبدن دونوں سے ہے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:۔

لیس السؤال فی البرزخ للروح وحدھا کما قال ابن حزم وغیرہٗ وافسد منہ قول من قال انہ للبدن بلا روح والاحادیث الصحیحۃ ترد القولین۔

اور جماد من حیث ہو جماد سے سوال یا اسے لذت خواہ الم کا ایصال بداہتہ

محال لاجرم وقت سوال وغیرہ بدن کو ایک نوع حیات کی عود سے چارہ نہیں اگرچہ ہم اس کی کیفیت جزمًا نہ جانیں۔

امام اجل ابوالبرکات نسفی عمدۃ الکلام میں فرماتے ہیں:۔

عذاب القبر للکفار ة ولبعض العصاة من المؤمنین و الانعام لاھل الطاعة باعادة الحیاة فی الجسد وان توقفنا فی اعادة الروح حق۔

امام الائمہ مالک الازمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:۔

سؤال منکر ونکیر فی قبرہ حق واعادة الروح الی العبد فی قبرہ حق

اس کی شرح منح الروض میں ہے:۔

(اعادة الروح) ای ردھا او تعلقھا (الی العبد) ای جسدہ بجمیع اجزائه اوبعضھا مجتمعة او متفرقة (فی قبرہ حق) والواو لمجرد الجمعیة فلا ینافی ان السؤال بعد اعادة الروح کمال الحال

اسی میں ہے:۔

اعلم ان اھل الحق اتفقوا علی ان اللہ تعالیٰ یخلق فی المیت نوع حیاة فی القبر قدر ما یتألم ویتلذذ لکن اختلفوا فی انه ھل یعاد الروح الیه والمنقول عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنه التوقف الا ان کلامه ھنا یدل علی اعادة الروح اذ جواب الملکین فعل اختیاری فلا یتصور بدون الروح وقیل قد یتصور الخ

امام ابن الہمام اسی فتح القدیر میں فرماتے ہیں:۔

الحق ان المیت المعذب فی قبرہ نوضع فیه الحیاة بقدر ما یحس الالم والبنیة لیست بشرط عند اھل السنة حتی لو کان متفرق الاجزاء بحیث لا تتمیز الاجزاء بل ھی مختلطة بالتراب فعذب جعلت

الحیاۃ فی تلک الاجزاء التی لا یاخذھا البصر وان اللہ علیٰ ذٰلک لقدیر والخلاف فیہ ان کان بناء علی انکار عذاب القبر امکن والا فلا بتدئ من عاقل القول بالعذاب مع عدام الاحساس۔

پھر روح کی نسبت تو اوپر واضح ہو چکا کہ اس کی حیات مستمرہ غیر منقطعہ ہے مگر بدن کے لیے بعد عود بھی استمرار ضرور نہیں کہ وہ ایک تعلق خاص بمقصد خاص ہوتا ہے جس کے انصرام پر اس کا انقطاع بجا ہے۔

امام بدر عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں بجواب معتزلہ دلائل اثبات عذاب قبر میں فرماتے ہیں:۔

لنا اٰیات احدٰھا قولہ تعالیٰ النار یعرضون علیھا غدوا وعشیاً فھو صریح فی التعذیب بعد الموت۔ الثانیۃ قولہ تعالیٰ ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین فان اللہ تعالیٰ ذکر الموتۃ مرتین و ھما لا تحققان الا ان یکون فی القبر حیاۃ وموت حتی تکون احدی الموتتین ما یحصل عقیب الحیاۃ فی الدنیا والاخری ما یحصل عقیب الحیاۃ التی فی القبر

شرح الصدور میں بدائع سے ہے:۔

نقلت عن خط القاضی ابی یعلی فی تعالیقہ لا بد من انقطاع عذاب القبر لانہ من عذاب الدنیا والدنیا وما فیھا منقطع فلابد ان یلحقھم الفناء والبلاء ولا یعرف مقدار مدۃ ذٰلک۔

پھر فرمایا:۔

قلت ودلیل ھذا ما اخرجہ ھناد بن السری فی الزھد عن مجاھد قال للکفار ھجعۃ یجدون فیھا طعم النوم حتی یوم القیٰمۃ فاذا صیح باھل القبور یقول الکفر یٰویلنا من بعثنا من مرقدنا فیقول المؤمن الی جنبہ ھٰذا ما وعد

الرحمٰن وصدق المرسلون۔

مقدمہ رابعہ سمع و بصر کے معنی لغوی

مقدمۂ رابعہ:۔

سمع و بصر لغۃً و عرفاً ادراک الوان و اضواء و اصوات بحاسۂ چشم و گوش کا نام ہے

قاموس میں ہے:۔

السمع حس الاذن۔

اسی میں ہے:۔

البصر محرکۃ حس العین۔

اسی طرح تاج العروس میں محکم سے ہے۔ صحاح جوہری و مختار رازی میں ہے:۔

البصر حاسۃ الرؤیۃ۔

مصباح المنیر میں ہے:۔

البصر النور الذی تدرک بہ الجارحۃ۔

اسی میں ہے:۔

رأیت الشئ رؤیۃ البصرتہ بحاسۃ البصر۔

اسی معنی پر مواقف و شرح مواقف میں فرمایا:۔

انما یحصل الادراک السمعی بوصول الھواء الی الصماخ۔

اور شارح نے مباحث نظر میں ذکر کیا۔

الادراک بالبصر یتوقف علی امور ثلثۃ مواجھۃ[1] البصر و تقلیب

---

[1] ای للمبصر تقادسیۃ المنطبع فی نحو مرآۃ علی القول بالانطباع اما علی القول بخروج الشعاع فتقابلہ المبصر حاصلۃ فی الوجہین لاجل الانعکاس اقول ومیل ائمتنا الفقہاء الی القول بالانطباع وان یقولوا کمن الابصاریہ وذلک لانہم صرحوا ان الرجل اذا رای فرج امراۃ وہی فی الماء تثبت حرمۃ المصاہرۃ ولو رأی فرجھا فی الماء لانہ وہی جارجۃ لم تثبت لانہ علی (باقی برصفحہ آئندہ)

الحدقة نحوہ طلبا لرؤیته[1] وازالة الغشاوة المانعة من الابصار

اوراس کا اطلاق بے واسطہ جوارح و آلات ادراک تمام جزئیات مذکورہ خواہ عبر مذکورہ بروجہ جزئی مخصوص پر بھی کیا جاتا ہے یہاں نہ مدرک بالفتح میں صوت ولون وضو کی تخصیص ہے نہ مدرک بالکسر میں آلات جسمانیہ کی قید۔

روز قیامت مومنین اپنے رب عزوجل کو دیکھیں گے اور اس کا کلام سنیں گے اور وہ اور اس کی صفات اعراض سے پاک ہیں اور مولیٰ عزوجل سمیع و بصیر علی الاطلاق ہے اور آلات و جوارح سے منزہ مصباح میں ہے۔

سمع اللہ قولك علمه۔

مجمع البحار میں ہے:۔

البصیر تعالیٰ یشاهد الاشیاء ظاهرها وخافیها من غیر جارحة والبصر فی حقه تعالیٰ عبارة عن صفة ینکشف بها کمال نعوت المبصرات۔

منح الروض میں ہے:۔

السمع صفة تتعلق بالمسموعات والبصر صفة تتعلق بالمبصرات فیدرك ادراکا تاما لا علی سبیل التخیل والتوهم ولا علی طریق تاثیر حاسة ووصول هواء۔

اسی اطلاق پر مواقف و شرح میں فرمایا:۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) الاول رای قرجها علی الثانی انما رأی شبحه لا نفسه کما فی الخانیة وغیرها فلو قالوا بالانعکاس لکان رأی نفس القرح فی الصورتین فلیحفظ فانی لم ار من نبه علیه ثم رأیت المحقق نبه علیه فی فتح القدیر ولله الحمد ۱۲ منہ۔

[1] اقول عند المطلب خروج وخافانا فلیس من شرط الرؤیة طلبها والمراد بالازالة العدم اصلیا او طارئا مفعل الرائی او غیره ۱۲ منہ۔

الثانیۃ شبھۃ المقابلۃ وھی ان شرط الرؤیۃ کما علم بالضرورۃ من التجربۃ المقابلۃ او ما فی حکمھا نحو المرئی فی المرآۃ و انھا مستحیلۃ فی حق اللہ تعالیٰ لتنزھہ عن المکان والجھۃ و الجواب منع الاشتراط۔

امام نسفی مصنف کافی مذکور نے عمدۃ الکلام میں فرمایا:۔

قالوا من اشتراط المقابلۃ وغیرہ یبطل برؤیۃ اللہ تعالیٰ ابانا روح ملاصق بالبدن کا سمع وبصر بروجہ اول ہے اور مفارق کا اتّقیل ودم کل ذلک علی الاغلب الاظہر بما یحس الملاصق بنورہ کما فی کشوف الاولیاء والمفارق بالآلات الباقیۃ الدائمۃ کما فی الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام بعد المفارقۃ فیھم طریان الفراق الی تحقیقا [illegible]

اور اس معنی سے انکار کی منکران سماع موتی کو بھی گنجائش نہیں کہ آخر رویت جنت و نار و نعیم و عذاب و سماع و کلام ملائکہ ماننے سے چارہ کہاں اور جب جسم معطل اور آلات مختل تو یہی معنی ظاہر و عیاں و سیأتی تفصیلہ عن قریب انشاء القریب

اور یہاں ایک تیسرے معنی مجازی اور ہیں یعنی رائی و مرئی و سامع و مسموع میں بروجہ آلیت واسطہ ہونا اور صورت شیٔ کا مدرک تک پہنچانا یہ اس وقت مراد ہوتے ہیں جب سمع وبصر بدن کی طرف مضاف ہوں کما بیناہ فی المقدمۃ الثانیۃ خواہ بروجہ اثبات اور یہ ظاہر ہے خواہ بضمن سلب جہاں سلب مقتصر نا متمر ہے لتضمنہ الاثبات کما لا یخفی۔

مقدمہ خامسہ انسان کی حقیقت کیا ہے

مقدمہ خامسہ:۔

قرآن و احادیث نصوص شرعیہ و محاورات عرفیہ سب میں انسان کی طرف صفات روح وجسم دونوں نسبت کی جاتی ہیں:۔

قال اللہ تعالیٰ ولقد خلقنا الانسان من سلٰلۃ من طین ۹ ثم

جعلنٰہ نطفۃ فی قرار مکین الی قولہ سبحٰنہ، تبارک اللہ احسن الخٰلقین ۝ وقال عزوجل واذ قال ربک للملئکۃ انی خالق بشرا من صلصال من حمأ مسنون ۝ فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سٰجدین ۝ وقال تبارک اسمہ انا خلقنٰھم من طین لازب ۝ وقال جل جلالہ یایھا الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقنٰکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ ثم من مضغۃ مخلقۃ وغیر مخلقۃ لنبین لکم ونقر فی الارحام ما نشاء الی اجل مسمّی الاٰیۃ

یہ ظاہر کہ کھنکھناتی چکنی خمیر کی ہوئی مٹی پھر پانی کے قطرے پھر خون کی بوند پھر گوشت کے لوتھڑے سے بننا رحم میں ایک مدت معین تک ٹھہرنا ٹھیک ہونے کے بعد اس میں روح کا پھونکا جانا یہ سب احوال و اطوار بدن[1] کے ہیں اور انسان کی طرف نسبت فرمائی۔

وقال عز مجدہ وحملھا الانسان انہ کان ظلوما جھولا۔ وقال تعالٰی شانہ ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامہ بلٰی قٰدرین علی ان نسوی بنانہ بل یرید الانسان لیفجر امامہ یسئل ایان یوم القیٰمۃ الی قولہ جل ذکرہ یقول الانسان یومئذ این المفر الی قولہ جلت عظمتہ ینبؤا الانسان یومئذ بما قدم واخر بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القٰی معاذیرہ

واضح ہے کہ تکالیف شرعیہ سے مخاطب ہونا اور ظلم و جہل و حسبان و ارادہ و سوال و کلام و اعلام و معرفت و معذرت یہ سب صفات و افعال روح سے ہیں۔ یونہی فجور بھی قال عز مجدہ ونفس وما سوّٰھا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا۔ انہیں بھی انسان کی جانب اضافت فرمایا بلکہ ایک ہی آیت میں دونوں قسم کے

---

[1] خصوصًا اخیر کہ غیر بدن کے لیے کسی طرح محمل نہیں ۱۲ منہ۔

امور اس کے لیے مذکور قال عز شانہ انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلنہ سمیعا بصیرا ہ مرد و زن کے ملے ہوئے نطفے سے بدن ... تکلیف و آزمائش روح کی ہے اور وہی شنوا و بینا و قال تعالیٰ ذکرہ اولم یر الانسان انا خلقنہ من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین ہ وضرب لنا مثلا ونسی خلقہ الآیۃ رویت و علم شان روح ہے اور نطفے سے پیدائش بدن پھر خصومت و مثل زنی و نسیان احوال روح اور ضمیر اخبر تے پھر تخلیق نطفہ ... جانب بدن مراجعت کی یہی سب محاورات عرف عام میں شائع ساب چار ... سے خالی نہیں یا تو انسان محض بدن ہے یا مجرد روح یا ہر ایک یا مجموع ۔ احتمال ... تو بداہتہً مدفوع ہر عاقل جانتا ہے کہ اس کے بنی نوع کا ہر فرد اور وہ خود ایک انسان ہے نہ یہ کہ ہر شخص میں دو انسان ہوں ایک روح ایک بدن ولہٰذا ... طرف کسی کا ذہاب معلوم نہیں ثلثہ باقیہ مذاہب معروفہ ہیں اول اکثر متکلمین کا خیال ہے اور ثانی امام رازی وغیرہ کا مفاد مقال اور ثالث خود انہیں امام جلیل و دیگر اعاظم اکابر کا ارشاد جمیل تفسیر کبیر میں ہے :۔

اما القائلون بان الانسان عبارۃ عن ھذہ البنیۃ المخصوصۃ وعن ھذا الجسم المحسوس فھم جمھور المتکلمین وھذا القول عندنا باطل (وذکر علیہ حججا الی ان قال) الحجۃ الخامسۃ ان الانسان قد یکون حیا حال ما یکون البدن میتا والدلیل قولہ تعالیٰ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء فھذا نص صریح فی ان اولئک المقتولین احیاء والحس یدل علی ان ھذا الجسد میت الحجۃ السادسۃ قولہ تعالیٰ النار یعرضون علیھا وقولہ اغرقوا فادخلوا نارا و قولہ علیہ الصلاۃ والسلام القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النار کل ھذہ النصوص یدل علی ان

الانسان یبقی بعد موت الجسد الحجۃ السابعۃ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا حمل المیت علی نعشہ رفرف روحہ فوق النعش ویقول یا اھلی ویا ولدی (الحدیث) النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرح بان حال ما یکون الجسد علی النعش بقی هناک شئ ینادی، ویقول جمعت المال من حلہ وغیر حلہ ومعلوم ان الذی کان الاھل اھلا لہ وکان جامعاً للمال وبقی فی رقبتہ الوبال لیس الا ذاک الانسان فھذا تصریح بان فی الوقت الذی کان الجسد میتاً کان الانسان حیاً باقیا فاھما الحجۃ الثامنۃ قولہ تعالیٰ: یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ والخطاب انما ھو حال الموات فدل ان الذی یرجع الی اللہ بعد موت الجسد یکون حیا راضیا ولیس الا الانسان فدل ان الانسان یبقی حیا بعد موت الجسد الحجۃ العاشرۃ جمیع فرق الدنیا من الھند والروم والعرب والعجم وجمیع ارباب الملل و النحل من الیھود والنصاری والمجوس والمسلمین یتصدقون عن موتاھم ویدعون لھم بالخیر ویذھبون الی زیاراتھم ولولا انھم بعد موت الجسد بقوا احیاء لکان التصدق والدعاء والزیارۃ عبثا فیدل ان فطرتھم الاصلیۃ شاھدۃ بان الانسان لا یموت بل یموت الجسد الحجۃ السابعۃ عشرۃ ان الانسان یجب ان یکون عالما والعلم لا یحصل الا فی القلب فیلزم ان یکون الانسان عبارۃ عن الشئ الموجود فی القلب او شئ لہ تعلق بالقلب اھ ملتقطاً ملخصاً۔

امام الطریقہ بحر الحقیقہ سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوحات مکیہ شریف میں فرماتے ہیں:۔

لیس فی العلوم اصعب تصورا من ھذہ المسألۃ فان الارواح طاھرۃ بحکم الاصل والاجسام وقولہا کذلک طاھرۃ بما فطرت علیہ من تسبیح خالقہا وتوحیدہ ثم باجتماع الجسم والروح حدث اسم الانسان وتعلق بہ التکالیف و ظھرت منہ الطاعات والمخالفات الخ۔

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب الیواقیت والجواہر میں امام ابو طاہر رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں:۔

الانسان عند اھل البصائر ھذا المجموع من الجسد والروح بما فیہ من المعانی

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں زیر قولہ تعالیٰ:۔

فی سورۃ النحل خلق الانسان من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین۔

فرماتے ہیں:۔

اعلم ان الانسان مرکب من بدن و نفس فقولہ تعالیٰ خلق الانسان من نطفۃ اشارۃ الی الاستدلال ببدنہ علی وجود الصانع الحکیم العلیم وقولہ تعالیٰ فاذا ھو خصیم مبین اشارۃ الی الاستدلال باحوال نفسہ علی وجود الصانع

اقول وباللہ التوفیق آیات کریمہ قرآن اعظم ومحاورات عامہ شائعہ تمام عالم کے ملاحظہ سے بنگاہ اولین ذہن میں منقش ہوتا ہے کہ جسے انسان کہتے اور زید وعمرو اعلام یا من وتو ضمائر یا این و آن اسمائے اشارہ سے تعبیر کرتے ہیں اس میں روح وبدن دونوں ملحوظ ہیں ایک یکسر معزول ہو ایسا ہرگز نہیں اب خواہ یوں ہو کہ ہر ایک سنخ حقیقت انسانی میں داخل وجزء حقیقی ہو یا یوں کہ ایک سے تجوہر حقیقت اور دوسرے کو معیت شرطیت مگر ساتھ ہی عقل ونقل کی طرف نظر کیجئے تو ان کا اجماع واطباق دیکھتے ہیں کہ انسان ایک شے مدرک عاقل فاہم مرید مکلف مخاطب من اللہ تعالیٰ ہے اور یہ صفات

اس کے لیے حقیقۃً ثابت ہیں نہ کہ موصوف بالذات کوئی شے غیر ہو اور اس کی طرف
بالتبع بالعرض نسبت کیے جاتے ہوں اس بین و واضح امر کی طرف التفات کرتے ہی
منجلی ہوگیا کہ جس طرح قولین اولین میں تجرد محض یعنے بشرط لا شے مراد لینا کسی عاقل
سے معقول نہیں اگرچہ ہے تو لا بشرط اور یہ بھی مقبول نہیں کہ روح و بدن میں کوئی لحاظ
سے بالکل معزول نہیں اور قول اول تو اصلاً قابل قبول نہیں کہ انسان عاقل ہے اور
ابدان ذوی العقول نہیں انسان مالک و متصرف ہے بدن کی طرح آلہ و معمول نہیں
یونہی یہ بھی روشن ہوگیا کہ قول اخیر میں مجموع سے مراد مرتبہ بشرط شے ہے نہ ترکیب
نفس حقیقت ورنہ انسان عاقل و مدرک نہ رہے کہ مجموع مدرک و نامدرک نامدرک
ہے اور لازم آئے کہ آیات و محاورات عامہ خواہ بدنیات ہوں جن میں موصوف
بصفات جسم کو انسان کہا گیا یا روحیات جن میں صفات نفس سے انسان کو متصف
کیا خواہ جامعات جن میں دونوں کو اجتماع دیا سب یکسر حقیقت سے معزول اور
مجاز پر محمول ہوں کہ اب انسان نہ روح ہے نہ بدن بلکہ شے ثالث ہے لاجرم مجموع
کا محمل اول مراد نہیں ہو سکتا۔

ومن الدلیل علیہ قول الامام ابی طاہر بما فیہ من المعانی تما
کان لعاقل ان یتوھم دخول الاعراض فی قوام جوھر وانما المراد
الدخول فی اللحاظ وکذا تنصیص الامام الرازی علی الترکیب مع اعطائہ مرادا

رہا محمل دوم اس میں بھی دو احتمال ہیں قوام روح سے ہو اور بدن شرط یعنے
انسان روح متعلق بالبدن کا نام ہو یا بالعکس یعنی بدن متعلق بہ الروح کا ثانی بھی اس
مقدمہ مذکورہ واضحہ سے مدفوع کہ انسان عاقل مخاطب بالاصالۃ ہے نہ بالتبع تو بفضل
اللہ تعالیٰ عرش تحقیق مستقر ہوگیا کہ مختار و منصور وہی قول اخیر بایں معنی و تفسیر ہے اور
قول ثانی بھی اس سے بعید نہیں کہ جب قوام جوہر میں صرف روح ہے تو انسان روح ہی
کا نام ہوا الملحوظ بلحاظ تعلق ہوجانے سے روح ہونے سے خارج نہیں کہ نا نہ ان عبارات
میں لحاظ تعلق سے قطع نظر مذکور تو اس کا اسی قول منصور کی طرف ارجاع میسور ولہذا

امام اجل فخر الدین رازی نے باآنکہ بار بار روح ہی کے انسان ہونے پر تسجیل و تنقیح فرمائی خود ہی انسان کے روح و بدن سے مرکب ہونے کی تصریح فرمائی۔

اسی طرح شاہ عبد العزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں جہاں وہ عبارت لکھی کہ:۔

"جان آدمی کہ در حقیقت آدمی عبارت ازان است"

وہیں اسی کی شرح یوں ارشاد کی:۔

"تفصیل ایں اجمال آنکہ آدمی مرکب از دو چیز است جان و بدن جزو اعظم جان است کہ تبدل و تغیر دران راہ نمی یابد و بدن بمنزلہ لباس است کہ اختلاف بسیار دروی راہ می یابد اھ مختصراً"

روح کا بدن سے تعلق چار قسم ہے

پھر روح کا بدن سے تعلق چار قسم ہے ایک تعلق دنیوی بحال بیداری دوسرا بحال خواب کہ من وجہ متعلق من وجہ مفارق تیسرا برزخی چوتھا اخروی۔

وجعلها فی شرح الصدور عن ابن القیم خمسۃ حیث قال للروح بالبدن خمسۃ انواع من التعلق متغایرۃ الاول فی بطن الام الثانی بعد الولادۃ الثالث فی حال النوم فلها بہ تعلق من وجہ مفارقۃ من وجہ الرابع فی البرزخ فانها وان کانت قد فارقتہ بالموت فانها لم تفارق فراقا کلیا بحیث لم یبق لها الیہ التفات الخامس بہ یوم البعث وھو اکمل انواع التعلقات ولا نسبۃ لما قبلہ الیہ اذ لا یقبل البدن معہ موتا ولا نوما ولا فسادا اھ و تبعہ القاری فی منح الروض۔

اقول الکلام فی الانواع المتغایرۃ ولا یظهر للتعلق الرحمی تغایر مع الذی بعد الولادۃ فان کلیهما تعلق الاتصال المحض والتدبیر والتصرف الناقص بخلاف النومی فلا یتمحض للاتصال والبرزخی فلیس مع ذلک تعلق التدبیر والاخروی فلا نقص فیہ اصلا فیتحصل التقسیم ھکذا التعلق اما

متمحض للاتصال اولا الاول ان کمل بحیث لا یقبل الفراق فاخروی والا فدینوی یقظی والثانی ان کان تعلق تدبیر فنوحی اولا فبرزخی فانقیل لیس یستعمل الجنین الاته وجوارحه فی الاعمال والادراك مثل المولود قلت لا یستعملها المولود من ساعته کالفطیم ولا الفطیم کالیافع ولا الیافع کمن بلغ اشده ولا کمثله الشیخ الهرم ثم الفانی فلیجعل عامة ذلك تعلقات متغایرة فافهم۔

ان میں جس طرح اعلیٰ واکمل تعلق اخروی ہے جس کے بعد فراق کا احتمال ہی نہیں یونہی ادون واقل تعلق برزخی ہے کہ باوصف فراق ایک اتصال معنوی ہے مگر قرآن عظیم وحدیث کریم کے نصوص قاطعہ شاہد عدل ہیں کہ اس قدر تعلق بھی بقائے انسانیت کے لیے بس ہے بلاہتہ معلوم کہ قبر میں تنعیم یا معاذ اللہ تعذیب جو کچھ ہے اسی انسان ہی کے واسطے ہے جو اپنی حیات دنیوی میں مؤمن ومطیع یا معاذ اللہ کافر وعاصی تھا نہ یہ کہ طاعت وایمان تو انسان نے کیے اور نعمت مل رہی ہے کسی غیر انسان کو یا کفر وعصیاں انسان سے ہوئے اور عذاب ہوتا ہو کسی غیر انسان پر اسی طرح وہ تمام حجج واضحہ جو امام تفسیر کبیر سے بعد موت بقاء حیات انسان پر گزریں مع اپنے نظائر کثیرہ کے اس مدعا کی کفیل ہیں تو ثابت ہوا کہ حقیقت انسانیہ میں جو تعلق ملحوظ ہے مطلق ومرسل ہے کسی طرح کا ہو۔

اما ماقال الامام ابوطاهر بعد ما اسلفنا نقله من انه اذا بطلت صورة جسده بالموت وزالت عنه المعانی بقبض روحه لا یسمی انسانا فاذا جمعت هذه الاشیاء الیه بالاعادة ثانیا کان هو ذلك الانسان بعینه الا تری ان الجسد الفارغ من الروح والمعانی یسمی شبحا وجثة ولا

یسمّیٰ انسانا وکذالک الروح المجرد لا یسمی انسانا الخ-

فاقول لیس یرید رحمہ اللہ تعالیٰ ان الانسان یبطل بالموت وان الذی فی البرزخ من لدن الموت الی حین البعث لیس بانسان ومعاذ اللہ ان یریدہ وھو قول اھل البدع ومصادم للقواطع وکیف یجوز ان لا یکون الروح البرزخی المتصل بالبدن انسانا تکن فی فراق انسانا ومعلوم قطعًا ان الانسان ھو الذی کان اٰمن وکفر واحسن وفجر وبدیھی ان غیر الانسان افینعم من لم یعمل ویعذب من لم یعص واللہ تعالیٰ یقول عنھم یٰویلنا من بعثنا من مرقدنا فافاد ان المبعوثین فی الحشر ھم الراقدون فی القبر ومعلوم ان المحشورین فی العقبیٰ ھم الکائنون فی الدنیا فالانسان ھو فی الدور الثلث لم یزل عن انسانیۃ ولم ینسلخ عن حقیقتہ وقال تعالیٰ النار یعرضون علیھا وانما اعاد الضمیر الی الناس المذکورین فھم المعرضون علی النار لاغیرھم وقال تعالیٰ قتل الانسان ما اکفرہ الی قولہ عزوجل ثم اماتہ فاقبرہ فلا اقبار بعد الاماتۃ وقد ارجع الکنایۃ فیہ الی الانسان فثبت ان المیت المقبور لیس الا انسان وبالجملۃ ففی الدلائل علی ھذا کثرۃ لامطمع فی احاطتھا وانما اراد التنبیہ علی ان الانسان لیس بمعزول اللحاظ عن شیئ من الروح والبدن فالجسد اذا بطلت صورتہ بالموت وزالت عنہ المعانی بخروج الروح عنہ لا یسمی ذلک الجسد الفارغ انسانا وقد کان یسمی قبلہ عن فالمکان الاتصال کما سیاتی وکذا الروح المجرد من حیث ھو مجرد لا یسمی انسانا وانما الانسان المجموع اعنی الروح الملحوظ بلحاظ

الاتصال اعم من ان یکون دنیویا او اخرویا او برزخیا۔ ہکذا ینبغی ان یفہم ہذا المقام واللہ سبحانہ ولی الانعام۔

یہ تحقیق حقیقت و مصداق انسان میں کلام تھا اب آیات و محاورات مذکورہ کی طرف چلیے جب انسان در روح ہر ایک کا انسان جداگانہ ہونا بداہۃً باطل ہو چکا تو اب اقوال ثلثہ سے کوئی قول لیجیے آیات و محاورات بدنیہ و روحیہ سے ایک میں تجوز اور جامعہ میں استخدام ماننے سے گریز نہ ہوگی کما لایخفی مگر ہم دیکھتے ہیں کہ نہ مفسرین ان میں کہیں استخدام[1] مانتے ہیں نہ اہل عرف ان میں کسی کلام کو حقیقت سے جدا جانتے ہیں تو وجہ یہ کہ بوجہ شدت اختلاط گویا روح و بدن شے واحد ہیں بلکہ روح خفی و نظری ہے اور بدن محسوس و مرئی اور اشراق شمس روح نے بدن پر حیات کی شعاعیں ڈال کر اسے اپنے رنگ میں رنگ لیا جس طرح دہکتے کوئلے کو اس کے ہر ذرے میں آگ کی

---

[1] بل قال بعض العلماء ان الاستخدام بہذا المعنی لم یقع فی القرآن العظیم اصلا نقلہ الامام السیوطی فی الاتقان قال وقد استخرجت بفکری آیات وذکر منہا الاولی اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ امر اللہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما اخرج ابن مردویہ من طریق الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما والضمیر لہ مراد بہ قیام الساعۃ او العذاب والثانیۃ ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین المراد بہ آدم ثم اعاد الضمیر علیہ مرادا بہ ولدہ فقال ثم جعلنٰہ نطفۃ قال وہی اظہرہا والثالثۃ لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم ثم قال قد سالہا قوم من قبلکم ای اشیاء اخر ہذا ملخص کلام السیوطی اقول وقد استخرجت مثالین آخرین الاول قولہ عزوجل احصنت فرجہا فنفخنا فیہ الفرج فرج المرأۃ والضمیر للفرج بمعنی فرج الجیب علی ما علیہ المحققون والآخر ذکرتہ فی رسالتی الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی التی ذکرت فیہا تفسیر قولہ عزوجل وسیجنبہا الاتقی ۱۲ منہ

سرایت نے انا النار کہنے کا مستحق کر دیا اب اسے آگ ہی کہا جاتا ہے یونہی جسم کو انا الانسان کا دعویٰ پہنچتا ہے۔ ہم سنتا دیکھتا بولتا چلتا پھرتا کام کرتا بدن ہی کو دیکھتے ہیں حالانکہ مدرک و فاعل روح ہے اور بدن آلہ لہذا بدن پر اطلاق انسان حقیقت عرفیہ[1] قرار پایا اور وہی تمام صفات و افعال کا منسوب الیہ ٹھہرا اور قرآن عظیم بھی مطابقت عرف پر اترا قال تعالیٰ انہ لحق مثل ما انکم تنطقون اب نہ تجوز ہے نہ استخدام نظیر اس کی رأیت زیداً ہے۔ زید را دیدم۔ زید کو دیکھا حالانکہ زید اگرچہ اس سے بدن ہی مراد لیجئے ہرگز ہمیں مرئی نہیں مرئی صرف رنگ و سطح بالائی ہے اور وہ قطعاً نہ روح زید ہے نہ بدن مگر شدت اتصال کے باعث اسے رویت زید کہتے ہیں اور ہرگز اس میں تجوز و مخالفت حقیقت کا توہم بھی نہیں کرتے یہاں تک کہ اگر کوئی زید کے رنگ و سطح کو یونہی دیکھے اور قسم کھائے میں نے زید کو نہ دیکھا قطعاً کاذب سمجھا جائے گا لاجرم تفسیر کبیر میں روح کے غیر جسم ہونے پر کلام واسع و مشبع لکھ کر فرماتے ہیں:۔

اعلم ان اکثر العارفین المکاشفین من اصحاب الریاضات وارباب المکاشفات والمشاہدات مصرون علی ہذا القول جازمون بہذا المذہب واحتج المنکرون بقولہ تعالیٰ من ای شیء خلقہ من نطفۃ ہذا تصریح بان الانسان مخلوق

---

[1] عرف تو عرف اس شدت اختلاط و عدم تمایز بحد اتحاد نے سفہائے فلاسفہ کو دھوکا دیا جو ہمیشہ تدقیق کے نام پر جان دیتے اور فضول تعمقات کو تحقیق جانتے ہیں وہ بھی کہاں خاص مقام تحدید میں انسان کی تعریف کر بیٹھے حیوان ناطق حالانکہ حیوانیت بدن کے لیے ہے کہ وہی جسم نامی ہے اور ناطق و مدرک روح بلکہ خود حیوان ہی کی تعریف میں بھی خلط ہے جسم نامی متحرک بدن ہے اور حساس و مریدہ روح ۱۲ منہ۔

من النطفة وانه يموت ويدخل القبر ولو لم يكن عبارة عن الجثة لم تكن الاحوال المذكورة صحيحة والجواب انه لما كان الانسان فى العرف والظاهر عبارة عن هذه الجثة اطلق عليه اسم الانسان فى العرف. اه مختصرا۔

اقول وهذا الجواب احسن مما قدمنا ثم انه حيث قال فان قالوا هذه الآية حجة عليكم لانه تعالى قال ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين وكلمة من للتبعيض وهذا يدل على ان الانسان بعض من ابعاض الطين قلنا كلمة من اصلها لابتداء الغاية كقولك خرجت من البصرة الى الكوفة فقوله تعالى ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين ہ يقتضى ان يكون ابتداء تخليق الانسان حاصلا من هذه السلالة ونحن نقول بموجبه لانه تعالى يستوى المزاج اولا ثم ينفخ فيه الروح فيكون ابتداء تخليقه من السلالة اھ قلت وقد يستانس له بقوله تعالى وبدأ خلق الانسان من طين ہ ثم۔

بالجملہ خلاصۂ مبحث یہ ہوا کہ اطلاق انسان کے لیے دو حقیقتیں ہیں ایک حقیقت اصلیہ دقیقہ یعنی روح متعلق بالبدن اگرچہ تعلق برزخی دوم حقیقت مشہورہ عرفیہ یعنی بدن اور اکثر متکلمین کے زعم میں یہی حقیقت اصلیہ ہے اور اگر غرابت فن سے قطع نظر کر کے ان کا کلام انسان عرفی پر محمول کریں تو وہ بھی صحیح ہو سکتا ہے وباللہ التوفیق۔

مقدمہ سادسہ:۔

اقول:۔ صفات بدن دو قسم ہیں اصلیہ کہ خود بدن کے لیے حاصل اور

تبعیہ کہ حقیقۃً صفات روح ہیں اور بوجہ اتحاد مذکور بدن کی طرف منسوب جیسے علم وسمع وبصروارادہ وفاعلیت افعال اختیاریہ وغیرہا عرف میں اگرچہ انسان نام بدن ٹھہرا مگر صفات تبعیہ کی اس کی طرف اضافت مشروط بشرط حیات ہے بعد موت بے عود حیات بدن خالی کو شرعاً عرفاً لغۃً کسی طرح سمیع بصیر مرید فاعل عامل نہیں کہتے کہ یہ نسبتیں اسی اتصال سریانی پر مبنی تھیں جس نے روح وبدن کو عرفاً امر وحدانی کر دیا تھا جب وہ مسلوب ہوا کشف محجوب ہوا صفات تبعیہ حق بحقدار رسید ہو کر اپنے مرکز کو گئیں اور اس تودۂ خاک کی اپنی اصلی حالتیں ظاہر ہوئیں نظیر اس کی وہی صحبت آتش وانگشت ہے کوئلا کالا ٹھنڈا تاریک تھا اور نار روشن خانی گرم وسرخ وروشن جب تک آگ کی سرایت سے دہک رہا تھا اس کے اپنے عیوب چھپے ہوئے تھے آگ ہی کے اوصاف سے موصوف ہوتا جب آگ جدا ہو کر الگ ہوئی وہی اصل حقیقت عیاں ہوئی تو ایمان اگرچہ عرف پر مبنی ہیں اور عرفاً انسان خواہ بلفظ انسان وبشر وآدمی تعبیر کیا جائے یا اعلام وضمائر واسمائے اشارہ سے اس کا معبر عنہ یہی بدن ہوتا ہے مگر بنظر تقسیم مذکور امور محلوف علیہا کی طرف نظر متور اگر صفات اصلیہ پر مقصود ہو جیسے اٹھانا بٹھانا نہلانا وغیرہا تو کچھ حالت حیات کی تخصیص نہ ہوگی کہ نفس بدن ان کا صالح ہے اور اگر صفات تبعیہ پر موقوف ہو جیسے خطاب واعلام وافہام وکلام تو ضرورۃً متقید بحال حیات رہے گا کہ بغیر اس کے بدن ان کا صالح نہیں بالجملہ انسان کا عرفاً بدن میں حقیقت ہونا اور معنے حقیقی عرفی میں استعمال کیا جانا زنہار اسے مقتضی نہیں کہ وہ کلام بدن کی ہر حالت کو مشتمل رہے یا بعض احوال پر اقتصار کے باعث حقیقت عرفیہ سے منسلخ ہو کر کسی اور معنی پر محمول بنے بلکہ وہی مراد ہو کر بات جس حال کے قابل ہوگی اسی قدر کو شامل ہوگی مثلاً اگر کہیے زید نے کوئلے سے بدن جلالیا تو قطعاً اس سے وہی دہکتا کوئلا مراد ہوگا کہ جلانے کی صلاحیت اسی میں ہے اس سے نہ یہ لازم کہ مطلق کوئلا اس سے مفہوم ہو نہ یہ کہ کوئلا اپنی معنی حقیقی سے محروم ہو وھذا کلہ

ظاہر ہوا بحمد اللہ تعالیٰ یہ معنے ہیں اس ضابطے کے جو علما نے یہاں ارشاد فرمایا۔

اور تنویر الابصار و درمختار و شروح کنز وغیرہا میں مذکور ہوا کہ:۔

ماشار د المیت فی الحی یقع الیمین فیہ علی الحالتین وما اختص بحالۃ الحیاۃ تقید بھا۔

مقدمہ سابعہ:۔

اقول:۔ مناظرات میں وقت وطالت کہ راہ پاتی ہے بیشتر اصل مقصد و مورد نزاع سے غفلت کے باعث منہ دکھاتی ہے فریقین اس کے پابند رہیں یہ تو معلوم کہ اہل باطل کو اکثر اصل مطلب سے فرار ہی میں مفر مگر اہل حق بہ اس کا خیال لازم ہر وقت پیش نظر رکھیں کہ بحث کیا تھی اور چلے کدھر اس میں باذن اللہ تعالیٰ تخفیف مؤنت اور مخالف کے عجز و سکوت جلد ظاہر ہونے پر معونت ہوتی ہے اس مسئلہ دائرہ سماع موتی میں مقصود اہل سنت کچھ اس پر موقوف نہیں کہ تمام اموات کے بدن ہی قبر میں ہمیشہ زندہ رہیں زائروں کے سلام کلام وہ انہیں کانوں کے ذریعہ سے سنیں ہوا ئے متموج متکیف بالصوت انہیں کے پٹھوں کو قرع کرے اسی طریقے پر سماع ہو۔

یونہی رویت عامۂ اموات میں ہماری اس سے کوئی غرض متعلق نہیں کہ وہ انہیں آنکھوں سے دیکھیں انہیں سے خروج شعاع یا انہیں کے لوح میں صورت کا انطباع ہو یہ نہ واقع ہے نہ ہمارا دعوی نہ ہمارے دعوی کو اس پر توقف۔

آخر اہلسنت کے نزدیک جس طرح الہی کا مردہ دیکھنا سننا ہے یونہی بر سول کا جب کہ کان آنکھ جسم کا کوئی ذرہ سلامت نہ رہا سب خاک و غبار ہو کر مٹی میں مل گیا جس طرح مسلمان قبر میں سنتا ہے یونہی ہندو کا مرگھٹ میں جس وقت اس کے کان آنکھ کو آگ دیتے ہیں وہ اُن آگ دینے والوں کو دیکھتا ان کی باتیں سنتا

مقدمہ سابعہ تحریر محل نزاع کلام سماع اور رواح میں ہے ابدان سے غرض نہیں

اس آگ کی اذیت کا احساس کرتا ہے آنکھ کان اعضا کو جلتا دیکھتا ان پر آگ بھڑکنے کی آواز سنتا ہے اور جب جل بجھ کر راکھ ہو جاتے ہیں جب بھی دیکھتا سنتا ہے جو سلام و کلام مدفون امروزہ کے لیے شرع مطہر میں ہے وہی مدفون ہزار سالہ کے واسطے دونوں سے وہی کہا جائے گا کہ سلام تم پر اے ایمان والو اللہ تعالیٰ تمہیں اور ہمیں بخشے تم ہمارے اگلے ہو اور ہم تمہارے پچھلے خدا چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان صحابی اعرابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ حکم دیا ہے کہ جہاں کسی کافر کی قبر پر گزر ہو اسے دوزخ میں جلنے کا مژدہ دو تو ارشاد اقدس میں کوئی تخصیص تازہ مرے ہوئے کی نہ تھی بلکہ صاف تعمیم تھی اور تعمیم ہی پر ان صحابی نے کاربندی کی۔

غرض دلائل مطلق ہیں اور عقیدہ مطلق اور آلات جسمانیہ کی تخصیص ناحق ہمیں اتنی بات سے کام ہے کہ مردے زندوں کی طرح صورت و صوت کا ادراک کرتے ہیں اور اوپر روشن ہو چکا کہ ادراک کار روح ہے اور روح موت سے نہ مرتی ہے نہ متغیر ہوتی مگر اس پر بھی لفظ میت کا اطلاق آتا ہے ہم انہیں ارواح موتی کے سماع و ابصار کا عقیدہ رکھتے اور اسی کو اموات کا دیکھنا سننا کہتے ہیں اس سے کچھ غرض نہیں کہ وہاں بھی ذرائع و آلات یہی ہوں یا غیر فصل پانزدہم میں امام شیخ الاسلام خاتمۃ المجتہدین تقی الملۃ والدین ابو الحسین علی سبکی قدس سرہ الملکی کا ارشاد گزرا کہ ہم نہیں کہتے کہ مردہ بدن سنتا ہے بلکہ روح سنتی ہے خواہ تنہا جب کہ بدن مردہ رہے یا جسم سے مل کر جب کہ حیات جانب جسم عود کرے آخر اس قدر سے حضرات منکرین بھی منکر نہیں کہ اموات و نار و ملائکہ ثواب و عذاب کو دیکھنے ان کی بات سننے سمجھتے قیامت کے آنے نہ آنے کی دعائیں کرتے ہیں تو اس کی تسلیم انہیں بھی ضرور کہ دیکھنا سننا بولنا انہیں آلات جسمانیہ پر غیر مقصور :۔

قال السولی تبارک و تعالیٰ: النار یعرضون علیها غدوًا و عشیا و یوم القیمۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

ان ارواح آل فرعون فی اجواف طیر سود یعرضون علی النار کل یوم مرتین تغدو و تروح الی النار فیقال یا آل فرعون ھذہ ماوٰکم حتی تقوم الساعۃ۔

فرعون اور فرعونیوں کو ڈوبے ہوئے کئی ہزار برس ہوئے ہر روز صبح شام دو وقت آگ پر پیش کیے جاتے ہیں جہنم جھنکا کر ان سے کہا جاتا ہے یہ تمہارا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ قیامت آئے اور ایک انہیں پر کیا موقوف ہر مومن و کافر کو یونہی صبح و شام جنت و نار دکھاتے اور یہی کلام سناتے ہیں۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم و مؤطائے امام مالک و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اذا مات احدکم عرض علیہ مقعدہ بالغداۃ والعشی ان کان من اھل الجنۃ فمن اھل الجنۃ وان کان من اھل النار فمن اھل النار یقال لہ ھذا مقعدک حتی یبعثک اللہ الیہ یوم القیمۃ

یونہی اموات کی باہم ملاقات، آپس کی گفتگو، قبر کا ان سے باتیں کرنا، ان کی حدِ نگاہ تک کشادہ ہونا، احیا کے اعمال انہیں سنائے جانا، اپنے حسنات و سیئات اور گاہ گاہی کا تماشا دیکھنا وغیرہ وغیرہ امور کثیرہ جن کی طرف صدر مقصد دوم میں اشارہ گزرا جن کے بیان میں دس بیس ۲۰ نہیں صدہا حدیثیں وارد ہوئیں ان مطالب پر شاہد مبین جس طریقے سے وہ ان چیزوں آوازوں کو دیکھتے سنتے ہیں اور قیامت تک جسموں کے گلنے، خاک میں ملنے کے بعد بھی دیکھیں سنیں گے۔ یونہی زائروں، قبر کے سامنے گزرنے والوں اور ان کے کلام کو طرفہ یہ کہ مولوی اسحاق صاحب نے

بھی تو جواب سوال ۹ امیں تسلیم کیا کہ مردے زندوں کا سلام سنتے ہیں۔ حضرت جن کانوں سے سلام سنتے ہیں انہیں سے کلام۔

یہ تو ہماری طرف سے کلام تھا اب جانب منکرین نظر کیجئے ان کا انکار بھی قطعاً عام ہے صرف آلات جسمانیہ سے خاص نہیں کاش وہ ایمان لے آئیں کہ اموات اصوات کا ادراک نام کرتے ہیں مگر نہ گوش بدن سے تو جھگڑا ہی کیا ہے ابھی اتفاق ہو گیا اہلسنت بھی تو اسی قدر فرماتے ہیں گوش و گوشت کی تخصیص کب بتاتے ہیں مگر حاشا وہ کب اس راہ آتے ہیں انہیں تو اولیائے مدفونین کی ندا حرام کرتی ہے۔ ان محبوبان خدا سے طلب دعا حرام کرتی ہے وہ کس دل سے سننا مان لیں اگرچہ بے ذریعۂ گوش دیکھنا تسلیم کرلیں۔ گو بے واسطۂ چشم۔ انہیں تو مولوی مجیب صاحب کی طرح یہ کہنا ہے کہ جب درمیان زائر و مقبور کے حجب عدیدۂ سمع و بصر حائل تو سماع اصوات اور بصارت صور محال۔ یہ تحریر محل نزاع ہے جس کا سمجھ لینا مزیل انشکال والحمد للہ المھیمن المتعال وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد و آلہ وصحبہ خیر صحب وآل۔

بحمد اللہ تقریر مقدمات سے فراغ پایا تحریر جوابات کا وقت آیا جو امر جس مقدمے میں ثابت کیا گیا جواب میں اس پہ علامت مق لکھ کر شمار مقدمہ کا ہندسہ بغرض یاد دہانی ثبت ہو گا کہ ہر جگہ بحکم مقدمہ فلاں یا دیکھو مقدمہ فلاں لکھنے کی حاجت نہ ہو۔

فاقول۔ وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔

جواب اول:۔ ائمہ اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماعی عقیدہ کہ مردے سنتے ہیں قطعاً حق ہے اور کیوں نہ حق ہو کہ وہ اہلسنت ہیں حق انہیں میں منحصر ہے اور اس کے معنٰے مق یہ کہ ارواح مردگان کہ ان پر بھی اطلاق مق مردہ و میت کیا جاتا ہے اور وہ خود اور ان کے ادراکات باقی و مستمر و بحال و نامتغیر ہیں) بعد فراق بھی بدستور ادراک اصوات و کلام کرتے ہیں۔

اور ان مشائخ و شراح اہلسنت و خلاح رحمہم اللہ تعالیٰ کا بیان کہ مردے نہیں

سنتے بیشک صحیح ہے اور کیوں نہ صحیح ہو کہ وہ اہل فقاہت ہیں ان کا فضل و کمال ظاہر و باہر ہے اور اس کے معنی یہ کہ جو چیز مر گئی یعنے بدن کہ حقیقۃً وہی مردہ ہے سمع سے معزول ہے آلیست و توسط و تادیہ صور کے لائق نہیں دونوں کلام صراحۃً بیچ ہیں اور آپس میں نہ اصلا مخالفت نہ کوئی حرف مفید مخالفت۔

بحمد اللہ تعالیٰ اس معنی نفیس کا بروجہ احتمال ہی بیان کرنا ہمیں بس تھا مخالف عبارات علماء سے مستدل اور ان کے منکر سماع ہونے کا مدعی ہے اور احتمال قاطع استدلال پھر سند کے لیے نظر انصاف میں متعدد دلیلیں[۱] موجود مثلاً:۔

دلیل اول:۔ جب ائمہ دین و علمائے معتمدین سے ہزار در ہزار تصریحیں سماع موتی کے باب میں موجود اور بتصریح علماء حتی الامکان کلمات ائمہ میں توفیق و تطبیق محمود و مقصود اور بے ضرورت داعیہ ابقائے خلاف و نزاع جس کے باعث نخواہی نخواہی ایک گروہ ائمہ کا کلام غلط و باطل ٹھہرے مطرود و مردود اور یہ توفیق کہ بتوفیق الٰہی ہم نے ذکر کی واضح و صریح اور تخالف مفقود تو لاجرم اسی کی طرف مصیر لازم اور راہ خلاف بند و مسدود۔

دلیل ۲:۔ خلاف و تطبیق درکنار ثقات علماء اثبات سماع موتی پر اجماع اہلسنت نقل فرما چکے کیا معاذ اللہ انہیں جزاف و کذب کی طرف نسبت کر سکتے ہیں یا اکثر مشایخ حنفیہ عیاذاً باللہ ایسے بے مقدار و ناقابل شمار کہ ان کے خلاف کو لاشئے ٹھہرا کر علماء ادعائے اجماع رکھتے ہیں لاجرم سبیل یہی ہے کہ باہم خلاف ہی نہیں اجماع نسبت ارواح ہے اور قول مشایخ نسبت اشباح۔

دلیل ۳:۔ جب احادیث کثیرہ وافرہ صریحہ متواترہ سماع موتی پر بے تخصیص و تقیید وقت ایسی ناطق جن میں ذی انصاف و دین کو مجال تاویل و تبدیل نہیں

---

[۱] کہ یقالون مناظرہ شواید نقص تفصیلی بین کما لا یخفے ۱۲ منہ۔

تو کیا مقتضائے حق شناسی حضرات مشائخ ہے کہ اپنی بات بنانے کے لیے خواہ مخواہ ان کا کلام مخالف احادیث سیدالانام علیہ وعلی آلہ الصلاۃ والسلام ٹھہرائیے اور وہ بھی کس سخت جرأت کے ساتھ کہ خاص اخبار متعلقہ بغیب و برزخ کا مقام اور خود ارشادات صریحہ نبی لاریب امین الغیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف کلام وان ھذا الا بلاء لا یحتمل دعناء لا یرام۔

رہا مہابی فتوح رفیہ خواہ مانتہ مسائل صاحب تفہیم المسائل کا تعصب کہ :۔

"آنچہ از ملا علی قاری و شیخ عبدالحق آوردہ ہمہ ہا از شرح صدور نقل میکنند و مایۂ تصانیف شیخ جلال الدین سیوطی کتب احادیث طبقہ رابعہ است و ایں احادیث قابل اعتماد نیستند"

اقول اولاً :۔ شدت تعصب نے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث جلیلہ کو شاید دیکھنے نہ دیا یا ان پر بھی طبقۂ رابعہ کا حکم ہو گیا۔ کیا علی قاری و شیخ محقق نے ان سے استناد نہ کیا یا آپ نے ان کے کاموں کا جواب دے لیا شرم شرم۔ ہاں مجیبی کو سہو ہمہ اجواب کیوں نہ دیا وہ دیا کہ عقل و حیا و دیانت سب کو جواب دیا آخر کلام میں اسے بھی سن لیجیے۔

ثانیاً :۔ یہاں ان کے علاوہ اور حدیثیں بھی تھیں کہ ائمۂ فن نے جن کی تصحیحیں کیں زیادہ علم نہ تھا تو اپنے خصم ہی کا کلام دیکھا ہوتا۔ مولانا علی قاری کی عبارت نقل کی تھی :۔

ھذہ المسائل وما ذکرھا السیوطی فی کتابہ شرح الصدور فی احوال القبور بالاخبار الصحیحۃ والآثار الصریحۃ۔

یعنی یہ سب مسائل امام سیوطی نے شرح الصدور میں صحیح حدیثوں صریح روایتوں سے بیان کیے شیخ محقق کی عبارت منقول تھی۔

"بالجملہ کتاب و سنت مملو و مشحون اند باخبار و آثار کہ دلالت میکند بہ وجود علم مر موتی را بدنیا و اہل آن پس منکر نشود آنرا مگر جاہل

باخبار د منکر دین۔"

ثالثاً:۔ کیا مولانا قاری و شیخ محقق نے احادیث سلام و حدیث ترمذی عن ام المومنین دربارۂ خطاب بہ میت وغیرہا سے استدلال نہ کیا تھا یا یہ سب بھی طبقۂ رابعہ میں داخل اور ان پر اعتماد مردود و باطل۔

رابعاً:۔ کتب سیوطی میں جو کچھ ہے کیا سب طبقۂ رابعہ سے ہوتا ہے یا یہاں خاص ایسا ہے اور جب دونوں باتیں بداہتہً باطل تو طبقۂ رابعہ کا ذکر مہمل و لاطائل۔

خامساً:۔ احادیث طبقۂ رابعہ جس طرح تصانیف امام ممدوح میں مذکور ہوئی ہیں یونہی عامۂ ائمہ کی تالیفات میں اور خود بہ بلکہ ان سے نازل تر کی احادیث و روایات حجۃ اللہ البالغہ و قرۃ العینہ میں و ازالۃ الخفاء و تفسیر عزیزی و تحفہ اثنا عشریہ وغیرہا تصانیف ہر دو شاہ صاحب میں کہ یہی اس تقسیم طبقات کے موجد و قائل ہیں تو وہ تو دہ بھرے ہیں۔

سادساً:۔ لطف یہ کہ خود انہیں شاہ عبدالعزیز صاحب نے خود اسی مسئلہ سماع موتی میں خود انہیں احادیث سے استناد کیا اسی شرح الصدور شریف کا حوالہ دیا کہ:۔

"تفصیل آں دفتر طویل میخواہد در کتاب شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور کہ تصنیف شیخ جلال الدین سیوطی ست و دیگر کتب حدیث باید دید۔"

تفسیر عزیزی پ الانشقاق

سابعاً:۔ یہ سب تمہارے فہم کے لائق کلام تھا اگر طبقات کے بارے میں تحقیق حق ناصع درکار ہو تو فقیر کا رسالہ مدارج[۱۳] طبقات الحدیث[۱۴] دیکھئے کہ بعونہٖ تعالیٰ آنکھیں کھلیں اور حق کے دریا لہراتے ملیں۔

مکابرۂ قنوجی اب وہ جواب سنیئے جو ملا تفہیمی صاحب نے صحیح حدیثوں اور ائمہ علما کی تمام تحقیقوں کا دو حرف میں دے دیا یہی شگوفۂ طبقۂ رابعہ چھوڑ کر

فرماتے ہیں:۔

"علاوہ بریں از تفسیر ابن عباس کہ شیخ جلال الدین سیوطی ذکر آن در در منشور کردہ صریح عدم سماع موتی مستفاد ست۔"

پھر وہ تفسیر بحوالہ ابو سہل سدی بن سہل[1] الجنید النیشاپوری بطریق عبد القدوس عن ابی صالح عن ابن عباس یہ نقل کی کہ جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قلیب بدر پر ان کافروں کی لاشوں سے کلام کیا اور فرمایا تم کچھ ان سے زیادہ نہیں سنتے فانزل اللہ تعالیٰ انک لا تسمع الموتی وما انت بمسمع من فی القبور۔

اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیتیں اتاریں پھر خود اس روایت کی نسبت کہا:۔

"نص است برآنکہ موتی را سماع نیست۔"

اقول:۔ اولاً:۔ صحاح جلیلہ مشہورہ بخاری و مسلم کے مقابل ایسی شواذ غریبہ و نوادر مجہولۃ الحجۃ اٹھائے حاملہ ذکر کرتے شرم نہ آئی اور ایک کتاب میں رطب و یابس منثور ومردود جو ملے محض جمع کر دینا مقصود ہو دوسری جگہ استدلال و تفریع و تحقیق و تنقیح موجود ہو ان میں فرق کی تمیز بنائی۔

ثانیاً:۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو مؤکد بقسم کرکے فرمائیں:۔

والذی نفس محمد	قسم ہے اس کی جس کے دست قدرت
بیدہ ما انتم باسمع	میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان
لما اقول منہم۔	پاک ہے میں جو فرما رہا ہوں اسے تم
	ان سے کچھ زیادہ نہیں سنتے۔

اور تم ان آیتوں کو اس کے خلاف پر اترنا مانے کیا معاذ اللہ قرآن عظیم اپنے رسول کی قسم کی تکذیب کے لیے اترا ایسا لکھتے اللہ و رسول سے کچھ حیا نہ آئی۔ ام المومنین

[1] در نسخہ مطبوعہ تفہیم المسائل ہمچنیں است و صحیح الجنید نیشاپوری است فلتنبیہ ۱۲ منہ۔

نے جب حدیث کو مخالف آیت گمان کیا راوی کی طرف وہم وسہو نسبت فرمایا تو نے قواس ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوں فرمانا اور قرآن عظیم کا معاذاللہ اس خبر کی تغلیط میں آ جانا مانا۔

ثالثاً:۔ لطف یہ کہ یہ آیتیں تین سورتوں میں واقع ہوئیں نمل، ملئکہ، روم تینوں مکیہ ہیں کہ قبل ہجرت نازل ہوئیں اور واقعہ بدر ہجرت کے بعد ہے کیا آیتیں پیشگی اتر آئی تھیں علما نے ان آیات کو نہ مستثنیات من المکیات میں شمار فرمایا نہ مستثنیات فی النزول میں۔

رابعاً:۔ سیاق وسیاق آیات دیکھیے صراحۃً کلام کفار احیا میں ہے کہ سخن حق نہیں سنتے نہیں مانتے نہ کافروں کی لاشوں میں۔ سورۂ روم میں فرمایا ہے:۔

ولئن ارسلنا ریحا فراوہ مصفرا لظلوا من بعدہ یکفرون فانک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین وما انت بھادی العمی عن ضللتھم ان تسمع الا من یؤمن بایتنا فھم مسلمون

بعینہ اسی طرح انک لا تسمع سے آخر تک سورۂ نمل میں ہے۔

سورۂ فاطر میں فرمایا:۔

انما تنذر الذین یخشون ربھم بالغیب واقاموا الصلوۃ و من تزکی فانما یتزکی لنفسہ والی اللہ المصیر وما یستوی الاعمی والبصیر ولا الظلمت ولا النور ولا الظل ولا الحرور وما یستوی الاحیاء والاموات ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور ان انت الا نذیر۔

ایمان سے کہنا ان آیتوں میں یہی بیان ہے کہ کافروں کی لاشوں پہ کیوں پکار رہے ہو وہ مرنے کے بعد کیا سنیں گے۔

خامساً:۔ قطع نظر اس سے کہ اگر اس واقعہ میں اس افادے کے لیے یہ کلام پاک اترتا تو فاطر والی آیت یا نمل وروم میں کی ایک کافی تھی انک لا تسمع جدا اور

ما انت بمسمع الگ اترنے کی کیا حاجت تھی نمل وروم کی دونوں آیتیں تو حرف بحرف ایک ہی ہیں صرف زیادت فا کا فرق ہے اس کے کیا معنے تھے کہ جبریل اس واقعہ پر انکار کے لیے ایک بار انک لا تسمع آخر تک سناتے پھر اسی وقت فانک لا تسمع آخر تک سناتے لاجرم ان میں کی ایک کسی دلیل سے اپنے محل سورت سے جدا نہیں ہو سکتی اور جب مکہ معظمہ میں پیش ہجرت انکار اتر چکا تھا تو اب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس پر بقسم اصرار کیا احتمال رکھتا تھا۔

سادسًا:۔ ظاہر حس وعقل بالبداہتہ جسم میت کے معطل وبے حس ہونے پر شاہد ہے اگر کسی وقت اس کا مدرک ہونا ثابت ہو تو یہ قطعًا امور غیبیہ سے ہے اب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قسم کھا کر اس غیب پر حکم فرمانا پھر قرآن عظیم کا معاذ اللہ اس کے خلاف پر آنا دو صورتوں کے سوا ممکن نہیں یا تو والعیاذ باللہ حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے رجما بالغیب کلام فرمادیا اپنی طرف سے غیب پر حکم لگا دیا تھا یا یوں کہ اول اسی طرف سے خبر غیب معاذ اللہ خلاف واقع آئی۔ پھر اس کارد اترا تمہارا ایمان ان دونوں میں سے جسے قبول کرے مانو۔

سابعًا:۔ اگر بفرض غلط یہ روایت غریبہ خاملہ صحیح بھی ہو تو قطعًا یقینًا حتمًا جزمًا آیات مذکورہ آیت کریمہ فلو تقتلوھو ولکن اللہ قتلھو ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمٰی کے باب سے ہیں جن میں معاذ اللہ ہر گز اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی قسم پر رد وانکار نہیں بلکہ یوں ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جو اجسام مردہ تمہارا کلام سن رہے ہیں یہ تم نے انہیں نہ سنایا بلکہ خدا نے سنایا ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور یہ اسی کی قدرت سے ہوا کہ ان خالی بدنوں میں روح نے عود کیا جس کے آتے ہی گئے ہوئے ہوش وحواس بدن کے پھر درست ہو گئے۔

اب یہ روایت بھی ہماری دلیل ہے اور تفہیمی ملا کے فہم خوار و ذلیل والحمد

لله الهادی الی سواء السبیل خیر بات دور پہنچی اور اب صاحب تفہیم داخل من فی القبور تو سماع قبول سے قطعاً مہجور لہذا اصل سخن کی جانب عنان گردانی کیجئے۔ کلام مشائخ دربارۂ اجسام موتی ہونے پر شواہد واسانیدہ میں یہ تین امور بالائی کافی ووافی تھے مگر خود نفس مسئلہ میں انہیں علماء کرام کے کلام و دیگر ابحاث مقام اور ان کے رد واحکام ونقض وایرام یکزبان اس معنے پر شہود عدول تو قبول واجب اور عدول مخذول۔ مثلاً

دلیل ۴:۔ بحث دیکھیے کاہے کی ہے ایمان کی اور باجماع حنفیہ وتصریحات علمائے مذکورین وغیرہم ان کا بنے عرف اور عرف معہ میں انسان وزید وآن وتو سب کا مورد بدن تو قسم اسی پر صادق اور یہ تمام داوری وچالشگری اسی سے متعلق۔

دلیل ۵:۔ پر ظاہر کہ اول تا آخر ان کا کلام موت میں ہے اور میت مطلقاً نہیں مگر بدن خود اسی کافی شرح وافی میں اسی بحث ایمان میں فرمایا:۔

الروح لا یموت لکنہ زال عن قالب فلان واللہ تعالیٰ قادر علی اعادتہ

یعنی روح میت نہیں وہ تو صرف بدن سے جدا ہو گئی ہے اور اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ اسے دوبارہ بدن میں لے آئے۔

دلیل ۶:۔ ساتھ ہی دلائل میں صاف تصریح فرماتے ہیں کہ جس میت میں ان کا کلام ہے وہ وہی ہے جسے ادراک نہیں جسے فہم نہیں جسے درد نہیں پہنچتا جو بے حس ہے کتب خمسۂ مستندۂ ماتہ مسائل میں ہے:۔

والالمنظ للدرر الکلام لانہام فلا یتحقق فی المیت۔

فتح القدیر میں ہے:۔

والموت ینافیہ۔

اسی مستخلص الحقائق میں بہ تبعیت ہدایہ ہے:۔

من قال ان ضربتک فعبدی حر فھو علی الضرب فی الحیاۃ

فلو مات ثم ضرب لا یحنث لان الضرب اسم لفعل مولم یتصل بالبدن والایلام لا یتحقق فی المیت۔

اسی فتح القدیر میں ہے:۔

لا یتحقق فی المیت لانہ لا یحس۔

اسی مأتہ مسائل میں عینی شرح کنز سے ہے:۔

الضرب ایقاع الالم وبعد الموت لا یتصور۔

تو قطعاً ثابت وہ بدن ہی میں کلام کر رہے ہیں کہ وہی[علٰی] ایسا میت ہے جسے نہ حس رہتا ہے نہ ادراک بخلاف روح کہ اس کے ادراکات قطعاً باقی ہیں خود یہی امام نسفی عمدۃ الکلام میں فرما چکے: الروح لا یتغیر بالموت۔

دلیل ۷:۔ پھر جب اس تقریر پر شبہہ وارد ہوا کہ جب حس نہیں ادراک نہیں تألم نہیں تو عذاب قبر کیسا تو ان سب حضرات نے یہی جواب دیا کہ معاذ اللہ جس پر عذاب کرنا ہوتا ہے اسے قبر میں ایک گونہ حیات دی جاتی ہے جس سے الم پہنچنے کے قابل ہو جاتا ہے اسی مأتہ مسائل میں عینی سے بعد عبارت مذکور ہے:۔

ومن یعذب فی القبر یوضع فیہ الحیاۃ علی الصحیح۔

اسی میں کافی[لہ] سے ہے:۔

لہ لطیفہ مأتہ مسائل میں یہ کافی کی یہ عبارت اسی طرح نقل کی جس سے وہم ہو کہ جمہور علماء کے نزدیک قبر میں بدن کی طرف عود حیات صرف ایک خفیف طور پر ہوتا ہے حیات کاملہ ملنا قول بعض و مرجوع ہے کہ اسے عامہ کی طرف نسبت کر کے اسے بلفظ قیل نقل کیا حالانکہ فقیر کے نسخہ کافی میں جمہور کے نزدیک اعادۂ حیات اور اس کی دلیل لکھ کر انہیں سے وہ دونوں قول حیات خفیفہ و حیات کاملہ سے یکساں طور پر نقل کیے کہ ثم اختلفوا فقیل توضع فیہ الحیاۃ بقدر ما یتألم لا الحیاۃ المطلقۃ وقیل توضع فیہ الحیاۃ من کل وجہ اھ۔

بعینہٖ اسی طرح علامہ عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا ملیتنبہ ۱۲ منہ۔

عند العامة یوضع فیہ الحیاۃ بقدر ما یتالم لا الحیاۃ المطلقۃ هو قیل یوضع فی الحیاۃ من کل وجہ

مستخلص میں بعد عبارت مسطورہ ہے:۔

وعذاب القبر یوضع حیاۃ جدیدۃ فیہ وعلی ھذا عامۃ العلماء خلافا لابی الحسن الصالحی[1] لان عندہ یعذب المیت من غیر حیاۃ

اور بالیقین یہ شان بدن ہی کی ہے کہ اسے موت عارض ہوتی اور اس کا حس وادراک باطل کرتی پھر معاذ اللہ تعذیب کے لیے ایک گونہ حیات دی جاتی ہے اور وہ بھی کاملہ نہیں ہوتی بخلاف روح کہ اس کی حیات مستمرہ ہے۔ امام ابن الہمام نے اس مضمون کو خوب صاف فرمادیا بعد عبارت مذکورہ لکھتے ہیں:۔

لانہ لا یحس ولذا کان الحق ان المیت المعذب فی قبرہ توضع فیہ الحیاۃ بقدر ما یحس الالم حتی لو کان متفرق الاجزاء بحیث لا یتمیز الاجزاء بل ھی مختلطۃ بالتراب فعذب جعلت الحیاۃ فی تلک الاجزاء التی لا یاخذھا البصر وان اللہ علی ذالک لقدیر الخ وقد تقدم تاما فی المقدمۃ الثالثۃ۔

اب ذرا آنکھ کھول کر دیکھیے وہ کسے میت کہہ رہے تھے کس کی طرح اعادۂ حیات بقدر احساس الم، مانا کس کے اجزا اتنے باریک ہو گئے کہ نظر کام نہیں کرتی ہاں وہ کیا ہے جس کے اجزا مٹی میں مل گئے کیا وہ روح پاک ہے، حاشا یہی بدن تودۂ خاک ہے تو آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ اسی مردۂ حقیقی میں علماء کا کلام ہے اسی کی نسبت انکار سماع وافہام ہے وللہ الحجۃ السامیۃ

دلیل ۸:۔ انہیں کتب میں کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور سے استدلال کیا اور یہ ظاہر کہ من فی القبر نہیں مگر بدن۔

---

[1] رجل من المعتزلۃ الیہ تنسب الفرقۃ الصالحیۃ ۱۲ منہ۔

خود صاحب تفہیم المسائل نے اسی بحث میں براہ بد قسمتی خود انہیں امام عینی شارح کنز کی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری سے نقل کیا:۔

فان قلت بعد فراغ الملکین	یعنی بعد سوال نکیرین سعید کی روح جنت
من السؤال ایکون قلت ان کان	میں رہتی ہے اور شقی کی سجین میں ساتویں
سعیدا فروحہ فی الجنۃ وان کان شقیا	زمین کی ایک چٹان پر۔
ففی سجین علی صخرۃ فی الارض السابعۃ	

تو قبر میں نہیں مگر بدن۔ اسی سے آیت نفی اسماع فرماتے ہیں اور اسی سے یہ علما نفی سماع۔

دلیل ۹:۔ نیز یہ سب علماء قول ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دلیل لائے اور ان شاء اللہ القریب المجیب عنقریب روشن ہوتا ہے کہ ام المومنین صرف سماع جسمانی کی منکر ہیں اور ادراک روحانی کی مثبت و مقر۔

دلیل ۱۰۔ انہیں کتب میں اسی مبحث میں مسائل دو قسم کے ذکر فرمائے ایک متقید بحیات دوسرے شامل حیات و ممات فرماتے ہیں اگر قسم کھائی کہ اگر تجھے ماروں یا تجھ سے بولوں یا عورت سے کہا اگر تجھ سے صحبت کروں یا تیرا بوسہ لوں تو یہ قسمیں اس مخاطب مرد و زن کی زندگی پر مقتصر رہیں گی اور اگر قسم کھائی کہ اگر تجھے نہلاؤں یا اٹھاؤں یا چھوڑں یا بٹھاؤں تو موت و حیات دونوں کو شامل ہوں گی یہاں تک کہ اگر وہ شخص مرگیا اور اس نے اسے غسل میت دیا اس کا جنازہ اٹھایا اسے ہاتھ لگایا کفن پہنایا تو حانث ہوگا۔

کافی میں عبارت منقولہ ائمہ مسائل کے چند سطر بعد ہے:۔

بخلاف ان غسلتک او حملتک او مسستک او البستک فانہ لا تتقید بالحیاۃ لان الغسل یراد بہ التنظیف والتطہیر وذا یتحقق فی المیت الا تری انہ یجب غسل المیت تطہیرا لہ نکیف ینافیہ ولو صلی علی المیت قبل

الغسل لم یجز و بعدہ یجوز ومن صلی حاصل میت لم یغسل لم یجز ولو کان غسیلا جاز والحمل یتحقق بعد الموت قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من حمل میتا فلیتوضأ والمس للتحظیوا والشفقۃ فیتحقق بعد الموت والا لباس للتعیلۃ والمیت محل لها۔

دیکھیے وہی کاف ہے وہی خطاب ہے اگر اس سے بدن مراد نہ ہوتا تو ان حلفوں میں واجب تھا کہ کبھی حانث نہ ہو کہ مسائل قسم ثانی مطلقاً وہی ہوں گے جنہیں محض بدن سے تعلق ہے جب بدن مقصود نہیں تو اسے نہلانا اٹھانا چھونا پہنانا کیوں موجب حنث ہونے لگا اور ایک اسی قسم پر کیا ہے قسم اول میں ضرب وجماع و بوسہ کیا غیر بدن سے متعلق ہیں نسق واحد کے ذکر کیے ہوئے تمام مسائل میں بدن مراد لینا اور صرف کو اس سے الگ کر دینا کس قدر دور از کار ہے کاف خطاب سے جو ان سب میں مراد ہے وہی کلمتک میں تو لاجرم یقیناً قطعاً یہ سب خطاب محاورہ عرف حلف سب متعلق بدن ہی ہیں اور فارق وہی جلیل و جمیل جو بتوفیق اللہ تعالیٰ ہم نے ذکر کیا کہ ضرب میں درد کلام میں فہم بوسے میں لذت جماع میں قضائے شہوت درکار ہے اور یہ امور بدن کے ان صفات پر مقصود کہ بہ تبعیت روح اسے حاصل ہوتی ہیں لہذا بعد موت جسم خالی انہیں کافی نہیں بخلاف غسل وحمل ومس والباس کہ صرف صفات اصلیۂ بدن کے طالب ہیں تو ان میں حیات وموت یکساں۔

دلیل ۱۱۔ ان ائمۂ کرام و علمائے اعلام کا یہ کلام ارواح موتی پر حمل کرنا صراحۃً باطل و توجیہ القول بمالا یرضی بہ القائل ہے ان کے کلمات عالیات بہزار زبان اس سے تحاشی فرما رہے ہیں شواہد سنیے:۔

شاہد (۱):۔ امام اجل ابو البرکات نسفی قدس سرہ کا ارشاد اسی کافی شرح وافی سے ابھی گزرا کہ روحیں نہیں مرتیں۔

(۲) خود عقائد کی کتاب میں ارشاد فرمایا کہ روح میں مرگ سے کچھ تغیر نہیں

آنا کیا وہ اسی روح کو کہیں گے کہ مرگئی فہم و ادراک کے قابل نہ رہی یہ کچھ ہوا اور تغیر نہ آیا واے جہالت ۔

شاہد (۳۳) یہی امام ابن الہمام اور ایک یہی کیا تمام علمائے اعلام زیارت قبور میں اموات پر سلام اور ان سے خطاب و کلام تسلیم فرماتے اور اسے سنت بتاتے ہیں فتح القدیر میں ہے :۔

یکرہ النوم عند القبر و قضاء الحاجۃ بل اولیٰ و کل مالم یعہد من السنۃ والمعہود منہا لیس الا زیارتہا والدعاء عندہا قائما کما کان یفعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الخروج الی البقیع ویقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اسأل اللہ لی ولکم العافیۃ ۔

فصل یازدہم میں گزرا کہ یہ سلام و کلام ضرور دلیل سماع وافہام ہیں مگر یہ اکابر اعلام معاذ اللہ اتنی تمیز نہ رکھتے تھے کہ اینٹوں پتھروں سے سلام و کلام کیا معنے ۔

شاہد (۳۴) :۔ یونہی جس نے زیارت حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ذکر کی بالاتفاق ان سے علاوہ سلام خطاب و کلام تعلیم بھی کیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ مواجہہ اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اتنا ہٹے کہ صدیق کے مواجہے میں آجائے اس وقت ان سے یوں گزارش کرے اگر معاذ اللہ یہ سلام و کلام محض از قبیل اے باد صبا اینمہ آوردۂ تست تھا تو ہٹ ہٹ کر مواجہوں میں آنے کی کیا حاجت تھی ۔ ہٹ دھرم بے انصاف کی کہتے نہیں مگر ذی عقل منصف تو قطعاً ان تعلیمات سے یہی سمجھتا ہے کہ یہ سلام و کلام ضرور حقیقی ہے اور مواجہے سے مقصود پیش نظر آنا اسی فتح القدیر میں ہے :۔

ثم یتأخر عن یمینہ قدر ذراع فیسلم علی ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فان راسہ حیال منکب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیقول السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم و ثانیہ فی الغار ابا بکر الصدیق جزاک اللہ عزامۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیرا ثم یتاخر کذالک قدر ذراع فیسلم علی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لان راسہ من الصدیق کراس الصدیق من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیقول السلام علیک یا امیر المؤمنین عمر الفاروق والذی اعز اللہ بہ الاسلام جزاک اللہ من امۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیرا

شاہد(۵):۔ چلیے کہاں کو انہیں امام ابن الہمام کا وہ ارشاد ہدایت بنیاد جگر شگاف تو ہب والحاد سنیئے کہ سارے انکاری مذہب پر مردنی چھا جائے اموات کو پتھر سمجھنے پر من ۔۔۔ ل ۔ کا پتھر اڑ آئے ۔

اسی فتح القدیر کے آخر کتاب الحج میں فرماتے ہیں :۔

یاتی القبر الشریف ویستقبل جدارہ ویستدبر القبلۃ و ما عن ابی اللیث یقف مستقبل القبلۃ مردود بما روی ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی مسندہ عن ابی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال من السنۃ ان تاتی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من قبل القبلۃ و تجعل ظہرک الی القبلۃ و تستقبل القبر بوجہک ثم تقول السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الا ان	یعنی مزار انور حضور اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کو حاضر ہو روضۂ اقدس کی طرف منہ اور قبلے کو پیٹھ کرے اور وہ جو فقیہ ابو اللیث سے نقل کیا گیا کہ قبلہ رو کھڑا ہو مردود ہے اس حدیث سے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مسند میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ سنت یوں ہے کہ مزار اقدس کے حضور قبلہ کی طرف سے آئے قبلے کو پشت اور قبر انور کی طرف منہ کرے پھر عرض رسا ہو سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں

يحمل على نوع ما من الاستقبال
وذلك انه صلى الله تعالى عليه
وسلم في القبر الشريف المكرم على
شقه الايمن مستقبل القبلة
وقالوا في زيارة المقبور مطلقا
الاولى ان ياتي الزائر من قبل
رجل المتوفى لا من قبل راسه
فانه اتعب لبصر الميت بخلاف
الاول لانه يكون مقابل بصره
لان بصره ناظر الى جهة قدميه
اذا كان على جنبه فعلى هذا
تكون القبلة عن يسار الواقف
من جهة قدميه صلى الله تعالى
عليه وسلم بخلاف ما اذا كان
من وجهه الكريم فاذا اكثر
الاستقبال اليه صلى الله تعالى عليه وسلم
لا كل الاستقبال يكون استدباره القبلة
اكثر من اخذه الى جهتها فيصدق
الاستدبار نوع من الاستقبال الخ

ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ایک گونہ قبلے کی طرف
ہونا مراد لیں اس لیے کہ حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر منور میں داہنی
کروٹ پر قبلہ رو تشریف فرما ہیں اور
علمائے کرام نے عام قبروں کی زیارت میں
حکم دیا ہے کہ زائر کو چاہیے میت کی
پائنتی کی طرف سے آئے نہ سرہانے کی
جانب سے کہ اس میں مردے کی نگاہ کو
تکلیف ہوتی ہے بخلاف پہلی صورت
کے کہ یوں آنے والا میت کی نگاہ کے
سامنے ہوگا اس لیے کہ میت جب کروٹ
سے ہو تو اس کی نظر اپنے پاؤں کی طرف
ہے تو اس تقدیر پر جب یہ حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کی طرف
سے حاضر ہوگا قبلہ اس کے بائیں ہاتھ
کو رہے گا زیادہ رخ جانب قبر انور
ہوگا اور ایک گوشہ جانب قبلہ تو پشت
بقبلہ بھی ہوا اور گونہ قبلہ کی طرف جھکا
ہونا بھی صادق آیا۔

اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ایمان سے کہنا یہی وہ علما ہیں جو میت کو پتھر بے حس بے ادراک بنا رہے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پھر امام ممدوح یہ صرف اپنا ارشاد نہیں فرماتے بلکہ ہمارے علمائے کرام سے نقل فرما رہے ہیں خدا کی شان یہی وہ مشایخ حنفیہ ہیں کہ سماع روح کا انکار جن کے

سربلند کیے اللہ تعالیٰ توفیق انصاف بخشے آمین۔

شاہد (۶)۔ یہی امام عینی شارح کنز عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلاۃ باب الاذان بعد ذہاب الوقت میں فرماتے ہیں:۔

الروح جوهر لطيف نورانی مدرك للجزئيات والكليات غنی عن الاغتذاء بری من التحلل والنماء ولهذا يبقی بعد فناء البدن اذ ليست له حاجة الی البدن ومثل هذا الجوهر لا يكون من عالم الغی بل من عالم الملكوت فمن شانه ان يضره خلل البدن و يلتذ بما يلائمه ويتألم بما ينافيه والدليل علی ذالك قوله تعالی ولا تحسبن الذين قتلوا فی سبيل الله امواتا بل احياء عند ربهم الاية وقوله صلی الله تعالی عليه وسلم اذا وضع الميت علی نعشه رفرف روحه فوق نعشه ويقول يا اهلی ويا ولدی۔

روح ایک جوہر لطیف نورانی ہے کہ علم و سمع و بصر وغیرہا تمام ادراکات رکھتی ہے کھانے پینے سے بے نیاز گھلنے بڑھنے سے بری ہے اسی لیے فنائے بدن کے بعد باقی رہتی ہے کہ اسے بدن کی طرف اصلا احتیاج نہیں ایسا جوہر عالم آب و گل سے نہیں ہوتا بلکہ عالم ملکوت سے تو اس کی شان یہ ہے کہ بدن کا خلل پذیر ہونا اسے کچھ نقصان نہ پہنچائے جو بات موافق ہو اس سے لذت پائے جو مخالف ہو اس سے درد پہنچے اور اس پر دلیل اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ جو راہ خدا میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ جانو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کہ جب مردہ نعش پر رکھا جاتا ہے اس کی روح بالائے نعش پر افشاں رہتی ہے اور کہتی ہے اے میرے گھر والو اے میرے بچو۔

للہ انصاف اگر روح بعد موت معطل اور اس کا فہم و ادراک مختل ہو تو یہ کیونکر صحیح ہوتا کہ اسے بدن کی حاجت نہیں خلل بدن سے کچھ مضرت نہیں بھلا روح تو بیکار و جماد ہوئی یہ رب کے پاس زندہ کون ہے یہ نعش پر جلوہ افگن و نور زن کون ہے۔

(۷) یہی امام محمود اسی عمدہ میں اس حدیث کے نیچے کہ میت کو اپنے اہل کے رونے سے عذاب ہوتا ہے امام اجل ابوزکریا نووی سے نقل فرماتے ہیں:۔

حکی عن طائفۃ ان معناہ	یعنی امام ممدوح نے ایک جماعت علماء
انہ یعذب بسماع بکاء اہلہ	سے نقل فرمایا کہ معنی حدیث یہ ہیں کہ
علیہ ویرق لہم قال وإلی	لوگ جو مردے پر روتے ہیں مردے کو
ھذا ذھب محمد بن	ان کا رونا سن کر صدمہ ہوتا اور ان کے
جریر الطبری وغیرہ	لیے اس کا دل کڑھتا ہے امام نے فرمایا
قال القاضی عیاض	محمد بن جریر طبری وغیرہا اسی طرف گئے
وھو اولی الاقوال واحتجوا	امام قاضی عیاض نے فرمایا یہ سب قولوں
بحدیث فیہ ان النبی	سے بہتر ہے اور اس پر ایک حدیث سے
صلی اللہ تعالٰی علیہ	دلیل لائے کہ ایک بی بی اپنے بیٹے پر
وسلم زجر امرأۃ من	رو رہی تھی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
البکاء علی ابنہا وقال	نے انہیں منع کیا اور فرمایا جب تم میں
ان احدکم اذا بکی استعبر لہ	کوئی روتا ہے تو اس کے رونے پر مردے
صویحبہ فیا عباد اللہ لا	کے بھی آنسو نکل آتے ہیں تو اے خدا
تعذبوا اخوانکم۔	کے بندو اپنے بھائیوں کو تکلیف نہ دو۔

یہ تو ان ائمہ سے نقل تھی اور اس سے پہلے خود امام عینی فرما چکے ہیں:۔

اما تصور البکاء من المیت	یعنی میت کا رونا متصور ہے کہ ایک
وقد ورد فی حدیث ان	حدیث میں آیا ہے نبی صلی اللہ تعالٰی
النبی صلی اللہ تعالٰی	علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی

علیہ وسلم قال ان احدکم اذابکی استعبر لہ صویحبہ الموت بحیم المیت۔ | روتا ہے تو اس کا ساتھی وہ مردہ بھی رونے لگتا ہے۔

لشد انصاف یہی علماء ہیں جو ارواح موتی کے سماع وفہم سے انکار رکھتے ہیں۔

فائدہ:۔ یہ بی بی حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں اور یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ وزرقانی نے ان سے روایت کی وہ خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھیں اپنے ایک بیٹے کو یاد کر کے روئیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا طریقہ ہے کہ دنیا میں زندگی تک تو اپنے ساتھی سے اچھا سلوک کرو اور مرے پیچھے ایذا دو۔

فوالذی نفس محمد بیدہ ان احدکم لیبکی فیستعبر لہ صویحبہ فیا عباد اللہ لا تعذبوا موتاکم۔ | قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان پاک ہے کہ تمہارے رونے پر تمہارا مردہ رونے لگتا ہے تو اے خدا کے بندو اپنی اموات کو عذاب نہ کرو۔

شاہد (۸)۔ علامہ شرنبلالی نے غنیۃ ذوی الاحکام میں قول درالایلام لا یتحقق فی المیت وکذا الکلام لان المقصود منہ الافہام والموت ینافیہ پر تقریر کی اور خود فرمایا الاصل فیہ ان کل فعل یلذ ویولم ویغم ویسر یقع علی الحیاۃ دون الممات اور قول ۳۲ میں ان کا ارشاد بحوالہ حضرت استاذ سن چکے کہ مردوں کو جوتوں کی پہچل سے اذیت ہوتی ہے۔

(۹) قول ۱۵ دیکھو کہ گھاس اور پیڑ کی تسبیح سے مردے کا جی بہلتا ہے۔

تنبیہ:۔ فتاوی قاضیخاں وامداد الفتاح ومراقی الفلاح علامہ شرنبلالی وغیرہا میں مقبروں سے درخت وگیاہ سبز کاٹنے کی کراہت پر دلیل مذکور قائم فرمائی اور جس عاقل غیر ماؤف الدماغ کے سامنے ان الفاظ کو بیان کیجئے کہ فلاں کی تسبیح سے فلاں کا جی بہلا اس کا ذہن قطعاً اسی طرف جائے گا کہ اس نے اس کی تسبیح سنی اور اس سے

انس ملا بلا ہت عقل شاہد ہے کہ کسی شے سے انس پانے کو اس پر اطلاع ضرور اور تسبیح جنس کلام سے ہے جس پر اطلاع بطور سماع تو یہ کلام علما صراحۃً سماع موتی کی دلیل صاف ہے بلکہ اس درجہ قوت تو یہ سمع کی جو عامۂ احیا کو حاصل نہیں کما نبہنا علیہ سالفا۔ تو صاحب تفہیم المسائل کا خبط کہ اس کلام کو ہرگز مطلب سے آشنائی نہیں پھر کہنا:۔

"باید دید کہ ایں عبارت را از سماعت موتی چہ مناسبت"

محض نافہمی و جہالت ہے ہاں بحمداللہ تعالیٰ اس تذییل جلیل نے شمس دامس کی طرح روشن کر دیا کہ اس کے مقتدا صاحب مأتہ مسائل کا ان عبارات خمس سے استدلال کرنا اور اس کی تائید میں اس وہابی جدید کا اسی طرح کی اور عبارات نقل کرکے اوراق بھرنا سب مطلب سے ناآشنا اور مورد نزاع سے محض بیگانہ تھا ولله الحمد۔

شاہد ۱۰ تا ۱۲:۔ یونہی سید علامہ ابوالسعود ازہری صاحب فتح اللہ المعین و سید علامہ طحطاوی و سید علامہ شامی محشیان دُر نے دربارۂ یمین وہی تقریرات ذکر کیں اور سب حضرات نے تسبیح گیاہ سے میت کو انس ملنا ذکر فرمایا کما تقدم۔

(۱۳ و ۱۴) سیدین اخیرین نے تصریح فرمائی کہ انسان جو قبر کے پاس ذکر الٰہی کرے اس سے میت کا جی بہلتا ہے دیکھو قول ۴۷ و ۴۹۔

(۱۵ و ۱۶) یونہی دونوں حضرات نے فرمایا کہ مقابر میں پیشاب کرنے سے زندوں کی طرح مردے کو بھی ایذا ہوتی ہے دیکھو قول ۳۸ و ۳۹۔

(۱۷) علامہ طحطاوی نے تقریر فرمائی کہ اموات کو جوتوں کی پہچل سے اذیت ہوتی ہے دیکھو قول ۳۴۔

(۱۸ تا ۲۰) سید علامہ حلبی محشی دُر بھی اس تقریر یمین میں شریک ہیں اور احراق حیوانات بعد ذبح پر دہ شبہہ فرمایا کہ میت کو ایذائے خارج سے درد پہنچنا ثابت ہے سیدین اخیرین نے جواب دیا کہ یہ بنی آدم میں ہے دیکھو تذییل زیر قول ۴۔

(۲۱) قول ۲۷ میں علامہ شامی کا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ نقل فرمانا دیکھو کہ قبر حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور نماز میں بسم اللہ شریف آواز سے نہ پڑھی۔

(۲۲)۔ قول ۴۶ میت کے سرہانے سے نہ آئے کہ اس کی نگاہ کو تکلیف ہوگی پائینتی سے آئے کہ میت کے پیش نظر ہوگا۔

(۲۳) تکمیل جمیل میں علامہ زیادی و داودی و اجہوری سے علامہ شامی کا وہ نقل کرنا دیکھو کہ گمی چیز کے ملنے کے لیے بلندی پر جا کر حضرت سیدی احمد بن علوان کو ندا کرے۔

(۲۴) علامہ طحطاوی نے حاشیۂ مراقی الفلاح میں قبور پر سلام ذکر کرکے فرمایا حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جو شناسا قبر پر گزرتا اور سلام کرتا ہے مردہ اسے پہچانتا اور جواب دیتا ہے۔

حیث قال واخرج ابن عبد البر فی الاستذکار والتمہید باسناد صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من احد یمر بقبر اخیہ المؤمن کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ ورد علیہ السلام۔

(۲۵)۔ انہیں کا قول ۸۲ دیکھو کہ اموات زائروں کا سلام سنتے جواب دیتے ان سے انس پلتے ہیں پھر فرمایا اس میں نہ شہیدوں کی خصوصیت نہ کسی وقت کی قید۔ خدارا انصاف یہ علما سماع روح کے منکر ہوں گے حاش للہ حاش للہ ولکن الوہابیہ قوم یعتدون یہ پچیس شاہد ہیں اور پچیس سو ممکن۔ مگر علما اپنا لکھا خود نہ سمجھتے تھے لاجرم قطعاً یقیناً وہ ارواح موتی کے لیے سمع و بصر و علم و فہم مانتے اور بدن مردہ کو جب تک مردہ رہے ان صفات سے معزول جانتے ہیں یہی بعینہ ہمارا مذہب اور یہی عبارات علماء کا مطلب والحمد للہ رب العالمین۔

دلیل ۱۲:۔ اگر یہ کلام مشایخ کرام روح پر محمول ہو تو وہ اعتراضات قاہرہ وارد ہوں جن سے رہائی ناممکن الحصول ہو مثلاً:۔

اوّلاً:۔ حدیث بہ سے اؤنک اپنیں بارہ احادیث عظیمہ صحیحۂ خفق نعال و قلیب بدر سے ایراد جلیل اور ادعائے تخصیص وقت سوال قبر یا خصوصیت کفار مقتولین بدر باطل و بے دلیل لما سمعت مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:۔

یردہ ان الاختصاص لا یصح الا بدلیل وھو مفقود ھٰھنا بل السوال والجواب ینافیانہ۔

ثانیاً:۔ یہاں خصوصیت سہی اور جو احادیث کثیرہ عموماً و مطلقاً اموات کے علم و سمع و بصر و ادراک و معرفت میں وارد ہیں ان سے کیا جواب ہو گا مرقاۃ میں ہے:۔

مع ان ما ورد من السلام علی الموتی یرد علی التخصیص با دل الحال الا فی

ثالثاً:۔ بہت اچھا جب ابتدائے دفن میں تم خود سماع کے قائل یہاں تک کہ کلام لا یُعقل متکلم لا یَعقل اعنی تفہیم المسائل بھی معرف و قائل حیث قال:۔

"در وقت سوال و جواب ہمہ قائل سماع اند"

تو اس وقت کلام کرنے سے کیوں حنث نہیں ہوتا کہ اب تو سمع و فہم سب کچھ حاصل جس طرح انہیں امام ابن الہمام نے دربارۂ تلقین منکرین پر اعتراض کیا کہ:۔

الا انہ علی ھذا ینبغی التلقین بعد الموت لا نہ یکون حین ارجاع الروح

یہ اعتراضات اس تقدیر باطل یعنی انکار سماع ارواح پر اصل سے اس کلام مشایخ کو باطل و از بیخ کندہ کرتے ہیں بخلاف اس تقدیر حق کے کہ صرف سماع جسم سے انکار مراد ہے اب ان میں اصلاً کچھ وارد نہیں ہوتا۔

فاقول:۔ باللہ التوفیق تقریر کلام مشائخ اعلام یہ ہے کہ بنائے ایمان عرف پر ہے اور خطابات عرفیہ متعلق بدن مگر کلام بے سمع و فہم نامتصور لاجرم بہ قسم حالت حیات پر مقصور اور جسم خالی معزول و مہجور کہ بعد فراق روح بدن مردہ ہے اور اس کے حواس و مشاعر باطل و افسردہ عذاب قبر اگرچہ روح و بدن دونوں

پر ہے مگر اس کے لیے بدن کو ایک نوع حیات تازہ بقدر ادراک الم دی جاتی ہے ورنہ موت تو اس قدر احساس و ادراک کے بھی منافی ہے پھر اس حیات کا استمرار بھی ضرور نہیں احادیث کثیرہ کہ سمع و بصر و فہم و ادراک و معرفت اموات پر ناطق ہیں ضرور صادق ہیں ان میں مراد ارواح موتی ہیں کہ ادراک حقیقۃً روح ہی کا کام ہے اور اسے موت نہیں نہ موت بدن سے اس میں تغیر آئے البتہ احادیث خفق نعال ضرور سمع جسمانی بتاتی ہیں قطع نظر اس سے کہ لفظ میت بدن میں حقیقت ان میں صراحۃً اذا دفن فی قبرہ ارشاد ہوا اور قبر میں رکھا جانا بدن ہی کی شان ہے مگر یہ بھی بوجہ مذکور ہم پر وارد نہیں کہ اس وقت بغرض سوال بدن کی طرف اعادۂ حیات ہوتا ہے تو سماع حی کے لیے ثابت ہوا نہ میت کے اور احادیث قلیب اگرچہ حیات معادہ للسوال سے جدا ہیں کہ اول تو کافر مجاہر سے سوال ہونے میں کلام ہے۔ امام ابو عمر ابن عبد البر نے فرمایا سوال یا مؤمن سے ہوگا یا منافق سے کہ بظاہر مسلمان بنتا تھا بخلاف کافر ظاہر کہ اس سے سوال نہیں۔ امام جلیل جلال سیوطی نے فرمایا:۔

ھو الارجح ولا اقول سواہ اھ نقل فی رد المحتار۔

شرح الصدور میں اس کی تائید کرکے فرماتے ہیں:۔

وفی اٰخر حدیث ابی ھریرۃ عند الطبرانی من قول حماد وابی عمران الفشریر ما یصرح بذلک۔

اور اگر سوال مانیے بھی تو اس کا وقت ابتدائے وضع ودفن ہے یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ناپاک لاشوں سے وہ گندہ کنواں پٹ جانے کے تین دن بعد وہاں تشریف لے جاکر مخاطب ہوئے تھے۔ صحیح مسلم کی روایت حدیث ۴۸ میں گذری اور صحیح بخاری شریف میں ہے:۔

عن ابی طلحۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر یوم بدر باربعۃ وعشرین رجلا من صنادید قریش فقذفوا فی طوی من اطواء بدر خبیث مخبث وکان اذا ظھر علی

ثم اتاهم بالعرصة ثلث ليال فلما كان بعد اليوم الثالث امر براحلته فشد عليها رحلها ثم مشى وتبعه اصحابه وقالوا ما نرى ينطلق الا لبعض حاجته حتى قام على شفة الركي فجعل يناديهم باسمائهم واسماء آبائهم يا فلان بن فلان ويا فلان بن فلان ايسركم انكم اطعتم الله ورسوله فانا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فهل وجدتم ما وعد ربكم حقا قال فقال عمر رضي الله تعالى عنه يا رسول الله ما تكلم من اجساد لا ارواح لها فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم والذي نفس محمد بيده ما انتم باسمع لما اقول منهم قال قتادة احياهم الله حتى اسمعهم قوله توبيخا وتصغيرا ونقمة وحسرة وندامة۔

اور حدیث مذکور نص صریح ہے کہ ان کافروں نے گوش بدن ہی سے سنا کہ امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی حضور کیا کلام فرماتے ہیں، ان بدنوں سے جن میں روح نہیں۔ اسی کے جواب میں ارشاد ہوا کہ خدا کی قسم: تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ تو صاف ثابت ہوا کہ سماع جسمانی ہی واقع ہوا۔ مگر جبکہ روح کا جسم سے فراق یقیناً معلوم اور بے عودِ حیات سماع جسم خالی قطعاً معدوم تو ان کا زدن کے لئے تین دن بعد پھر عود زندگی ماننے سے چارہ نہیں۔ اور ظاہر کہ یہ سر عموماً نہیں ہوتا۔ ناچار بالخصوص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعجاز سے ان طاعنہ کو زیادت حسرت وندامت وعذاب واذیت ہونے کیلئے واقع ہوا کہ روح وبدن دونوں کا اشتراک تنہا روح کے ادراک سے اشد وسخت تر ہے۔

ولہذا قتادہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے اُن کی حسرت وتوبیخ وتذلیل کے لئے اعادۂ حیات فرما کر سنوایا۔ بالجملہ جو احادیث سماعِ جسمانی میں نص ہیں ان میں تخصیصِ وقت یا بعض اموات خود بسبیل واضح ہے۔ اور جو ایسی نہیں وہ اصلاً غیر وارد کہ سماع روح تو آپ ہی خود ثابت وواضح ہے۔ بحمد اللہ یہاں سے روشن ہوا کہ صاحبِ تفہیم المسائل

کا سبطاب ربط کر

ہر چند مبنی ایمان بر عرف است مگر مقصود فقہا از نفی سماع دریں مقام نفی سماع عرفی نہ حقیقی مقصود می بود حاجت جواب دادن از مسئلہ عذاب قبر و توجیہ کردن دیگر وقائع کہ بر سماع موتی دال است نبود۔

فہل ھذا الا توجیہ بما لا یرضی بہ قائلہ محض نافہمی وجہل فاضح ہے۔

فاقول:۔ اولاً یہاں عرفی و حقیقی متغایر نہیں۔ اوپر مقرر واضح ہو چکا کہ یہی ادراک اصوات بآلات جسمانیہ ہی حقیقتِ لغویہ اور یہی متعارف ہے۔ اور وہ معنی جو وقت اضافت سمع بروح مجرد یا بحضرت عزت مراد ہوتے ہیں محل یمین میں اُن کا احتمال ہی کیا تھا کہ اطلاق نفی انھیں بھی شامل ہو۔

ثانیاً:۔ مشائخ کرام نے جن وقائع کی توجیہ فرمائی وہ سماع جسمانی پر دال تھے۔ اُن کی توجیہ کی ضرور حاجت تھی۔ اس سے سماع روح کا انکار سمجھ لینا تمھاری خوش فہمی ہے۔

ثالثاً:۔ توجیہ عذاب قبر کی بھی ایک ہی کہی۔ ذی ہوش کو نافع و مضر میں تمیز تک کی لیاقت نہیں۔ مگر تصحیح المسائل کے مقابل آنا ضرور ہے

ماذا اخافہ یا مغرور فی الخطر

حتی ھلکت فلیت النمل لم تطر

عقلمند یہ بھی دیکھا کہ وہ توجیہ کیا کی ہے اور اُس سے روح میں کلام نکلتا ہے یا صاف بدن میں گفتگو ہونا منجلی ہے۔ دلیل ہفتم کو گزرے ابھی دیر نہ ہوئی اُسے ملاحظہ کیجئے۔ اور صاحب تفہیم کی فہم سقیم کی داد دیجئے۔

رابعاً:۔ کاش اس بطور کوشش جماد نسوزد و نابینا و ناشنوندہ یعنی اس تحریر سے پہلے مر جانے والے تفہیم نگار زندہ کو زمانہ مہلت دیتا کہ ہمارے کلام میں دلیل یازدہم اور اس کے پچیس شواہد کو آنکھوں دیکھتا کانوں سنتا اس وقت کھلتا کہ توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ کا ارتکاب کس نے کیا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب رہا یہ کہ جب ابتدائے دفن میں سماع مسلم تو اس وقت حنث کیوں نہیں۔

اقول :- ہاں یوں نہیں کہ یہ یمین مقتضی حیات مخاطب ہے اور نفس روح سے متعلق نہ تھی۔ اگر اس سے تعلق ہوتا تو اس کی حیات وادراکات تو مستمر ہیں ضرور حنث ہوتا۔ فان العرض وانکان لا یبقی زمانین لکنہ مادام مستمرا بتجدد الامثال یعد شیئا واحدا باطباق اللغۃ والعرف والشرع۔ بخلاف بدن کہ اس کی حیات زائل ہوکر اب حیات جدیدہ اس وقت ملی ہے۔ اور وہ حیات اولی کی غیر ہے۔ تو جس حیات سے یمین متعلق تھی منقطع ہوچکی اور حنث کی گنجائش نہ رہی یہی امام ابن الہمام اسی فتح القدیر میں فرماتے ہیں :-

"الحیاۃ المعادۃ غیر الحیاۃ المتعارفۃ علی اذنہ فیہا وقعت ومہ وھی الحیاۃ القائمۃ حالۃ الحلف لان تلک عرض لا یبقی لا یمکن اعادتہا بعینہا وان اعیدت الروح فان الحیاۃ غیر الروح لانہ امر لازم للروح فیہ المدوح"

تنبیہ جلیل :- الحمد للہ جس طرح اس تقریر سے یہ واضح ہوا کہ ہمارے مشائخ کرام باتباع احادیث صحیحہ اُن عامیانہ اوہام حجاب وحائل خشت وگل قبر کو بہل وناقابل التفات جانتے ہیں کہ میت مدفون کیلئے وقت اعادۂ روح ایسی خفی آواز ہائے پیر تنی کا سماع ثابت مانتے ہیں یوں ہی یہ بھی لائح ہوا کہ یہاں سماع جسمانی سے مانع یہی موت تھی۔ ولہٰذا جس وقت جسم کو ایک نوع حیات ملی سماع اصوات کی راہ کھلی تو ظاہر کہ روح کا بالاجماع ہمیشہ زندہ ومستمر و بحال وناتنغیر ہے۔ اس کا سماع عادۃ دائم رہے کہ مصحح موجود اور مانع مفقود اب کھلا کہ مشائخ کرام کی یہ بحث وکلام فقط مذہب منکرین سے بیگانہ ہی نہ تھی بلکہ بحمد اللہ تعالیٰ سراسر اُن کا رد ہیں۔ اس تحقیق انیق کے بعد صاحب تفہیم المسائل کا مزاج پوچھئے کہ آپ کی اس خوش فہمی وقوت وہمی نے کہ

در فتح القدیر نوشتہ کہ بنائے منع تلقین نزد اکثر مشائخ ما بر عدم سماع موتی است ودر آخر گفتہ کہ طائفہ مشائخ در بند تلقین قائل بحقیقت بدین وجہ شدہ اند کہ وقت تلقین ہنگام ارجاع روح است برائے سوال

درجواب دراین وقت موتی را بجہت عود روح سماع حاصل است پس
این طائفہ ہم منکر سماع موتی است و در وقت سوال وجواب ہمہ قائل
سماع اند ودرین صورت از عبارت فتح القدیر معلوم میشود کہ مذہب ہمہ
فقہا انکار سماع موتی است۔

کیسا حکم تیر بازگشت پیدا کیا یہ تو اسی عقلمند کے کلام سے واضح ہوا کہ وہ میت
جس کیلئے فقہا سماع نہیں مانتے بدن ہی ہے۔ ذرا ہوش میں آکر بتانا کہ عود روح
کس میں ہوتا ہے۔ پھر یہ پوچھئے کہ ذی ہوش وہ روح جس کے اپنی عود سے یہ مشت
خاک اتنے حجابوں حائلوں میں بالاتفاق سمیع ہو جاتا ہے۔ وہ خود کہ حجاب و حائل سے
منزہ اور ہمیشہ زندہ ہے۔ کیوں نہ بالاتفاق دائماً شنوا و بینا ہوگی۔ اب یاد کیجئے امام
ابن الحاج کا ارشاد مذکور قول ۶۵، کہ اولیائے احیاء نورِ خدا سے دیکھتے ہیں۔ اور نورِ
خدا کو کچھ حائب نہیں پھر اموات کا کیا کہنا۔ اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا مقال، کہ روح
کے آگے مکان دور و نزدیک یکساں ہے۔ جس طرح نظر کوئیں میں آسمان برین کے ستارے
دیکھتی ہے وغیر ذلک اقوال کثیرہ مذکورہ۔ دیکھ ظالم حجت الٰہی یوں قائم ہوتی ہے۔
ہاں یہ باقی رہا کہ ادراک روح کیلئے جسم شرط مانیے۔ یہ او پر واضح ہو چکا کہ اس کے
کون قائل ہیں۔ معتزلہ وغیرہم لیام آگے تم جانو اور تمہارا کام ہی۔ بحمداللہ تقریر دتفسیر و
تحریر دتنویر۔ اس کلام حضرات مشائخ کرام کی جسے مخالف اپنا کمال موافق جان کر
اہل حق سے الجھتے اور موافق بگمان تخالف مشکل ومعضل سمجھتے۔ اہل بدعت اپنی سپر
وپناہ ٹھہرا کر آسمان تا نہ بہ تو بہاں اچھالتے اور اصحاب سنت بظاہر مخالف عقیدۂ
سادہ قرار پا کر سلاح معارضہ ومناقضہ سنبھالتے۔ اب بعون عزیز مقتدر عز جلالہ
روشن ہو گیا کہ امر بالکل بالعکس ہے۔ وہ کلام ہدایت نظام سراپا عقیدۂ اہلسنت
کے مطابق اور مذہب مخالف کا رد خالص ہے۔ بحمداللہ تعالیٰ اب مخالف دیکھے
کہ اس کے شوشے قعر عدم کے کس گوشے میں گئے۔ موافق نہ صرف موافق ہر ذی عقل
منصف دیکھے کہ بفضلہ تعالیٰ اس تقریر منیر سے کیا کیا فائدے حاصل ہوئے۔

فائدہ (۱): ۔ کلام مشائخ بحمد اللہ ان برگزیدہ مذہب اہلسنت کے مخالف نہیں۔

فائدہ (۲): نہ عیاذاً باللہ کسی حدیث مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف۔

فائدہ (۳): ۔ نہ تصریحات ائمہ میں اصلاً تعارض۔

فائدہ (۴): ۔ نہ خود ان ہمارے کلام میں کہیں باہم تناقض۔

فائدہ (۵): ۔ نہ وہ اس مسئلہ میں اپنے ہی اصل مقرر یعنی بناء علی العرف سے جدا چلے بلکہ اسی طرز سے پورے چلے۔

فائدہ (۶): ۔ نہ وہ ہرگز کسی تخصیص بے دلیل کے مرتکب ہوئے۔

فائدہ (۷): ۔ نہ ان کی اس دلیل پر زنہار کوئی نقض وارد، نہ تفریع و تاسیس پر کچھ الزام عائد۔

غرض یہ سب اور دیگر مقامات میں ان کے کلمات، اور دربارۂ ائمہ کے نصوص و تصریحات، اور اشارات و آثار کے عالی ارشادات بحمد اللہ تعالیٰ سب متفق و منتظم ہیں۔ اور ایک دوسرے سے متناسب و ملتئم۔ اور اس تقریر معقول مستنیر و مقبول واجب القبول کو نہ مانیے تو یہ تمام فوائد منقلب ہو کر ان کے منافی آتی ہی نہ رہیں اور نتیجہ کچھ نہیں کہ انجام یہ ٹھہرے گا کہ کلام مشائخ طرح طرح سے منقوض و باطل اور انواع انواع زلزلوں سے متزلزل۔ اور آپ ہی اپنی تلوار سے گھائل پھر کیا کسی استناد کے قابل وھذا ما لا یرضاہ عاقل اب بحمد اللہ تعالیٰ مہر نیمروز و ماہ نیم ماہ سے زیادہ درخشاں و رخشاں ہوا کہ بعض کبرائے متاخرین شراح محدثین نے اس باب میں جو تقریریں فرمائیں۔ اتنی تو مشائخ کرام پر وارد نہیں۔ وہ گویا بر سبیل ارخائے عنان راجحہ مخالفت مان کر جواب مخالف کی تعلیمیں تھیں۔ اور واقعی ہمارے ائمہ کرام و مشائخ اعلام کے انظار غامضہ و دقیقہ ایسے ہی پایہ رفیع ہوتے ہیں کہ بعض اوقات انظار ناظرین متاخرین اہل زمن اس کے مرقاۃ مدارج و معالی معارج تک وصول میں متساہل رہیں۔ جیسا کہ خادم ابواب و فصول فقہ و اصول پر آشکارہ مبین ہے بحمد اللہ تعالیٰ

حق تحقیق و تحقیق حق ہے۔ جس سے حق حقیق بقبول و تصدیق یکسر موتجاوز نہیں۔ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ سبحانہ ولی التوفیق الحمد للہ اگر اس تمام کتاب میں ان مقدمات سبع کی تمہید و تزیین اور اس جواب عین الصواب کی تحریر و تبیین کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تو بفضلِ عظیم حضرت کریم عم نوالہ اسی قدر شافی و کافی و مغنی و وافی تھا۔ ذٰلك من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون۝ رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علیّ وعلی والدیّ وان اعمل صٰلحًا ترضٰه واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیك وانی من المسلمین والحمد للہ رب العٰلمین۝

الحمد للہ اس جواب جلیل و جمیل کے بعد اصلا حاجت نہیں کہ اور جوابوں کی طرف توجہ کروں دلائل نے بفضلہ تعالیٰ یقین قطعی دے دیا ہے کہ بلا شبہ مراد مشائخ کرام یہی ہے جواب لیا ضرورت ہے کہ تنزلات کیجئے ارخائے عنان سے مہلتیں دیجئے مگر مخالف کو شکایت و حسرت نہ رہے۔ لہٰذا چالنگروں کو کچھ اور بھی امتداد سہی۔ اسی جواب کے متعلق بعض تنبیہات مفیدہ لکھ کر دیگر اجوبہ کی طرف عطف عنان کروں وباللہ التوفیق۔

تنبیہ اول اقول: - بعض مسائل میں اہلِ بدعت اور بعض اکل اہلسنت متفق ہوتے ہیں اور ان کے ماخذ حسبِ اختلاف مذہب مختلف مثلاً حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام پاک لے کر ندا کرنی ہمارے نزدیک بھی ناجائز ہے اور وہابیہ تو قاطبۃً شرک کہتے ہیں۔ ان کا ماخذ ملوم وہی شرک موہوم اور ہمارے منع کی وجہ آیۂ کریمہ

"لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضًا۔	رسول کا پکارنا اپنے میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو"۔

تو نام پاک لے کر ندا ناجائز ہے بلکہ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ یا خلیفۃ اللہ وغیرہا اوصافِ کریمہ کے ساتھ ندا چاہئے۔ یہ مین مسئلہ نلقین بعد دفن کو جمہور معتزلہ نو

منع کیا ہی جاہیں کہ ان سنگساروں کے نزدیک اموات کی روح ، بدن سب اینٹ پتھر ہیں - ولہٰذا وہ سفہا عذاب قبر وسوال نکیرین کے منکر ہیں ۔ اور حنفیہ میں جمہور مانعین ہی ہیں ۔ قول ۱۳۱ میں امام زاہد صفار کا ارشاد سن چکے کہ منع تلقین مذہب معتزلہ ہے ۔ قول ۱۴۲ و ۱۴۳ میں جوہرۂ نیرہ و در مختار سے گزرا کہ تلقین اہلسنت کے نزدیک مشروع ہے ۔ قول ۱۵۲

ہر کہ تلقین نمیکند و نمیگوید بآن او بر مذہب اعتزال است کہ گویند میت جماد محض است ۔

ولہٰذا امام ابن الہمام نے اپنا عندیہ بیان فرمایا کہ میرے گمان میں منع تلقین انکار سماع پر مبنی ہے ۔ یہ ان جمہور مانعین کے لحاظ سے ضرور صحیح ہے ۔ مگر بعض علمائے اہلسنت کہ منع میں شریک ہوئے ۔ ان کا ماخذ یہ ہرگز نہیں بلکہ بعض کے نزدیک بدعت ہونا کما ھو عن سلطان العلماء یا ان کے خیال میں بے فائدہ ٹھہرنا کہ ایمان پر گیا تو کیا حاجت ورنہ کیا منفعت ۔ ولہٰذا امام نسفی نے مسئلہ یمین میں وہ تصریحات فرمائیں ۔ مگر انکار تلقین میں ہرگز اس کا نام نہ لیا بلکہ اسے عدم فائدہ سے استناد کیا جیسا کہ قول ۱۵۰ ونکتہ جلیلہ میں گزرا ولہٰذا ملک العلماء بحر العلوم عبد العلی محمد نے جب انکار تلقین اختیار کیا ۔ اس پر اسی انعدام نفع سے استظہار اور ساتھ ہی بربنائے انکار سماع انکار ماننے پر صریح انکار کیا ۔ ارکان اربعہ میں فرماتے ہیں :

المیت لا فائدۃ فی تلقینہ اصلا لانہ ان مات مسلما فھو ثابت علی الشھادۃ بالتوحید والرسالۃ فالتلقین لغو وان مات کافرا فلا یفید التلقین لانہ لا ینفعہ الایمان بعد الموت و ما قیل ان التلقین لغو لان المیت لا یسمع فھذا باطل ۔

فائدہ :- امام علام شیخ الاسلام نسفی نے جس طرح کافی میں منع تلقین پر صرف نفی نفع بروجہ مذکور سے استدلال کیا جس سے صاف مترشح کہ وہ اس سماع کے منکر نہیں ، ورنہ سرے سے یہی فرمانا تھا کہ تلقین کسے کی جائے - اینٹوں پتھروں

کو یوں ہی آیات کریمہ کی تفسیر میں نفی انتفاع و نفی قبول ذکر فرمائی۔ زیر کریمہ ملئکہ فرمایا،

شبہ الکفار بالموتی حیث لا ینتفعون بمسموعھم۔

زیر کریمہ نمل

لما کانوا لا یعون ما یسمعون ولا بہ ینتفعون شبھوا بالموتی۔

زیر کریمۂ روم

وھو لاء فی حکم الموتی فلا تطمع ان یقبلوا منک۔

مگر صاحب تفہیم المسائل تو اختراع و افترا کے ماہر کامل ہیں۔ لکھ دیا در تفسیر مدارک تحت آیۂ کریمہ

"والذین کذبوا باٰیتنا صم بکم می نویسد المعنی انھم فی حال کفرھم وتکذیبھم کمن لا یسمع ولا یتکلم فلھذا اشبہ الکفار بالموتی لان المیت لا یسمع ولا یتکلم کذا قال ابن الخازن العراقی الشافعی فی تفسیرہ لباب التاویل فی معنی التنزیل انتھی اھ"

مدارک شریف میں اس عبارت کا نشان نہیں۔ لطف یہ کہ اس میں تفسیر لباب التاویل کا حوالہ نقل کر کے انتہیٰ لکھ دی۔ یعنی یہاں تک عبارت مدارک تھی۔ حالانکہ صاحبِ مدارک کی وفات ۷۰۱ھ یا ۷۱۰ھ میں علی اختلاف القولین ہے۔ اور لباب التاویل کی تالیف ۷۲۵ھ میں ختم ہوئی۔ نہ امام اجل نسفی ایسے حوالے کے عادی اور وہ بھی اپنے کسی ایسے معاصر بلکہ مدارک العصر سے نابینائی ہو جاے کرائے۔

تنبیہ دوم۔ اقول بحمد اللہ تعالیٰ واضح ہو چکا کہ ہمیں یہاں نہ حیات بدن وسماع جسمانی سے کچھ کام۔ نہ وہ عام لوگوں میں ہمارا دعویٰ نہ ہمارا کوئی مسئلہ اس پر موقوف تو اگر بالفرض بدن کے لئے موت مطلق دائم رہتی۔ ہمارا کچھ حرج نہ تھا۔ ورود نصوص کے سبب ہم نے تنعیم و تعذیب قبر روح و بدن دونوں کے لئے مانی اور بشہادت عقل و نقل بدن کے واسطے بھی ایک نوع حیات ہے۔ اس تلذذ و تألم کے لئے لازم جانی۔ ہاں یہ ضرور ہمارا مدعا ہے۔ اور بحمد اللہ دلائل قاہرہ اس پر قائم

ہو چکے کہ روح باقی و مستقر بحال و نا متغیر و سمیع و بصیر اور بدن کے ساتھ اس کا ایک تعلق ہمیشہ مستمر تو جو کچھ بعد فراق بھی بدن کے ساتھ کیا جائے۔ ضرور دیکھے گی مطلع ہوگی۔ اگر وہ فعل تعظیم ہے پسند کرے گی یا اہانت ہے ناخوش ہوگی اذیت پائے گی۔ فصول سابقہ اس سب بیان کی متکفل ہو چکیں تو خارج سے بھی جو ضرب یا صدمہ بدن میت پر واقع ہو اگر بطور استہانت و تحقیر ہے۔ قطعاً روح کو ایذائے روحانی ہوگی۔ رہا یہ کہ اس سے اسے اذیت و درد جسمانی بھی لاحق ہوگا یا نہیں یعنی جس طرح عالم حیات میں بدن پر جو صدمہ آتا بدن اسے روح تک پہنچانے کا آلہ و واسطہ بنتا کہ اس کے تفرق اتصال سے روح کو درد پہنچتا آیا۔ بعد فراق بھی مثل عذاب الٰہی والعیاذ باللہ تعالیٰ تعذیب بشری سے بھی الم ہوتا ہے یا اس میں درد منتفی اور صرف وہی توہین کے باعث ناخوشی باقی ظاہر کلام مشائخ کرام جانب دوم ہے۔ ولہٰذا کافی میں فرمایا

المیت لا یتألم بضرب بنی اٰدم وانما ذٰلک مما یتفرد بہ اللہ تعالیٰ۔

اور یہی مقتضائے اثر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

اخرج ابن سعد عن خالد بن معدان قال لما انھزمت الروم یوم اجنادین انتھوا الی موضع لا یعبرہ الا انسان انسان فجعلت الروم تقاتل علیہ فتقدم ہشام بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقاتلھم حتی قتل ووقع علی تلک الثلمۃ فسدھا فلما انتھی المسلمون الیھا ھابوا ان یوطؤھا الخیل فقال عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اللہ قد استشھدہ ورفع روحہ وانما ھو جثۃ فاوطؤہ الخیل ثم اوطأھو وتبعہ الناس حتی قطعوہ۔

امام جلیل جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

ھذہ الاثار لا تدل علی ان الارواح لا تتصل بالابدان بعد الموت انما تدل علی ان الاجساد لا تتضرر بما ینالھا من عذاب

الناس لها ومن اکل التراب لها فان عذاب القبر لیس من جنس عذاب الدنیا وانما ھو نوع آخر یصل الی المیت بمشیۃ اللہ تعالیٰ وقدرتہ۔

اور ظواہر حدیث و دیگر آثار و اخبار واقوال اخیار جانب اول ہیں۔

حدیث ۲۶ میں روایت دارقطنی سے زیادت لفظ فی الاثم گزری۔ یعنی مردہ وزندہ کی ہڈی توڑنی درد میں برابر ہے۔

علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

جم غفیر ذھبوا الی ان المراد	جماعت عظیم علماء اس طرف گئی کہ مراد حدیث
ان کسر عظم المیت ککسر	یہ ہے کہ مردے کی ہڈی توڑنی درد وایذا
عظمہ حیا فی التالم والتأذی۔	میں ایسی ہی ہے جیسے زندہ کی۔

امام ابو عمر ابن عبدالبر و شیخ محقق کا اس باب میں ارشاد قول ۴۰ و ۴۱ میں گزرا اور تینوں سید علامہ ابراہیم حلبی و احمد مصری و محمد شامی محشیان در کے اقوال اسی کے بعد مذکور ہوئے۔

حدیث ۴۲ میں بروایت صحیح مسلم شریف امیر عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گزرا

اذا دفنتمونی فشنوا علی	جب مجھے دفن کرو تو مٹی مجھ پر آہستہ
التراب شنا	آہستہ نرم نرم ڈالنا۔

یہی وصیت حدیث ۴۳ میں علاء بن لجلاج تابعی سے گزری۔ اور وہاں شیخ محقق کا قول کہ

این اشارت است بآنکہ میت احساس میکند و دردناک میشود بآنچہ دردناک میشود بآن زندہ۔

حدیث ۱۶ میں امام سفیان کا ارشاد گزرا کہ

انہ لیناشد باللہ غاسلہ	مردہ اپنے نہلانے والے کو قسم دیتا ہے
الاخففت علی۔	کہ مجھ پر آسانی کرنا۔

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت کی میت کو دیکھا کہ اُسکے سر میں زور زور سے کنگھی کی جاتی ہے۔ فرمایا:

علام تنصون میتکم۔ کس برم میں اپنے مُردے کی پیشانی کے بال کھینچتے ہو۔

الامام محمد فی الاثار، اخبرنا ابوحنیفۃ ح وعبدالرزاق فی مصنفہ واللفظ لہ قال اخبرنا سفیٰن عن الثوری کلاھما عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراھیم النخعی عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہا رأت امرأۃ یکدون رأسہا بمشط فقالت علام تنصون میتکم

ورواہ کمحمد ابو عبید القاسم بن سلام وابراھیم الحربی فی کتابیھما فی غریب الحدیث عن ابراھیم عن عائشۃ رضی اللہ عنہا انہا سئلت عن المیت یسرح رأسہ فقالت علام تنصون میتکم۔

بالجملہ رجحان اسی جانب ہے اور بہرحال اگر الم مانیے تو مسئلہ یمین فی الضرب پر کچھ نقض نہیں کہ یہ الم پہنچیگا حیات معادہ سے اور حلف تھا حیات موجودہ عند الحلف پر کما قدمنا تحقیقہ عن الفتح اور رنج مانیے تو مسئلہ سماع میں کچھ نقض نہیں کہ ہمارا کلام روح سے ہے۔ آلیت بدن ہونا نہ ہونا یکساں ولہذا امام اجل سیوطی نے باآنکہ اثبات سماع موتی میں وہ تحقیقات باہرہ قاہرہ رکھتے ہیں اس تقریر پر تقریر فرمائی۔

ھکذا ینبغی ان یفھم ھذا المقام واللہ سبحانہ ولی الانعام وافضل الصلوٰۃ واکمل السلام علی سیدنا محمد اکرم الکرام والہ وصحبہ الی یوم القیام۔

جواب دوم:۔ مانا کہ روح ہی میں کلام ہے مگر کہاں سے کہ سمع منفی بمعنی ادراک بتوسط آلات جسمانیہ نہیں۔ یوں بھی مطلب حاصل اور تنافی زائل کہ منفی یہ ہے اور مثبت بمعنی انکشاف تام اصوات بروجہ جزئی اس جواب کے قریب قریب کلام تنزلی حضرت شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ نے مورد فرمایا۔ شرح مشکوٰۃ

میں فرماتے ہیں :۔

"درینجا سخن دیگر است کہ فرضاً اگر از ثبوت سماع تنزل کنیم باعتبار آنکہ سماع بجاسہ سمع میباشد وسمع بخرابی بدن خراب شد بگوئیم از نفی سماع نفی علم لازم نمی آید وعلم بروح بود کہ باقیست پس علم بمبصرات ومسموعات حاصل باشد نہ بروجہ ابصار وسمع چنانچہ بعض متکلمان سمع وبصر الٰہی تعالیٰ رابعلم مسموعات ومبصرات تاویل کردہ اند الخ"

اقول :۔ وباللہ التوفیق محصل ارشاد مبارک شیخ شیوخ علماء الہند قدس سرہٗ یہ ہے کہ سمع حقیقۃً بمعنے مطلق ادراک مخصوص اصوات ہے۔ عام ازیں کہ آلاتِ جسمانیہ کا توسط ہو یا نہیں ولہٰذا اللہ عزوجل کو سمیع ماننے میں کہ عقیدۂ ایمانیہ ہے محققین کے نزدیک کوئی تاویل وتجوز نہیں۔ اسلئے ہم قائل سماع حقیقی ارواح مفارقہ ہیں اگرچہ موت تعطیل آلات کردے۔ اور اگر سمع کے لئے یہ معنی نہ بھی مانیے بلکہ توسطِ آلات ہی سے مخصوص جانیے تو ہم علی السبیل التنزل کہیں گے کہ سمع نہ سہی، ادراک تام بروجہ جزئی تو ہے۔ اسی قدر سے ہمارا مدعا حاصل۔ اگرچہ بنام سمع تعبیر کریں جیسے بعض متکلمین نے سمع وبصر الٰہی جل وعلا کو یوں ہی تاویل کیا۔ اور مقدمۂ رابعہ میں تقریر فقیر غفرلہ المولیٰ القدیر یاد کیجئے تو اس کا مسلک یہ ہے کہ بحمد اللہ تعالیٰ نہ ہمیں دعوے سمع سے تنزل کی حاجت، نہ روح مفارق یا معاذ اللہ حضرت عزت میں ارتکاب تاویل کی ضرورت سمع کے دونوں معنی مقرر ومسلم ہیں۔ اور ایک دوسرے کا نفی نہیں معنی آئیست، نہ کبھی مراد تھی کہ اب تنزل کریں نہ اس کہنے میں اطلاق سمع محصور ہو سکے۔ کہ تا چار تاویل وتحمل کریں۔ خیر یہ طرز بحث کا نوع تھا۔ اصل سخن کی طرف چلئے۔

فاقول :۔ جبکہ سمع کے جسمانی وروحانی دونوں معنی اور جسمانی کی نفی میں نہ ہمیں ضرر نہ مخالف کو نفع تو احتمال قاطع استدلال نہ کہ جب جسمانی ہی کا ارادہ راجح وراجح ہو پر ظاہر کہ ادراک اصوات کا یہی طریقہ معلومہ معہود رہا ہے تو باہم محاورات عرفیہ میں ذہن اسی طرف تبادر کرے گا۔ آخر نہ دیکھا جب حضور اقدس سید عالم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد ذکر فضائل جمعہ ارشاد فرمایا:

"اکثروا علی من الصلوٰۃ فیہ فان صلوٰتکم معروضۃ علی۔"

اس دن مجھ پر درود بہت بھیجو کہ تمہارا درود مجھ پر عرض کی جائے گی۔

صحابہؓ نے گزارش کی:

"یا رسول اللہ وکیف تعرض صلاتنا علیک وقد ارمت۔"

یا رسول اللہ! یہ کیونکر ہوگا حالانکہ بعد وصال جسم باقی نہیں رہتے۔

فرمایا:

"ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء۔"

بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔

رواہ الامام احمد والدارمی وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ وابن حبان والدارقطنی والحاکم والبیہقی فی الدعوات الکبیر وابو نعیم وصححہ الاربعۃ السابقون علی الآخرین وابن دحیۃ وغیرھم وحسنہ عبد الغنی والمنذری۔

اسی طرح دوسری حدیث میں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اکثروا الصلاۃ علی یوم الجمعۃ فانہ مشہود تشھدہ الملائکۃ وان احدا لم یصل علی الا عرضت علی صلاتہ حتی یفرغ منھا۔"

"جمعہ کے دن مجھ پر درود زیادہ بھیجو کہ وہ دن حضور ملائک کا ہے۔ رحمت کے فرشتے اس دن حاضر ہوتے ہیں اور جو مجھ پر درود بھیجتا ہے جب تک بھیجتا ہے اس کی درود مجھ پر پیش کی جاتی ہے۔

ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں قلت وبعد الموت۔ میں نے عرض کی، اور بعد انتقال اقدس کے فرمایا:

"ان اللہ تعالیٰ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔"

بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔

تتمہ حدیث ہے[1] :

فنبی اللہ حی یرزق (تو اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔

رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجۃ عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

پر ظاہر کہ پیش ہوتے کے معنے نہ تھے مگر اطلاع وش جانی اس سے صحابہ کرام کے ذہن ادراک واطلاع بذریعہ آلات جسمانی ہی کی طرف گئے۔ لہٰذا وہ سوال عرض کئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حیات بدن ہی سے جواب دیئے۔

صاحب تفہیم المسائل کی جہالت کہ یہ حدیثیں ذکر کرکے لکھا:

"درین ہر دو حدیث دلیل ست برآنکہ موتی را سماع نیست وبرآنکہ این امر مستقر بود نزد صحابہ زیراکہ ایشان بر عرض وسماع درود بعد موت استعجاب کردہ استفسار نمودند آنحضرت[2] جواب دادند کہ چون انبیاء را حیات دنیاوی حاصل وجسد ایشان نیز باقی ست لہٰذا محل استبعاد سماع وعرض نیست۔

اقول اوّلاً :- اگر یہ مراد کہ اُن سے عام لوگوں کے لئے بعد موت ادراک جسمانی نہ رہنا مستفاد تو ہمیں مسلم اور تمہیں کیا مفاد اور ادراک روح کا انکار ماننا اور اسی کو اذہان صحابہ میں مستقر جاننا معاذ اللہ انہیں بدمذہب ٹھہرانا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس پر سکوت تقریر وتسلیم بتانا ہے۔ ذی ہوش نے اتنا نہ دیکھا کہ صحابہ کرام نے فنائے جسد وبقائے ادراک میں تنافی ظاہر کی۔ اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نفی تنافی سے جواب نہ دیا۔ بلکہ نفی منافی سے کہ انبیاء کے اجسام بھی زندہ ہیں۔ اب یہاں ادراک روح میں کلام ہو تو دو ہی صورتیں ہیں یا تو صحابہ موت جسد سے روح کو بھی مردہ مانتے یا ادراک روح کیلئے بقائے بدن شرط جانتے فصول سابقہ ونیز مباحث قریبہ میں بار بار بتکرار واضح ہو چکا کہ یہ دونوں قول اہل بدعت وضالین

---

[1] اور وہ ھکذا الان نقل و التعطیۃ محتملۃ الاولی فاثبتہا علی وجہ یحتمل الوجہین وزاد من وفاق حسن التعبیر فلیتفقہ۔ وللہ الحمد ۱۲ منہ۔

[2] اقول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ۔

معتزلہ وغیرہم مخذولین کے ہیں۔ قول ۱۵ میں مقاصد و شرح مقاصد سے گزرا کہ بدن کو شرط ادراک جاننا اہلسنت کے خلاف معتزلہ کا اعتساف ہے۔ اسی طرح عامۂ کتب عقائد و تفسیر کبیر وغیرہا میں تصریح نیز۔ افسوس کہ اپنی بدمذہبی بنانے کیلئے معاذاللہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو عقائد فاسدہ کا معتقد ومظہر اور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان پر ساکت ومقر بتاؤ اور دل میں خوفِ خدا نہ لاؤ۔

ثانیاً:۔ کیا خوب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت صرف سکوت بتاتا کہہ رہا ہوں۔ وہ صراحتہً کلامِ اقدس کے معنے بتا چکا کہ ازاں جا کہ انبیاء کے اجسام باقی ہیں۔ لہٰذا سننے میں استبعاد نہیں کیا ظلم ہے کہ صاف صاف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ادراک روح کے لئے بقائے جسم کا شرط ماننے والا بتاؤ بدمذہبی کی بلا سے بچائے۔

ثالثاً:۔ طرفہ یہ کہ یہاں پیشی درود بذریعہ ملٹکہ مقصود حدیث دوم میں تو صرف ملائکہ کی تصریح موجود اور خود اس کے ترجمے میں لکھا:

"گفت ابو درداء گفتم بطریق استفہام واستبعاد کہ پس از موت نیز عرض میکنند"

ذرا اس میکنند کا مربع تو بولئے مگر از ہان صحابہ میں فنا و خرابیٔ بدن کے بعد روح کی بے ادراکی تمہارے مفر رہے ادراکی سے بھی فزوں تر تھی کہ ملائکہ کی بات سننے سمجھنے پر بھی تعجب و استبعاد فرماتے۔ مگر اشاں آیۂ کریمہ النار یعرضون علیھا سے کیا کہیے۔ اور اظہار نقل جمعہ و تنزیل فرض درود سے بہت پہلے نازل ہوئی۔ ان کے کان بے خبر تھے۔ ہاں بدن کی یہ حالت ضرور ہے کہ اسی کو وہ موت عارض ہوتی ہے جو مطلقاً منافی شعور ہے۔ تنِ مردہ جب تک مردہ ہے نہ ملک کی بات سن سکتا ہے نہ بشر کی۔ اور وقت سوال وغیرہ عود سماع بعود حیات ہے۔ اس کا بھی استمرار ضرور نہیں تو بر قیاس عامہ اس کہ اس وقت تک خاصہ اجسام طیبہ حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والثناء کا علم نہ تھا۔ بحال فنائے بدن بقائے ادراک جسمانی میں اشکال ہوا جس پر وہ سوال

اور اس کا وہ جواب کاشف حقیقۃ الحال ہوا۔ الحمدللہ اتنی حقیقت تھی آپ کے اس نئے نازکی جس پر بڑی دھوم سے دکان فخر بازی کہ

چون از جواب مغالطات معترض فراغت دست داد لہٰذا تحقیق این مسئلہ بطور دیگر ضرور افتاد۔

ماشاءاللہ اس شرط و جزاء کے ربط کو تو دیکھئے یہی بتا رہا ہے کہ سخت گھبرائے ہوئے اور اعتراضات علامہ معترض قدس سرہ کو لاحل سمجھ رہے ہو۔ اگر واقعی اعتراض اٹھ جاتے تو اگلی ہی تحقیق کی جان بچ جاتی۔ آپ کے اس فراغت دست کے بعد پچھلی ضرورت پر ضرور افتاد کی افتاد کیوں آتی ع

نطق کا حوصلہ معلوم ہے بس جانے دو

فائدہ جلیلہ:۔ جب محاورات باہمی میں مطلق سمع سے یہ تبادر تو حدیث قلیب کا ذکر ہی کیا ہے کہ اس کا تو سماع جسمانی میں نص صریح ہونا اور پر مبین ہو چکا، اور ام المؤمنین محبوبۂ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وعلیہا اجمعین حاضر واقعہ نہ تھیں۔ اور پر ظاہر کہ آیات کریمہ متعلق باجسام ہیں خصوصًا وما انت بمسمع من فی القبور۔ اگرچہ نفی سماع نہیں فرماتے مگر نفی اسماع ظاہر ہے اور اس واقعہ سے صراحۃً اسماع اجسام مفہوم لہٰذا ام المؤمنین نے اسے منافی آیات خیال فرما کر وہم وسہو کا حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یعلمون فرمایا۔ یعنی ان کی روحیں جانتی ہیں۔ راوی کو یسمعون یاد رہا کہ ان کے جسم سنتے ہیں۔ پر ظاہر کہ علم صفت خاصۂ روح ہے جس میں وہ بدن کی محتاج نہیں بخلاف سمع متعارف بذریعہ آلات بدنیہ کہ بے حیات بدن ناممکن اور بروقت ان کافروں کی حیات جسمانی کا نہ تھا تو اس وقت اثبات اسماع اجسام منافی آیات ہے۔ ہاں علم حاصل ہے کہ وہ روح سے ہے اور روح باقی ہے۔ یہ حاصل ارشاد ام المؤمنین صلی اللہ تعالیٰ علی بعلہا الکریم وعلیہا وسلم ہے۔ اور اسی بناء پر مشائخ کرام نے کہ قطعًا دربارۂ ابدان کلام فرمارہے تھے۔ اس سے استناد محض رجمًا بالغیب وخرط القتاد۔ بلکہ اس کے ضلالت و بطلان اور ان کے بطالت و خذلان پر خود ارشادات صحیحہ

صریحہ ام المؤمنین احسن الاشہاد اوّل تو اسی حدیث میں جب علم مان رہی ہیں۔ تو ادراک روح کی خود قائل ہوئیں۔ پھر انکار سمع روح کے کیا معنے۔ اور حدیث علامہ تنصون میتکم ابھی گزری کہ میّت کے سر میں زور سے کنگھی کرتے دیکھا تو فرمایا "کاہے پر اس کے بال کھینچتے ہو۔" اس سے قطع نظر کیجئے تو حدیث جلیل صحیح بستم کہ ابتدائے نوع دوم مقصد دوم میں مذکور ہوئے جس میں ام المؤمنین قسم کھا کر فرماتی ہیں۔ واللہ جب سے امیر المؤمنین عمر دفن ہوئے میں ان کی شرم سے بے تمام کپڑے پہنے مزارات طیبہ پر حاضر نہ ہوئی۔ قطعاً لاجواب ہے۔ جب ام المؤمنین بعد دفن ابصار مانتی ہیں تو روح کو قطعاً باقی ومدرک اور اس کے ادراکات کو شامل امور دنیویہ بھی جانتے ہیں۔ پھر انکار سماع ظاہر الامتناع بلکہ محل قرب میں حال سماع حال ابصار سے بداہتہً اخف ہے کہ اس کے شرائط اُس کے شرائط سے ازید ہیں۔ شاہد ہیں معہود و مشہور تو یہ ہے کہ باوصف حائل وحجاب ابصار زائل اور سماع حاصل۔ جب ام المؤمنین ایسے کثیف وکثیر پردوں سے دیکھنا مانتی ہیں سننا کیونکر نہ مانیں گی۔ معہذا کوئی قائل بالفصل نہیں جو ابصار مانتا ہے سماع بھی مانے گا۔ اور جو سماع نہیں جانتا ابصار بھی نہ جانیگا۔

تیسری حدیث جلیل ام المؤمنین منقول بہ نقل ائمہ اجلۂ ثقات وعدول رجال بخاری ومسلم مروی جامع ترمذی شریف یہ ہے:

حدثنا الحسین بن حریث (ثقۃ من رجال الشیخین) نا عیسیٰ بن یونس (ثقۃ مأمون من رجال الستۃ کسائر السند) عن ابن جریج عن عبد اللہ بن ابی ملیکہ قال توفی عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بالحُبْشی قال نحمل الی مکۃ فدفن فیہا فلما قدمت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اتت قبر عبد الرحمن بن ابی بکر فقالت ؎

وکنا کندمانی جذیمۃ حقبۃ	من الدھر حتی قیل لن یتصدعا
فلما تفرقنا کانی ومالکا	لطول اجتماع لم نبت لیلۃ معا

ثم قالت واللہ لو حضرتک ما دفنت الاحیث مت ولو شھدتک
ما زرتک۔

یعنی حضرت سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما برادر حقیقی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مکہ معظمہ کے قریب موضع حبشی میں انتقال فرمایا۔ ان کی نعش مبارک مکہ معظمہ لائے۔ جنۃ المعلیٰ میں دفن ہوئے۔ جب اُمّ المومنین مکہ معظمہ آئیں، اُن کے مزار مبارک پر گئیں۔ دو شعر (کہ تمیم بن نویرہ نے اپنے بھائی مالک بن نویرہ کے مرثیہ میں کہے تھے) پڑھے کہ ایک مدت دراز تک جذیمہ (بادشاہ عرب وعراق وجزیرہ مقتول ملک جزیرہ زبا) کے دونوں مصاحبوں کی طرح (کہ چالیس سال تک صحبت بادشاہ میں یکجا رہے تھے) ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے کہا یہ ہرگز جدا نہ ہوں گے۔ اب کہ جدا ہوئے گویا اس قدر طول یکجائی پر کسی شب ایک جگہ نہ رہے تھے۔ پھر اپنے برادر کرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر یہ باتیں کیں:

"خدا کی قسم! اگر میں آپ کے انتقال کے وقت موجود ہوتی تو آپ وہیں دفن ہوتے جہاں آپ کا انتقال ہوا تھا اور اگر میں اس وقت آپ کے پاس ہوتی تو اب آپ کی زیارت کو نہ آتی"

وہیں دفن ہونا اسی لئے کہ یہی سنت ہے، نعش کو دُور لے جانا نہ چاہئے! اور زیارت کو نہ آنا یوں کہ زیارت قبور میں عورات کا حصہ کم ہے۔

اُمّ المؤمنین اگر معاذ اللہ ادراک وسماع ارواح کی منکر ہوتیں تو اس کلام وخطاب کے کیا معنے تھے۔ کیا کوئی عاقل اینٹوں پتھروں سے باتیں کرتا ہے۔ اور کیونکر منکر ہوتیں۔ حالانکہ وہ دیکھتی سنتی جانتی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اموات سے سلام وکلام وخطاب فرمایا کرتے ہیں۔ خود روایت فرماتی ہیں کہ میری ہر شب نوبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر شب مقبرۂ بقیع پر تشریف لے جاتے، اور فرماتے:

السلام علیکم دار قوم مؤمنین — سلام تم پر اے ان گھروں والے مسلمانو!

وانا کم ما توعدون غدًا مؤجلون وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ رواہ مسلم ولفظ النسائی مکان قولہ اتاکم الی مؤجلون وانا وایاکم متواعدون غدا وعواکلون ولابن ماجۃ من وجہ اٰخر واشار الیہ النسائی ایضا بعد السلام انتم لنا فرط وانا بکم لاحقون۔

اب تم کو ملا چاہتا ہے جس کا تم سے وعدہ ہے۔ تمہاری میعاد کل کے دن ہے۔ ہم اور تم آپس میں کل کے وعدے پر ہیں۔ اور اسی پر بھروسہ کئے ہیں۔ تم ہم سے پہلے پہنچ گئے، اور خدا چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں۔

کیونکر منکر ہوتیں، حالانکہ خود دریافت کر چکی تھیں کہ یارسول اللہ جب میں مدفونانِ بقیع کی زیارتوں کو جاؤں تو اُن سے کیا کہوں۔ حکم ہوا کہ سلام کرکے یوں کہو کہ انشاء اللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں۔

مسلم والنسائی وغیرھما عنھا فی حدیث طویل قالت قلت کیف اقول لھم یارسول اللہ قال قولی السلام علیکم اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستأخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔

بالجملہ ام المؤمنین صرف سماع جسمانی کا انکار فرماتی ہیں مگر ازیں جاکہ احادیث ثقات عدول شاہدانِ واقعہ کے رد کی طرف سبیل نہیں۔ جمہور علماء نے اس مسئلہ میں ان کا انکار قبول نہ کیا اور یہی مانا کہ اگرچہ تین دن گزر گئے۔ ان خبیثوں کے ناپاک جسم پھول پھٹ گئے تھے۔ اور شک نہیں کہ جسم مردہ ہرگز سننے کے قابل نہیں۔ مگر پھر بھی انھوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اسی گوش سر سے سنا کہ اللہ عزوجل نے ان کی زیادت حسرت کیلئے ان خالی جسموں کو اس وقت پھر زندہ فرمایا تھا اور اس میں آیات کی کچھ مخالفت نہ ہوئی کہ سنانا اللہ عزوجل ہی کی طرف سے ہوا۔ نہ وہ جلاتا نہ یہ ان کانوں سے سنتے۔ وصف موتی آیت میں ملحوظ

ہے یعنی میت جب تک میت ہے اُسے سُن نہیں سکتے۔ اور بعد اعادۂ روح اب
وہ میت ہی نہیں تو آیات کا اصلا محل ورود نہ رہا۔

اقول ہ۔ یہ تقریر کلام جانبین بحمد اللہ تعالیٰ سب تکلفات سے مجانب و منزہ ہے۔ اور اب ام المؤمنین پر وہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ جب علم مانتی ہیں سماع کیوں نہیں مانتیں۔ علم روح کے لئے ہے سمع جسمانی بحالت موت جسم کیونکر ہو۔ اور اب خود ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کہ امام احمد نے بسند حسن ان سے اس قصۂ بدر میں یوں لفظ روایت کئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما انتم باسمع لما اقول منھم۔ تم میرا فرمانا کچھ ان سے زیادہ نہیں سنتے۔

(جسے علماء نے بشرط محفوظی رجوع ام المؤمنین پر محمول کیا تھا کہ جب متعدد صحابہ کرام حاضران واقعہ سے روایت سنی انکار سے رجوع فرمائی) ممکن کہ اثبات سماع روح پر محمول ہو کر نفی و اثبات میں تنافی نہ رہے کہ شاذ و محفوظ کا قصہ چلے یعنی ام المؤمنین ان لفظوں پر انکار نہیں کرتیں۔ انہیں تو خود حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں بلکہ انکار اس معنی پر ہے جو اوروں نے سمجھے۔ یعنی سمع جسمانی نہ مانو کہ خلاف آیت ہے بلکہ مراد حضور سمع روح ہے میں بحمد اللہ تعالیٰ بعد اتضاح مراد اس کی حاجت نہیں رکھتا کہ قول ام المؤمنین کے جواب میں امام اسمٰعیلی و امام بیہقی و امام سہیلی و امام سبکی و امام عسقلانی و امام سیوطی و امام قسطلانی و مولینا قاری و شیخ محقق و علامہ زرقانی وغیرہم اکابر کے کلام نقل کروں۔ اگرچہ یہ سب اس وقت میرے پیش نظر ہیں۔ مگر ہاں امام عینی کی بعض عبارات نقل کروں گا کہ یہ وہی عینی شارح کنز ہیں۔ جن سے اس مسئلہ میں مخالف نے بھلا استناد کیا۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ما جاء فی عذاب القبر

لہ امام عینی کا بھی ایک کلام اس مسلک کی طرف ناظر فان ام المؤمنین لما وھمت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی حدیث تعذیب المیت ببکاء اھلہ و شبھت وھمہ فیہ بوھمہ فی حدیث القلیب قال العینی وجہ المشابھۃ بینھما حمل ابن عمر علی الظاھر والمراد منھما ای من الحدیثین غیر الظاھر اھ بید ان الاظھر من کلامھا رضی اللہ تعالیٰ عنھا ھو المسلک الاول واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ۔

یوں فرماتے ہیں:-

فان قالت ما وجہ ذکر حدیث ابن عمر وحدیث عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہم وھما متعارضان فی ترجمۃ عذاب القبر قلت لما ثبت من سماع اھل القلیب کلامہ وتوبیخہ لھم دل ادراکھم الکلام بحاسۃ السمع علی جواز ادراکھم الم العذاب ببقیۃ الحواس فحسن ذکرھما فی ھذہ الترجمۃ ثم التوفیق بین الخبرین ان حدیث ابن عمر محمول علی ان مخاطبۃ اھل القلیب کانت وقت المسألۃ ووقتھا وقت اعادۃ الروح الی الجسد وان حدیث عائشۃ محمول علی غیر وقت المسألۃ فبھذا یتفق الخبران۔

یعنی بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان لاشوں سے خطاب کیا اور فرمایا سنتے ہیں اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی حدیث کہ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جانتے ہیں دونوں اس باب عذاب قبر میں اسلیے ذکر کیں کہ جب انھوں نے حس گوش سے کلام سن لیا تو باقی حواس سے عذاب کا الم بھی ادراک کرلیں گے۔ اور ان حدیثوں میں موافقت یوں ہے کہ ابن عمر کی حدیث خطاب وقت سوال نکیرین پر محمول ہے اس وقت بدن میں روح آجاتی ہے۔ اور ام المومنین کی حدیث اور وقت پر محمول ہے جب بدن خالی رہ جاتا ہے یوں دونوں حدیثیں متفق ہوجائیں گی۔

دیکھو کیسی تصریح ہے کہ یہ سارا کلام ونقض وابرام سماع جسمانی کے بارہ میں ہے۔

اسی میں ہے:

قلت ھذا من عائشۃ یدل علی انھا ردت روایۃ ابن عمر المذکورۃ ولکن الجمھور خالفوھا فی ذلک وقبلوا حدیث ابن عمر لموافقۃ

یعنی میں کہتا ہوں یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ ام المومنین نے روایت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کو رد فرمایا۔ مگر جمہور علماء نے اس باب میں ام المومنین کا خلاف کیا۔

من رواه غیره۔	اور حدیث ابن عمر مقبول رکھی اور صحابہ نے بھی اس کے موافق روایت کی۔

اسی میں ہے:

سامعین باذان رؤسهم کما هو قول الجمهور۔	یعنی ان لاشوں نے وہ ارشاد اقدس اپنے جسمانی کان سے سنا۔ جمہور کا قول یہی ہے۔

جواب سوم جامع الجوابین۔

اقول: قول مشائخ کہ میت یا زید بعد موت نہیں سنتا۔ چار معنے کو محتمل کہ میت حقیقی[مقدا] بدن ہے اور روح پر بھی اطلاق کرتے۔ اور زید[مقدمہ] عرفی بدن ہے اور روح متعلق بالبدن بھی اس کے معنے بہرحال موضوع میں بدن و روح دو احتمال ہوئے۔ یوں ہی سماع[مقدمہ] عرفی سمع آلات بدن ہے۔ اور اس کے دوسرے معنے ادراک تام اصوات بروجہ جزئی اگرچہ بے ذریعۂ آلات تو محمول میں بھی دو احتمال ہوئے۔ اور حاصل ضرب چار،

١۔ بدن مُردہ کو سمع آلات نہیں۔

٢۔ بدن مردہ کو ادراک اصوات نہیں۔

٣۔ روح مردہ کو سمع آلات نہیں۔

٤۔ روح مردہ کو ادراک اصوات نہیں۔

اور[مقدمہ] ہمارے کچھ مخالف نہیں نہ مخالف کو اصلا مفید۔ کلام کے اگر وہی معنے ہوتے، ایک موافق ایک مخالف تو مخالف کو اس سے سند لانے کا کوئی محل نہ تھا۔ نہ احتمالی بات پر مشائخ کرام کو منکر سماع متنازع فیہ کہنا صحیح ہوسکتا نہ کہ تین احتمالات صحیحہ چھوڑ کر از پیش خویش چوتھا احتمال جما لینا اور کلام کو بزور زبان خواہی نخواہی اپنی سند بتا دینا کیسی بہالت واضح ہے۔

جواب چہارم:

مذہب حنفیہ میں معتزلہ بکثرت پیرے ہوئے ہیں۔ یہ مشائخ کہ برخلاف عقیدۂ اہلسنت منکر سماع ہیں وہی معتزلہ ہیں۔ یہ جواب سیف اللہ المسلول مولٰنا المحقق معین الحق فضل الرسول قدس سرہ نے تصحیح المسائل میں افادہ فرمایا۔

اقول ۶۔ کلام مشائخ سے استناد مخالف دو مقدموں پر مبتنی تھا۔ صغریٰ یہ کہ انکار سماع متنازع فیہ قول اکثر مشائخ حنفیہ ہے جس کے ثبوت میں وہ عبارات خمسہ پیش کیں۔ اور کبریٰ مطویہ مستورہ یہ کہ جو قول اکثر مشائخ حنفیہ ہے۔ فی نفسہٖ حق ہے۔ یا ہم پر اس کی تسلیم واجب ہے۔ تقدیر اول پر دلیل تحقیقی ہوگی اور دوسرے پر الزامی۔ بہرحال اس کا ثبوت کچھ نہیں۔ اگلے تین جواب ان کے صغریٰ کی نازبرداری میں تھے۔ یعنی کلامِ شیخ میں سماع متنازع فیہ کا انکار ہرگز نہیں۔ اب یہ جواب اور باقی اجوبہ کبرئے مستورہ کی خدمت گزاری کو ہیں کہ اگر مکابرۂ و اصرار و عناد و استکبار سے کسی طرح باز نہ آؤ اور خواہی نخواہی معانی صادقہ صحیحہ موافقہ احادیث صریحہ و عقیدۂ اہلسنت و کلمات آئمہ کرام و خود اقوال مشائخ اعلام کو چھوڑ کر بے دلیل بلکہ خلافِ دلائل واضح معنی کلام مشائخ ہی گھڑو کہ ارواحِ موتیٰ کو کسی طرح ادراک کلام نہیں ہوتا تو اب ہم ہرگز نہیں مانتے کہ اس قول کے قائل مشائخ اہلسنت ہوں، جن کے ارشاد ہم پر حجت ہوں۔ کیا مشائخ مذہب میں معتزلہ نہیں۔ درمختار کتاب النکاح فصل محرمات میں ایک مسئلہ کشاف زمخشری معتزلی سے نقل کیا۔ اس پر علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرمایا:

نقل ذلک عنه لان الزمخشری	یہ مسئلہ اس سے اسلئے نقل کیا کہ زمخشری
من مشائخ المذهب وهو حجة	مشائخ مذہب سے ہے اور اس کی نقل پر
فی النقل۔	اعتماد ہے۔

پھر یہ منع بے شاہد نہیں بلکہ اس کی صاف سند واضح موجود۔ خود یہی امام ابن الہمام جن کے کلام سے اکثر مشائخ کی طرف انکار سماع کی نسبت نقل کرتے ہوئے اسی کلام میں فرماتے ہیں کہ

"میرے نزدیک اکثر مشائخ کا تلقین موتی سے انکار کرنا اس پر مبنی ہے کہ وہ سماع موتیٰ سے منکر ہیں۔"

اور خود اسی کلام میں تلقین مذکور کو فرمایا:

"نسب الی اهل السنة والجماعة	اس تلقین کا مطلوب ہونا اہلسنت و جماعت

وخلافه الی المعتزلہ۔ کی طرف منسوب ہوا اور اس کا انکار معتزلہ کی طرف۔

اور کلام امام صفار سے صاف صریح تصریح گزری کہ منع تلقین مذہب معتزلہ ہے۔ کشف الغطا کا قول گزرا کہ جو تلقین نہیں مانتا معتزلی ہے۔ جوہرہ و در مختار کی عبارت گزری کہ اہلسنت کے نزدیک تلقین امر شرعی ہے۔ تو صاف ظاہر ہوا کہ یہ اکثر مشایخ منکران سماع وہی منکران تلقین معتزلی ہیں۔ یہ سند واضح بتفصیل تام تصحیح المسائل میں مذکور تھی۔ بایں ہمہ صاحب تفہیم المسائل نے موبہ زوری سے گئی نکی کہا:

"از اکثر مشایخنا کہ ابن ہمام مشایخ را نسبت بخود کردہ معتزلہ مراد گرفتن از بس مستبعد ست و در کلام کدامی اہلسنت چنین واقع نشدہ و ابن ہمام را معتزلی قرار دادن کار معترض است و آن مسئلہ کہ خلاف عقیدۂ حنفیہ اہلسنت باشد ران ہرگز علی الاطلاق نخواہند گفت کہ این قول علمائے حنفیہ است کما لایخفی علی من لہ ادنی رجوع الی الکتب پس ما دامیکہ وقوع لفظ اکثر مشایخنا در کلام اہلسنت و مراد بودن ازان معتزلہ ثابت نکنند چگونہ این توجیہ بمعرض تسلیم درآید۔

اقول:۔ اس ساری تطویل لاطائل کا صرف اس قدر حاصل بے حاصل کہ کلام اہلسنت میں اکثر مشایخنا سے معتزلہ کا ارادہ مستبعد و خلاف ظاہر ہے یہ کہنا اس وقت اچھا معلوم ہوتا کہ یہ تو علامہ معترض نے یوں ہی بے سند فرما دیا ہوتا کہ یہاں معتزلہ مراد ہیں یا آپ جواب سند سے عہدہ برآ ہو لیتے اور جب کچھ نہیں تو منع مؤید بسند واضح صرف استبعاد و مخالفت ظاہر سے مندفع نہیں ہو سکتا۔ ہر ادنیٰ خادم علم جانتا ہے کہ ظاہر صالح دفع ہے نہ حجت استحقاق تو اس سے مقدمہ ممنوعہ پر اقامت دلیل چاہنا جہالت کہ وہ محل استحقاق ہے اور مقام دفع میں اگر منع سند مقصود ہو تو اور سخت تر جہالت کما لایخفی علی اہل العلم۔ ہاں جواب سند کی طرف بھی ایک عجیب نزاکت سے توجہ کی فرماتے ہیں:

(حاشیہ: زور زوری تفہیم المسائل)

وانکار تلقین را نسبت بمعتزلہ بعض علمائے شافعیہ کردہ اند نہ حنفیہ چنانچہ
در برجندی نوشتہ ولا یلقن بعد الدفن عندنا وعند الشافعی یلقن و
زعم بعض اصحابہ انہ مذھب اھل السنۃ والاول مذھب
المعتزلہ وایشان انکار تلقین را مطلقاً نسبت بمعتزلہ کردہ اند نہ انکار
بخصوصیت این وجہ کہ سماع موتی را نیست کما زعم المعترض۔

اقول اوّلاً:۔ اس نابینائی کی کچھ حد ہے بھلا۔ جوہرہ و درّ مختار و کشف الغطا
وغیرہا تصانیف حنفیہ کو تُو آج کہہ سکتے ہیں کہ میرے پیشِ نظر نہ تحصین تخلیص الادلہ کی عبارت
تو خود ہی اپنے خصم کے کلام سے نقل کی کہ

"امام زاہد صفار کہ در طبقۂ ثانیہ از مجتہدین فی المذہب ست در کتاب تلخیص
الادلہ نوشتہ وینبغی ان یلقن المیت علی مذھب الامام الاعظم
والمقتدی المکرم ومن لم یلقن فھو علی مذھب الاعتزال۔"

یعنی امام اعظم و پیشوائے مکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر میت کو تلقین کرنی
چاہئے۔ جو تلقین نہ مانے معتزلی ہے۔ اور آنکھیں بند کرکے کہہ دیا کہ

"بعض شافعیہ زعم کردہ اند نہ حنفیہ"۔

مگر امام اجل مجتہد فی المذہب زاہد صفار کہ صرف دو واسطے سے امام ابو یوسف
و امام محمد کے تلمیذ رشید ہیں۔ سرکار کے نزدیک علمائے حنفیہ سے نہیں۔

ثانیاً:۔ شافعیہ کا نسبت کرنا حنفیہ کے نسبت کرنے کا کیا نافی و منافی ہے۔
کہ عبارت برجندی سے نہ حنفیہ بھی نکال لیا۔ خود سرکار اسی تفہیم کے ص۱۱۱ پر فرماتے ہیں:

"از تخصیص شی بذکر نفی عما عداہ لازم نیاید در توضیح نوشتہ تخصیص
الشی باسمہ لا یدل علی نفی الحکم عما عداہ"۔

انھوں نے کلام شافعیہ میں دیکھ کر اُن کی طرف نسبت کیا۔ اس سے کب لازم کہ حنفیہ
نے نسبت نہ کیا۔ اور بالفرض اُن کا لازم سخن یہ ہو بھی تو جب صراحۃً آنکھوں کے سامنے
اجلہ حنفیہ کی تصریحات موجود تو کیا بعض علماء کے کلام سے نفی مفہوم ہونا محسوسات کو

منافے گا قاعدہ اجماعیہ عقل ونقل میں تو مثبت کو نافی پر مقدم رکھتے ہیں۔ دو علمائے معتمدین سے ایک فرماتا حنفیہ نے ایسا نہ لکھا دوسرا فرماتا لکھا تو لکھنا ہی ثابت ہوتا کہ اس نے نہ دیکھا لہٰذا انکار کیا اور نہ دیکھنا کوئی حجت نہیں ومن علم حجۃ علی من لم یعلم نہ کہ ثبوت عیانی کو نفی بیانی سے دیدہ نادیدہ کردیں۔ یعنی اگرچہ ہم آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ اکابر علمائے حنفیہ نے لکھا مگر فاضل برجندی جو لکھ چکے ہیں کہ شافعیہ نے کہا لہٰذا مجبوری ہے اب حس ومشاہدہ کی تکذیب ضروری ہے۔ سچ ہے آدمی وہابی ہوکر جماد لایسمع ولایفہم ہوجاتا ہے۔

ثالثاً:۔ طرفہ جہالت یہ کہ مطلق انکار جانب معتزلہ منسوب ہے نہ اس خصوصیت سے تصحیح المسائل میں کب فرمایا تھا کہ انکار باین خصوص منسوب بمعتزلہ ہے۔ اے ذی ہوش! حاصل کلام تو یہی تھا کہ انکار تلقین مذہب معتزلہ ہے۔ اور امام ابن الہمام اس کا مبنی بیان فرماتے ہیں کہ یہ لوگ منکر سماع تھے۔ لہٰذا تلقین سے منکر ہوئے تو ظاہر ہوا کہ منکرین سماع معتزلہ ہیں۔ اگر سرے سے بخصوص انکار سماع جانب معتزلہ نسبت ہوتی تو اس توسیط کی کیا حاجت تھی۔ ویسے ہی نہ کہہ دیا جاتا کہ دیکھو انکار سماع قول معتزلہ بتایا گیا۔ ہاں اس پر ایک شبہ ہوتا تھا کہ بعض اہلسنت بھی تو منع تلقین کی طرف گئے[1]۔ اور جب اس کا مبنی وہ ہے تو یہ بھی اس کے قائل ٹھہریں گے۔ تصحیح میں اس وہم کے دفعہ کو توجیہ فرمادی کہ ان کا انکار انکار سماع پر مبنی نہیں بلکہ ان کے نزدیک تلقین کا بیکار یا نا ثابت ہونا ذی ہوش

[1] اقول۔ سابقاً مذکور ہوا کہ ظاہر الروایۃ سے منع ثابت نہیں اور امام صفار خود مذہب امام اعظم پر تلقین مانتے اور منکر کو معتزلی جانتے ہیں اور شک نہیں کہ معتزلہ قدیم سے شامل اہل مذہب ہیں اور انھیں پر بنائے جمادیت موتی انکار تلقین لازم۔ ابتداءً وہی لوگ اپنے مذہب فاسد کی بنا پر منکر تھے۔ لہٰذا امام صفار اس حصر پر حاکم بعد کو پورزمان بعض متاخرین اہلسنت نے کلمات مشائخ مذکورین میں انکار اور ظاہر الروایۃ میں عدم ثبوت دیکھ کر انکار کیا اور بعدم فائدہ یا عدم ثبوت سے رنگ توجیہ دیا۔ لہٰذا اب انکار دو طرف منقسم ہوگیا۔ بوجہ جمادیت خاص بمعتزلہ اور بعض اہلسنت کا بوجوہ دیگر جیسا کہ کلام امام نسفی وغیرہ سے گزرا۔ فاعلمہ نعنی ان لا یتجاوز الواقع عنہ۔

۱۲ منہ

اسے نسبت باین خصوص کا دعویٰ سمجھ لیا۔ یہ فہم سقیم اور ادعائے تفہیم ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ہذا وانا اقول:۔ وباللہ التوفیق سب این وآن سے در گزرے تو اب دلائل ساطعہ قاطعہ حاکم ہیں کہ یہ قطعاً مذہب معتزلہ ہے مثلاً حجت اسی کلام کا ہے یہی مفروض ہُوا رُوح میں۔ سماع سے کیا مراد لیا۔ ادراک مطلق۔ اگرچہ بے ذریعۂ آلات اور یہ مشایخ دلیل کیا لائے ہیں کہ وہ مردہ ہے بے حس ہے۔ فہم وادراک کے قابل نہیں۔ ہزار بار سن چکے ہو کہ رُوح کی نسبت ان اعتقادات سے اہلسنت پاک منزہ ہیں۔ یہ معتزلہ وغیرہم ضالین ہی کے خیالات بدمزہ ہیں۔ خود آپ ہی اسی تفہیم میں فرماتے ہیں:

"مذہب بعض معتزلہ آنست کہ میت جماد ست دران حیات وادراک نیست"۔

اور اُس میں فرمایا کہ

"بعض معتزلہ کہ از آیۂ کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور در انکار تعذیب استدلال میکردند عینی دریمیں شرح بجواب ایشان نوشتہ کہ عدم استماع مستلزم عدم ادراک نیست"۔

افسوس صاحب تفہیم المسائل کی بے ہوشی صـ۳۳ پر یہ اُن کہی بھی بلوا گئی:

"ہر چند بعضے گویند کہ شہداء راہم حیات مثل انبیاء بجسد است مگر این قول مختار اہل تحقیق نیست آنچہ تحقیق ست این ست کہ حیات انبیاء بسلامت جسد وروح ہر دو ست وحیات شہداء صرف ببقائے روح است بلکہ تخصیص شہداء نیز بایں معنی لغو ست زیرا کہ ارواح را مطلقاً خواہ روح شہید باشد یا رُوح عامہ مؤمنین یا رُوح کافر یا فاسق بایں معنی مُردہ نتوان گفت مردگی صفت بدنی است کہ شعور وادراک و حرکات وتصرفات بسبب تعلق روح باوے از وے ظاہر میشدند وحالا نمی شوند کذا فی التفسیر العزیزی وبعضی گویند کہ تحقیق ہمیں است کہ شہداء

صاحب تفہیم المسائل کی [illegible]

را ہم حیات مثل انبیاء بجسد است چنانچہ در تفسیر روض الجنان تحت آیۂ کریمہ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء می نویسد علماء در تفسیر آیت واحوال شہدا خلاف کردند عبداللہ بن عباس و حسن بصری گفتند ایشان زندہ اند بارواحہم واجسادہم بامداد و شبانگاہ روزی بایشان میرسد و ایشان خرم اند بآنچہ خدا بایشان میدہد چنانچہ در دیگر آیت فرمود من قولہ تعالیٰ یرزقون فرحین بما اٰتٰہم اللہ من فضلہ و بعضے دیگر گفتند ارواح ایشان زندہ باشد و روزی بر ایشان عرض میکنند بامداد و شبانگاہ چنانکہ بر ارواح آل فرعون آتش عرضہ میکنند فی قولہ تعالےٰ النار یعرضون علیہا غدوا و عشیا و علمائے محققان بیشتر بر قول اول اند۔ انتہی۔"

کیوں مُلّاجی اب سنت کی خبریں کہیے۔ جب اہلسنت کے نزدیک ہر فاسق و کافر کی روح زندہ ہے۔ موت صرف بدن کے لئے ہے اسی کے ادراکات زائل ہوتے ہیں، تو اب سماع موتٰی میں کیا مجال سقال رہی۔ جوابات سابقہ کی تقریر کیسی روشن طور پر ثابت ہوگئی۔ تفہیم المسائل کی ساری عرق ریزی کیسی خاک میں ملی۔ اب یہ کلام مشائخ جس میں موت و بے فہمی و بے حسی کی تصریحیں ہیں، روح پر محمول ہو کر مشائخ اہلسنت کا کلام نہ ہونا کیسا واضح و منجلی والحمد للہ العظیم العلی۔

اور عجیب لطیفہ یہ کہ ساتھ ہی خوش وقتی میں آکر تفسیر روض الجنان کی عبارت بھی نقل فرما گئے۔ جس نے رہی سہی ڈھول سے کھال بھی کھوئی اُس میں صاف تصریح ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس و حضرت امام حسن بصری واکثر علمائے محققین شہداء کے اجسام بھی زندہ مانتے ہیں۔ اور اسی کو ظاہر آیۂ کریمہ سے مؤید کیا اور بعض کی طرف سے اس کا جو جواب نقل کیا۔ بر ظاہر کہ نری تاویل ہی تاویل ہے کہاں۔ ارشادِ الٰہی میں یرزقون روزی دیئے جاتے ہیں، اور کہاں یہ معنی کہ روزی انھیں دیتے نہیں دکھاتے ہیں ع

تربت بنمایند و چشیدن نگذارند

اب تدارا اپنے انکاری دھرم کی ایک ٹانگ تو توڑیے۔ شہدا ہی کے لئے سماع ثابت ملنیے انھیں سے استمداد جائز جانیے کہ یہاں تو جسم و روح سب کچھ زندہ ہے کسی جھوٹے حیلے کی بھی گنجائش نہیں۔ جس طرح کہ تم خود اسی تفہیم کے ص۸۸ پر لکھ چکے ہو:

"در سماع انبیاء علیہم السلام کلامی نیست کہ ایشان را حیات حاصل است"

نیز ص۸۹ پر آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

"جواب دادند کہ چون انبیاء را حیات دنیاوی حاصل و جسد ایشان نیز باقی است لہٰذا محل استبعاد سماع و عرض نیست"

طرفہ بکف چراغی دیکھئے۔ عبارت تو یہ نقل کی اور دعویٰ وہ کیا کہ "بعضی گویند تحقیق ہمیں است" خیر وہ بعض ہی سہی اب اس اجماع کی تو خیر نہ رہی جو کمال وقاحت ص۹۳ پر فرمایا:

"بالجملہ از کتاب وسنت و اجماع امت ثابت کہ موتی را سماع حاصل نیست"

مگر تم کیا شرماؤ۔ ہر رنگ کی کہہ دینے کے قدیم دھنی ہو ص۸۸ پر یہی جو لکھ گئے:

"و آنکہ از عبارت مرقاۃ سماع سائر اموات سلام و کلام را و عرض اعمال اقارب بر ایشان در بعض ایام آرند جوابش آنکہ مراد از سلام و کلام سلام و کلام زائران است نہ دیگران"

سچ ہے بوکھلائے ہوؤں کا کیا کہنا ؎

وہ شرمائی ہوئی نظریں وہ گھبرائی ہوئی باتیں
نکل کر گھر سے وہ گھرنا ترا امیدوار میں

حجت ثانیہ: پھر شارح نے جب وقت سوال سماع مانا تو اس کی وجہ یہ بتائی کہ اب روح جسم میں دوبارہ آئی۔ جب کلام روح کی طرف آئیں تو اس جواب کا صاف یہ حاصل کہ روح جب تک بدن سے جدا تھی۔ بے حس و بے ادراک تھی۔ جسم میں آنے کے باعث اس وقت پھر مدرک ہوگئی۔ یہ صراحۃً بدن کو شرط ادراک ماننا

ہے کہ سو بار سُن چکے کہ یہ مذہب نامہذب معتزلہ ہے۔ اب یا تو اکثر مشائخنا کی طرف نسبت غلط مانیے تو اپنی ہی سند بگاڑیئے۔ اپنے ہی پاؤں میں تیشہ ماریے۔ ورنہ یقیناً قطعاً انہیں سے وہی معتزلہ مراد ہیں۔ بعد قیام حجّ قاطعہ کے حیلوں حوالوں تالے بالوں کی کیا گنجائش ہے۔ نہ اب اس سوال کا موقع کہ پھر یہ شراح اسے کیوں بے اظہار خلاف نقل کر لائے۔

اقول: ویسے ہی نقل کر لائے۔ جس طرح امام عبد الرشید بن ابی حنیفہ ولوالجی و امام طاہر بن احمد بخاری وغیرہما اجلہ کرام نے بشر مریسی معتزلی کا قول یوں نقل کر دیا گویا یہی اصل مذہب ہے۔ جس طرح علامہ محقق زین العابدین بن ابراہیم و نہامہ مدقق علاؤ الدین محمد دمشقی نے ابو علی جبائی معتزلی کا قول یوں ذکر کر دیا گویا یہی مذہب مشائخ ہے۔ جس کا بیان فائدہ جمیلہ فصل سیزدہم میں گزرا۔ خود انھیں امام ابن الہمام نے فتح القدیر باب نکاح الرقیق میں ایک مسئلہ محیط سے نقل کیا۔ پھر فرمایا:

"ھکذا توارد ھا الشارحون" شارحین یکے بعد دیگرے یوں ہی لکھتے چلے آئے۔

پھر فرمایا، یہاں مقتضائے نظر اس کے خلاف ہے۔ پھر اسے بیان کر کے فرمایا:

"ھٰذا ھو الوجہ وکثیرا ما یقلد الساھون الساھین۔" سخن موجہ یہی ہے اور اکثر ہوتا ہے کہ بھولنے والے بھولنے والوں کی پیروی کر لیتے ہیں۔

علامہ بحر نے بحر الرائق آخر کتاب البیوع باب المتفرقات میں ایک مسئلہ پر اعتراض کیا کہ اس میں مصنفین نے خطا کی اور یہاں خطا زیادہ قبیح واقع ہوئی۔ پھر فرمایا:

"وانا متعجب لکونھم تداولوا ھٰذہ العبارات متونا وشروحا وفتاوی ولم یتنبھوا لما اشتملت علیہ من الخطاء وتغیر الاحکام واللہ الموفق للصواب وقد" یعنی مجھے تعجب ہے کیونکر ان عبارتوں کو متون و شروح و فتاوی سب میں ایک دوسرے سے لیتے نقل کرتے چلے آئے اور اس میں خطا پر متنبہ نہ ہوئے کہ احکام بدلے جاتے ہیں۔ اور اللہ ہی صواب کی توفیق دینے والا

يقع كثيرا ان مؤلفا يذكر شيئا خطأ في كتابه فيأتي من بعده من المشايخ فينقلون تلك العبارة من غير تغيير ولا تنبيه فيكثر الناقلون لها واصلها لواحد مخطئ كما وقع في هذا الموضع ولا عيب بهذا على المذهب لان مولانا محمد بن الحسن ضابط المذهب لم يذكر على هذا الوجه وقد نبهنا على مثل ذلك في الفوائد الفقهية في قول قاضي خان وغيره ثم نبهت على ان اصل هذه العبارة للناطفي اخطأ فيها ثم تداولوها۔

ہے اور کبھی بکثرت واقع ہوتا ہے کہ ایک مصنف براہ خطا ایک بات اپنی کتاب میں ذکر فرماتا ہے۔ پھر بعد کے آنے والے مشایخ اسے ویسے ہی بلا تنبیہ نقل کرتے چلے جاتے ہیں تو اس کے ناقل بکثرت ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اصل میں ایک شخص کی غلطی تھی جیسا یہاں واقع ہوا اور اس سے مذہب پر کوئی طعن نہیں آتا کہ ہمارے سردار امام محمد محرر مذہب نے اس طور پر ذکر نہ کیا۔ اور اسی طرح کے ایک واقعہ پر ہم نے فوائد فقہیہ میں تنبیہ کی کہ امام قاضی خان وغیرہ یعنی صاحب خلاصہ و صاحب سراجیہ وغیرہم نے ایک حصر فرمایا اور وہ غلط تھا۔ پھر میں نے آگاہ کر دیا کہ یہ اصل خطا ناطفی سے واقع ہوئی۔ ان کے بعد مشائخ اسے یونہی نقل کرتے رہے۔

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالیٰ لہٗ اس قسم کا ایک واقعہ عظیمہ امام اجل ابو جعفر طحاوی کی طرف ایک ترجیح وافتا کی نسبت میں واقع ہوا جس میں تداول و توارد نقول آج تک چلا آیا۔ اور ہمارے زمانے تک کسی نے اس پر متنبہ نہ فرمایا یہانتک کہ سب میں متاخر محقق مبصر علامہ شامی کو بھی وہی راستہ بھایا مگر فقیر غفر لہ المولی القدیر نے بدلائل ساطعہ قاطعہ امام طحاوی کا فتوی نہ اس پر بلکہ قطعاً اس کے برعکس ہونا خود کلام امام محمد سے اٹھارہ نصوص و دلائل سے ثابت کر دکھایا اور اس بارے میں محض بغرض اظہارِ حق و حفظ مذہب و دفع تشنیع مخالفین ایک خاص رسالہ الزھر الباسم فی حرمۃ الزکوۃ

علی بنی ہاشم معرضِ تصنیف میں لایا وللہ الحمد حمداً کثیراً علی ما وھب من جزیل العطایا۔ ۱۳۰۷ھ

مانحن فیہ میں اگر کلام مشایخ کے یہ معنی ہوں جس سے موت دبے ادراک کی روح ثابت ہو تو یہاں تو امر آسان تر ہے کہ اصل مسئلہ میں کوئی وقت نہیں۔ صرف بیان دلیل میں محض بے حاجت یہ تخلیط واقع ہوئی اس تقدیر پر یہاں بھی قطعاً جزماً یہی ہوا کہ مشایخ مذہب سے معتزلہ نے یہ دلیل ذکر کی۔ پھر بعض مشایخ اہلسنت نے سہواً انقل کردی۔ پھر نقول در نقول ہوتی چلی گئیں۔ تنقیح و تنبیہ کی طرف توجہ رہ گئی۔ اب متاخرین اکثر مشایخنا کہاہی جا ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خود ان علمائے اعلام اہلسنت کے کلام جابجا اس کے خلاف واقع ہوئے جس کے پچیس شواہد دلیل اُمین سُن چکے۔ یہاں سہواً معتزلہ کا قول لکھ گئے تھے اور خود یہیں اور دیگر مواقع میں جا بجا اپنا عقیدۂ حقہ متعدد وجوہ سے ظاہر ہوا وللہ الحمد۔

کیوں ملّاں تفہیمی صاحب! اب اپنے اعذار باردہ و استبعادات کاسدہ دیکھئے کدھر گئے۔ وباللہ التوفیق۔

اور حقیقتہً یہ سب تمہاری خوبیاں ہیں۔ نہ تم معانی حقہ صحیحہ صادقہ چھوڑ کر بزورِ زبان و زور و بہتان یہ معنے باطل گڑھو۔ نہ اس حجاب کی حاجت ہو انصافاً اپنے استبعادوں کو آپ ہی بیٹھ کر رو دو۔ ہمارے نزدیک نہ مشایخ کرام نے خطا کی نہ ان کا کلام حاشا کسی عقیدۂ اہلسنت نہ اپنے کسی کلام دیگر کے معارض نہ یہاں باہم متناقص جس کی تحقیق قاہر اوپر سن چکے۔ وللہ الحمد۔

جلیلہ عظیمہ:۔ رہی ملّاجی کی پچھلی نزاکت کہ

"انکار سماع موتیٰ بطوریکہ ما می کنیم مذہب معتزلہ فہمیدن محض غلط است زیراکہ مذہب بعض معتزلہ آنست کہ میت جماد است دران حیات وادراک نیست پس تعذیب آن محال است و اہلسنت گویند کہ ہر چند در میت حیات نیست مگر جائز ست کہ خدائے تعالیٰ دران نوعی از حیات

ملّاجی تفہیم المسائل کی پچھلی نزاکت

بقدر ادراک الم عذاب ولذت تنعم عند الایلام والتعذیب پیدا کند وآں مستلزم سماع نیست۔"

ہمارے کلمات سابقہ کے ناظر پر اس عذر بدتر از گناہ کی حقیقت خوب منکشف ہے پھر بھی ملاجی کی خاطر کیجیے کلام کو چند عوائد جلیلہ سے ترصیف تازہ دیجیے۔ اور باذنہ تعالٰی ازالۂ ہر گونہ اوہام کا ذمہ لیجیے۔

فاقول :- وبحول اللہ اصول

عائدۂ اولٰی نجدی صاحبو! ناحق اہلسنت کا دامن پکڑتے اور اپنے مذہب کی جان زار کے پیچھے پڑتے ہو۔ اہلسنت کے یہاں تمھاری گزر نہیں وہ کہ وقت تعذیب تنعیم وتعذیب اعادۂ حیات کاملہ خواہ ناقصہ مانتے ہیں۔ بدن کے لئے مانتے ہیں نہ روح کے لئے کہ وہ تو ان کے نزدیک مرتی ہی نہیں۔ اگر تم لوگ صرف سماع جسم یا سماع جسمانی بذریعۂ آلات جسم کے منکر اور سماع روح بے توسط بدن کے معترف ومقر ہوتے تو ضرور اہلسنت سے موافق اور ان کے اس مسئلہ سے انتفاع کے مستحق ہوتے۔ مگر یوں خلاف ہی کب باقی رہتا۔ یہ تو خاص ہمارا مذہب وعین مراد چشم ما روشن دل ما شاد تھا۔ مگر حاشا تم ہرگز اسکے قائل نہیں۔ اس میں تمھارا مطلب کہ اولیائے مدفونین سے طلب دعا پتھر کو ندا ہے، کب بر آتا۔

کیوں ملاجی! ذرا نگاہ رو برو، کیا آپ وہی نہیں ہیں جو اسی تفہیم کی اسی مبحث میں بکمال وقاحت وشوخ چشمی اپنا مذہب نامہذب بزور زبان بنانے کے لئے ایک گڑھی ہوئی فرضی کتاب خیالی تصنیف "غرائب فی تحقیق المذاہب" سے سند لائے۔ اور اس کی وساطت سے سیدنا امام اعظم وہمام اقدم رضی اللہ تعالٰی عنہ پر جیتی افترا اٹھائے۔ آپ اگر یہ خیالی علماء گڑھ لینے، فرضی کتابوں کی ساختہ عبارتیں پیش کر دینے کے نخچتہ ماہر کار

۱؎ شش نامر ناکہانی جس کے مطالبہ پر بکمال حیاداری صاف کہہ دیا۔ گو نامر فاکہانی نباشد کلام در کلام است ۱۲ منہ

۲؎ خش القول المعتمد فی الکلام مع عمل المولد جس میں تک بھی ٹھیک ملانی نہ آئی۔ معتمد بفتح میم اور مولد بکسر لام اور مولد ہے یا اسمیں کلام کی جگہ عمل مولد کے ساتھ گفتگو در کلام ہے " باحیا باش وانچہ خواہی کن ۱۲ منہ

ہیں۔ جن کے حال صواعق و تفہیم و غایۃ الکلام کے مطالعے سے آشکار ہیں۔ بعض احباب فقیر نے خاص آپ حضرات کی ایسی ہی دیانتوں کے بیان میں رسالہ "سیف المصطفٰی علی ادیان الافتراء" لکھا۔ اور اُس میں ایک سو ساٹھ دیانات کبرائے طائفہ کو جلوہ دیا مگر اس گرہٹ کی ابتداء شاید سرکار سے نہ ہو۔ تفہیم سے پہلے ایک سہسوانی وہابی صاحب رسالہ سراج الایمان میں اس کے بادی ہوئے ہیں۔ بہرحال یہ گندی بو کا عطر فتنہ سہسوان کی گھانی سے ہو یا قنوج کی، ذرا ایمان ایمان سے بتائیے کہ آپ حضرات کی اس خانگی ساخت پر دنیا میں کوئی اور بھی مطلع ہے؟ کہیں اس کتاب کا نام و نشان بھی ہے؟ کسی اور نے بھی اس سے استناد کیا یا کہیں اس کا نام لیا ہے۔ اللہ اللہ صدہا سال سے مسئلہ سماع و مسئلہ استمداد زیر بحث رہے۔ صدہا کتابوں میں ان کے بیان آئے۔ آج تک کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ کہ خود امام مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان میں نص صریح موجود رہے۔ اب گیارہ سو برس بعد ان حضرات کو امام کا ارشاد معلوم ہوا۔ اور وہ بھی کس کتاب میں جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے اس کا نام سنا۔ خیر اب تو یہ باحیا متدین حضرات کب کے مرکر جاد لایفہم بلا تکلم ہوگئے۔ اہلسنت نے اُن کی حیات ہی میں مطالبہ کیا تھا کہ حضرات یہ ساختہ عبارت فتاویٰ غرائب میں تو ہے نہیں۔ جواب دیا کہ یہ اور رسالہ "غرائب فی اختلاف المذاہب" ہے اور کبھی کہا "فی تحقیق المذاہب" ہے۔ عرض کی گئی۔ آپ کے پاس ہے یا کہیں اور دیکھا۔ کہا مفتی سعد اللہ صاحب کے یہاں ہے۔ مفتی صاحب مرحوم سے پوچھا گیا۔ انھوں نے فرمایا میں اصلاً اس کتاب سے واقف نہیں۔ اللہ اللہ! حیا کا پایا، یہاں تک پہنچا اور پھر ؏

عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیئے

مقدس متدینوں کو عبارت بھی گھڑنی نہ آئی۔ سہل سہل محاورہ و قواعد کی مطابقت نہ پائی۔ اُس کے الفاظ و بندش کی رکاکت خود ہی کافی شہادت ہے کہ بے علم ہندیوں کی اوندھی گھڑت ہے۔ عبارت حاشیہ پر ہے۔ ہر صاحب ذوق سلیم دیکھے اور داد انصاف دے۔

لہ در غرائب فی تحقیق المذاہب مرأی الامام ابو حنیفہ من یاتی القبور باھل لصلاح فیسلم ویخاطبہم ویقول یا اھل القبور ھل لکم من خبر وھل عندکم من اثر انی اتیتکم ونادیکم من شہور (باقی آگے)

بعض اصحاب فقیر سلمہم اللہ تعالیٰ نے ایک لحیم شحیم وہابی ہیڈ مولوی کے رد میں مبسوط رسالہ "نشاط المسکین علیٰ حلق البقر السمین" ۱۳۰۲ھ لکھا۔ اُس میں اس عبارت غرائب کی دھجیاں بروجہ احسن اڑا کر اخیر میں ملّا قنوجی کے اسے نقل کرکے انتہٰی لکھ دینے پر عجیب لطیفہ لکھا ہے۔ جس کا ذکر خالی از لطف نہ ہوگا۔ قال سلمہ اللہ تعالیٰ ابھی سے انتہٰی لکھ دی۔ اسکے بعد تو فرضی صاحب غرائب نے اس قول کی محدثانہ سند گھڑی ہے:

"حیث قال بعد ما نقلتم حدثنا بذلک المعدوم بن مسلوب العدمی[1] ثنا ابو الفقدان الخیالی ثنا موھوم بن مفروض اللیسی ح بنا الکذاب بن المفتری نا الوضاع الزوری انا من[2] لا یثق بہ الا نجدی کلاھما عن ابی التلبیس الضلالی من بنی ضلال قبیلۃ من بنی المختلق قال سمعت ھاتفا من الھواء یھتف بذلک فلا ادری احفظت ام نسیت لکن اشھد ان الذی یحدثکم بھذا کذاب مبین؟"

ہم کہتے ہیں الکذوب قد یصدق بیشک یہ پچھلا فقرہ اُس نے سچ کہا، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اھ۔ کلامہ سلمہ ربہ۔

بقیہ سابقہ:-

ولیس سوالی منکم الا الدعاء فھل عندکم ام غفلکم فسمع ابو حنیفۃ یقول مخاطبۃ لھم فقال ھل اجابوا لک قال لا فقال لہ سحقا لک وتربت یداک کیف تکلم اجسادا لا یستطیعون جوابا ولا یملکون شیئا ولا یسمعون صوتا وقرأ وما انت بمسمع من فی القبور انتہٰی ۱۲ تفہیم المسائل ۱۳ جو لفظ سرخی سے لکھے ہیں تفہیم میں یوں ہیں۔ انھیں کوئی غلطی ناسخ سمجھے۔ نہ وہ ناسخ تفہیم کی خطاء ہیں۔ بلکہ خود مصنف تفہیم وضاع اصل کی۔ اسلئے کہ غلطنامہ تفہیم میں بھی ان کی تصحیح نہ کی۔ اور تفہیم مترجمہ میں ہے۔ احتمال غلطی کاتب ہم ترجمہ اور صحیح نامہ ہر غلطنامہ کتاب مطبوعہ ہم بغلطی این لفظ تعرض نگردہ اھ بھلے مانس کو منطق وتقوہ و یذکر ویوت ویشانہ ویجار وغیرہا یاد نہ تھے۔ ورنہ انھیں بھی بخاطب وتکلم ویقول کے ساتھ ملحق کر دیتا ۱۲ منہ۔

[1] ھذا وان کان نیصہ الکن لا یغیر انہ فی المتابعات فقد رواہ ——— الضلالی موھوم مفروض کما سمعت ——— بن مفقود واخرون

اچھا سب جانے دو اگر سچے ہو تو کہہ دو کہ ہاں مردے احیاء کا کلام ضرور سنتے ہیں مگر نہ گوش بدن بلکہ قوت روح سے۔ کیا تم اسے کہہ سکتے ہو ہرگز نہ کہو گے۔ اب پردہ کھل گیا اور صاف ادراک روح کا انکار ظاہر ہوا اور اپنے اسی دعوی پر کلام مشائخ ڈھالا۔ اور وہ موت دبے ادراکی و بے حسی کا سارا نزلہ روح پر لاڈالا۔ تو اب کیا محل انکار ہے کہ یہ قطعاً مذہب معتزلہ فجار ہے۔ رہا یہ کہ وہ منکر عذاب ہیں۔ تم قائل عذاب اس تفرقہ سے تمہارا اُن کا وہ اتفاق زائل نہیں ہوتا۔ مثلاً کوئی پورا وہابی اپنی نیچریت کے تور میں دعوی کر بیٹھے کہ سیدنا عیسٰی نبی اللہ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ ضرور سولی دیئے گئے۔ یہود عنود نے انھیں قتل کیا تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ تیرا یہ قول مذہب نصاریٰ ہے۔ کیا وہ اس کے جواب میں کہہ سکتا ہے کہ سولی دیا جانا جس طرح وہ مانتا ہے مذہب نصاریٰ سمجھنا محض غلط ہے۔ اسلئے کہ مذہب نصاریٰ یہ ہے کہ وہ کفارہ ہونے کیلئے سولی دیئے گئے۔ معاذ اللہ۔ تین دن جہنم میں رہ کر خدا کے داہنے ہاتھ پر جا بیٹھے اور وہ شخص کہتا ہے کہ ہر چند سولی دیئے گئے۔ مگر کفارہ وغیرہ خرافات ہیں۔ کیا اس فرق کے سبب اس کا وہ قول مذہب نصاریٰ ہونے سے خارج ہو جائے گا۔

عائدہ ثانیہ:۔ و کانہا الادنیٰ بعبارۃ اخصر میت میں حیات نہیں اس سے مراد روح ہے یا بدن اگر بدن تو بحث سے محض بیگانہ اور اگر روح تو تم ہی مان کر اہلسنت سے خارج و بری اور ان کی طرف اس کی نسبت کر کے کذاب مفتری ہوئے۔ اہلسنت ہرگز روح کو بے حیات نہیں مانتے۔ اگر کہیے موت مجازی تو مانتے ہیں۔

اقول:۔ ہاں مگر اس کا اثر ادراکات روح پر اصلاً نہیں۔ کما مر مرارا خود ملا جی کی عبارت بے ہوشی مظہر حوالہ تفسیر عزیزی ابھی گزری اور تم صراحۃً وہ موت مان رہے ہو جو نافی و منافی ادراک ہے۔ اسی کو کلام مشائخ سے نقل کرتے اور اسی پر انکار سماع کی بناء رکھتے ہو تو قطعاً موت حقیقی مراد لیتے ہو، اور اُسے روح کیلئے ماننا یہی اعتزال

لہ وہابیت کا کمال ہی نیچریت ہے ۱۲ منہ

ہے۔ اگر کہیے معتزلہ تو روح کے لئے موت منافی مطلق ادراک مانتے ہیں۔ ولہٰذا عذاب قبر محال جانتے ہیں۔ اور یہاں مراد وہ موت ہے جسے صرف ادراک صور وامواتِ دنیاوی سے تنافی ہو نہ برزخیہ سے۔

اقول اولاً:۔ یہ تخصیص محض بے دلیل وباطل ہے موت بھی مانو منافی ادراک بھی جانو۔ جیساکہ کلام مشائخ میں مصرح ہے۔ پھر اُسے ادراک بعض دُون بعض سے خاص کرو یہ جہل اقبح ہے۔ موت کہ منافی ادراک ہے۔ ہر ادراک کے منافی ہے اور نہیں تو کسی کی نہیں۔ خود اسی تفہیم المسائل میں براہ جہالت اپنی سند سمجھ کر نقل کیا:

"در مدارک نوشتہ توفیہا اماتتہا وھوان یسلب ماھی بہ حیۃ حساسۃ دراکۃ"

پھر لکھا:

امام راغب در مفردات گفتہ کہ الموت زوال القوۃ الحساسۃ۔

کیوں حضرت جب رأسا حس وادراک کی قوت ہی زائل ہوگئی مدرکہ ہی چل دی تو اب ادراک بعض کاہے سے ہوگا یارب یہ موت کونسی کہ آدھی کی شنوا آدھی سے بہری۔ آدھی کی بینا آدھی سے اندھی۔ ایک فرد ادراک بھی باقی ہے تو حیات ثابت ہے۔ اور موت منتفی کہ حیات باجماع عقلاً شرط ادراک ہے اور موت منافی مشروط۔ نہ بے شرط متحقق ہوگا نہ منافی منافی سے ملتصق۔

ثانیاً:۔ یوں بھی اعتزال سے مفر کہاں۔ جب باوصف موت ادراکات امور برزخ علم وسمع وبصر باقی مانے تو اور معتزلہ کا مذہب نہ سہی طوائف معتزلہ سے فرقہ صالحیہ کا مشرب سہی۔ جس کا ذکر آپ نے اسی تفہیم المسائل میں بشدت سفاہت

نفی ادراک میں تخصیص و تعمیم کا رد

۱؎ صحیح ہمچناں است و در تفہیم المسائل این را ماہی بختہ ساختہ و در غلط نامہ ہم بہ تصحیحش نہ پرداختہ پر غلط است ۱۲ منہ۔

۲؎ ای ومن خالف فقد خرج من المعقول فکان لم یبق من اھل العقول وھم الشرذمۃ الذلیلۃ الصالحیۃ ۱۲ منہ۔

مقابل اہلسنت کیا تھا کہ

"درشرح مواقف نوشتہ کہ تجویز قیام علم وقدرت وارادہ وسمع وبصر میت مذہب فرقہ صالحیہ از معتزلہ است":

ذی ہوش کر اتنی نہ سوجھی کہ اہلسنت نے کس دن موصوف بالموت موصوف بالادراک مانا تھا وہ تو جس کے لئے ادراکات مانتے ہیں اُسے ہرگز میت نہیں کہتے، ہمیشہ زندہ جانتے ہیں۔ نہ ہاں اب آپ نے روح کو بھی میت مانا اور عذاب قبر ٹھیک کرنے کیلئے ادراکات برزخیہ بھی ثابت کئے۔ یہ عین مذہب طائفہ صالحیہ ہے۔ وہ بھی اسی طور پر قائل عذاب قبر ہوئے ہیں۔ اسی مستخلص الحقائق مستند مائۃ مسائل کی عبارت جواب اول کی دلیل ہفتم میں گزری کہ صالحی کے نزدیک میت باوصف موت معذب ہوتا ہے نیز اسی کفایہ کی اسی بحث میں ہے:

"عن ابی الحسن الصالحی یعذب المیت من غیر حیاۃ اذ الحیاۃ عندہ لیست بشرط لثبوت العلم۔

نیز وہی امام عینی عمدۃ القاری میں بعد ذکر مذہب صالحی فرماتے ہیں:

"وھذا خروج عن المعقول لان الجماد لا حس لہ فکیف یتصور تعذیبہ۔

اگر کہئے ہم یہ ادراکات بعود حیات مانتے ہیں۔ بخلاف صالحی۔

اقول:۔ ذرا ہوش میں آکر۔ بھلا اس عود حیات سے پہلے بھی روح کو ادراک امور برزخیہ تھا یا نہیں۔ اگر نہیں تو حجاب منکشف اور عذر منکشف ثابت ہوا کہ تم نے روح کو وہی موت مانی جو منافی مطلق ادراک ہے۔ اب عام معتزلہ میں جاملے۔ اور اگر ہاں تو عود حیات کا حیلہ اٹھ گیا۔ روح میت بحال ممات بعود حیات صاحب ادراکات تھی۔ اب معتزلہ صالحیہ میں جاملے مفر کدھر۔ کیا یاد کرو گے کہ کسی سے پالا پڑا تھا۔ ہاں بفراسن میں ہے کہ ان سب اقوال وابحاث کو درباره بدن مانیے۔ اور روح کو اس تمام بردوبات سے پاک ومحفوظ جانیے۔ بدن ہی کو مشایخ مردہ وبے فہم کہتے۔ اور

اسی کے سماع بحالِ موت سے انکار رکھتے ہیں۔ اب ٹھکانے سے آگئے۔ مگر ہیہات کہاں تم اور کہاں حق کا قبول۔ واللہ المستعان علیٰ کل مستکبر جہول۔

ثالثاً: صریح جھوٹے ہو کلام مشائخ میں نشانِ تخصیص مفقود بلکہ اس کے بطلان پر تنصیص موجود کیا انھوں نے موت کو منافی ادراک بتا کر شبہہ عذابِ قبر وارد نہ کیا۔ کیا عودِ حیات سے اُس کا جواب نہ دیا۔ کیا خود ملا تفہیمی نے اپنے پاؤں میں تیشہ زنی کو نہ کہا کہ

"مقصود فقہاء نفی سماع عرفی و تحقیقی مقصودمی بود حاجت جواب دادن از مسئلہ عذاب قبر نبود"

فہل ھذا الا توجیہ بما لا یرضی بہ قائلہ۔

تو قطعاً ثابت کہ وہ اس موت کو منافی مطلق ادراک مانتے اور اس کے ہوتے امورِ برزخ کا ادراک بھی منتفی جانتے ہیں۔ تو جب کلام روح پر محمول ہوا قطعاً آفتِ اعتزال سے نامعزول ہوا۔

عائدۂ ثالثہ: بحمد اللہ تعالیٰ یہاں سے واضح ہوا کہ عدمِ ادراک امور دنیویہ میں عذرِ باطل حجاب و حائل خشت و گل اور ملا تفہیمی صاحب کا عذر طمطراق اشتغال و استغراق کہ صـــ ۶۲، ۶۳ میں لکھا:

"ارواح طیبہ مجردہ از ابدان بجہت اشتغال عبادت رب حقیقی و استغراق بکیفیت آن التفات باکوان و حوادث این عالم ندارند۔"

ف: عذر حائل و حجاب و استغراق کا رد

محض مہمل و ناروا و باد در ہوا تھے۔

اقول: جب تم لوگ کلام مشائخ سے مستدل اور اُس کے اس معنی محال پر حامل ہو تو تمہیں ان اعذار باردہ کی کیا گنجائش۔

اولاً: مشائخ تو نفس موت کو منافی ادراک اور اس کی وجہ انتفائے اصل قوت حساسہ و درّاکہ مان رہے ہیں۔ اور ان اعذار کا یہ حاصل کہ قوت مدرکہ تو موجود و کامل مگر حجاب حائل یا التفات زائل۔

ثانیاً: وہ اس موت کو منافی مطلق ادراک سے بے تخصیص امور دنیویہ جان رہے ہیں اور تمہارے اعذار انھیں امورِ خارجیہ سے خاص۔

ثالثاً: حائل وحجاب بدن پر ہے اور کلام روح میں۔

رابعاً: پردہ و میلولت صرف مدفون کے لئے ہے۔ صرف بعد دفن صرف تا عدم انکشاف اور کلام عام بلا خلاف۔

خامساً: تمہارے حاجب وحائل کا پردہ تو اسی دن چاک ہو چکا جس دن مشائخ نے وقت سوال سماع آواز نعال تسلیم کیا۔ اور ملا تفہیمی نے " در وقت سوال و جواب ہمہ قائل سماع اند" کا مژدہ دیا۔

سادساً: عبادت سے اشتغال اور اس کی کیفیت میں استغراق تو سب اموات کو عام نہ مانیے گا۔ یوں کہئے کہ منعم ہے تو لذت نعمت یا معاذ اللہ معذب ہے تو عذاب کی شدت میں مستغرق ہونا مانع سماع ہے۔

میں کہتا ہوں اس لذت یا الم کی حالت میں سماع محال ہے یا ممکن بر تقدیر اول دلیل استحالہ ارشاد ہو اور زیادہ تفصیل چاہئے تو مقصد اول نوع اول سوال اول کی تقریر یاد ہو بر تقدیر ثانی ممکن کی جانبین وجود وعدم یکساں اور برزخ غیب اور غیب پر رجماً بالغیب حکم لگانا ضلالت وعیب امام الحرمین ارشاد میں ارشاد فرماتے ہیں:

"لا ینقدر الحکم بثبوت الجائز ثبوتہ فیما غاب عنا الا بسمع"

ﷺ تنبیہ اقول بقائے روح وادراکات روح بعد فراق بن گر استصحاب ناکافی سمجھ کر ہمیں مدعی بھی مانیے، تو یہ دعویٰ ایسے نصوص قواطع واجماع ساطع سے ثابت جس میں موافق مخالف کسی کو مجال تامل نہیں، آخر مخالفین بھی تنعیم وتعذیب وسائر ما کانت امور برزخیہ مانتے ہیں یہ اس کے بعد مسئلہ ناعیہ میں بداہۃً ظاہر ہمارے ساتھ ہے جب مدرک باقی ادراک باقی پھر جو نفی بعض مانے مدعی تخصیص وہ ہے دلیل پیش کرے اور اگر بالفرض بنظر ظاہر الفاظ عکس ہی مانیے تو ہمارا دعویٰ سماع ہے اور دلیل سمع۔ جسکا وجوب تسلیم واجب التسلیم اور جب مقصد دوم وسوم میں روشن ہو گیا تو کسی مقدمے پر منع کی گنجائش نہیں۔ اور دعویٰ پر تو منع کے معنے ہی نہیں خصوصاً بعد اقامت دلیل لاجرم یہ مدار بغصب منصب استدلال ہیں اور یہ باب بقانون مناظرہ وطائف منعکس ناخفظ تحفظ ۱۲ منہ۔

شرح عقائد نسفی میں ہے:

"القضایا منہا ما ھی ممکنات فلا طریق الی الجزم باحد جانبیھا فکان من فضل اللہ ورحمتہ ارسال الرسل لبیان ذلک۔"

تفسیر کبیر میں ہے:

"کل ما جاز وجودہ وعدمہ عقلا لم یجز المصیر الی الاثبات او الی النفی الا بدلیل سمعی۔"

لاجرم اشتغال کے سبب عدم سماع کا شگوفہ مہمل وبیکار ہو کر رہ گیا۔ اور شرع مطہر سے جداگانہ دلیل کی حاجت رہی کہ یہ تلذذ وتالم مانع سماع ہیں۔ اگر دلیل نہیں اور بیشک نہیں تو آپ کا خذلان وخسران ظاہر وعیاں، ورنہ وہ دلیل ہی نہ دکھائیے عبث وناتمام باتوں میں کیوں وقت گنوائیے۔

سابعاً:۔ اگر یہ اشتغال مانع سماع ہوتا۔ خواہ تمہاری ہوسات عاطلہ خواہ جہال فلاسفہ کے مقدمۂ باطلہ سے جس کی دھجیاں امام فخر الدین رازی وغیرہ علماء اڑا چکے کہ نفس آن واحد میں دو چیزوں کی طرف توجہ نہیں کر سکتا۔ تو واجب کہ اہل برزخ کو کلام ملائک کا بھی سماع نہ ہوتا کہ استغراق مانع کے آگے سماع سماع سب ایک ہے حالانکہ تالی قطعاً باطل ہے تو یونہی مقدم۔ غرض استغراق کو امور برزخیہ ودنیویہ میں فارق بنانا چاہا تھا، وہ خود محتاج فارق ہے۔

ثامناً:۔ العظمۃ للہ والفراغۃ الی اللہ، وہ موت کا تازہ صدمہ اٹھائے ہوئے روح جس کا ادنیٰ جھٹکا سو ضرب شمشیر کے برابر، جس کا صدمہ ہزار ضرب تیغ سے سخت تر۔ بلکہ ملک الموت کا دیکھنا ہی ہزار تلوار کے صدمے سے بڑھ کر۔ وہ نئی جگہ وہ نری تنہائی وہ ہر طرف بھیانک بیکسی چھائی، اس پر منکرین کا اچانک آنا، وہ سخت ہیبت ناک

لہ ابن ابی الدنیا عن الضحاک بن حمزۃ مرسلا عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ ۔ ۲ہ الخطیب فی التاریخ عن انس بن مالک عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والحارث بن ابی اسامۃ بسند جید عن عطاء بن یسار مرسلا ۱۲ ۔ ۳ہ ابو نعیم فی الحلیۃ عن واثلۃ بن الاسقع عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲

صورتیں دکھانا کہ آدمی دن کو ہزاروں کے مجمع میں دیکھے تو حواس بجا نہ رہیں۔ کالا رنگ[1]
نیلی آنکھیں[2] دیگوں[3] کے برابر بڑی۔ برق کی طرح[4] شعلہ زن، سانس[5] جیسے آگ[6] کی لپٹ،
بیل[7] کے سینگوں کی طرح لمبے نوکدار[8] دانت۔ زمین پر گھسٹتے سر کے پیچیدہ[9] بال۔ قد و قامت
جسم و جسامت بلا قیامت کہ ایک[10] شانے سے دوسرے تک منزلوں کا فاصلہ۔ ہاتھوں[11] میں
لوہے کا وہ گرز کہ اگر ایک بستی کے لوگ بلکہ جن[12] و انس جمع ہو کر اٹھانا چاہیں نہ اٹھا سکیں،
وہ گرج[13] کڑک کی ہولناک آوازیں۔ وہ دانتوں[14] سے زمین چیرتے ظاہر ہونا۔ پھر ان آفات
پر آفت یہ کہ سیدھی طرح بات نہ کرنا آتے ہی جھنجھوڑ[15] ڈالنا، مہلت نہ دینا۔ کڑکتی[16] جھڑکنی
آوازوں میں امتحان لینا۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ارحم ضعفنا یا کریم یا جمیل
صلّ وسلم علی نبی الرحمۃ وآلہ الکرام وسائر الامۃ آمین آمین یا ارحم الراحمین۔

---

[1] (حدیث ۱) الترمذی وحسنہ وابن ابی الدنیا والآجری فی الشریعۃ وابن ابی عاصم فی السنۃ والبیہقی عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۲) البیہقی فی عذاب القبر عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ [2] حدیث اول وسوم۔ ابن المبارک فی الزہد وابن ابی شیبۃ والآجری والبیہقی عن ابی الدرداء من قولہ ۱۲ [3] (حدیث ۴) الطبرانی فی الاوسط وابن مردویہ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ [4] (حدیث ۲، ۵) ابو یعلی وابن ابی الدنیا عن تمیم الداری (۶) و ابو داؤد فی البعث والحاکم فی التاریخ والبیہقی فی عذاب القبر عن امیر المؤمنین عمر (۷) وابن ابی الدنیا عن ابی ہریرۃ (۸) وهو وابو نعیم والآجری والبیہقی عن عطاء بن یسار مرسلاً کلہم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲
[5] حدیث پنجم ۱۲ [6] حدیث چہارم و پنجم ۱۲ [7] حدیث دوم و ششم و ہفتم [8] حدیث سوم ۱۲ [9] حدیث پنجم ۱۲ منہ [10] حدیث ششم و ہفتم ۱۲ [11] حدیث پنجم ۱۲ [12] حدیث دوم چہارم پنجم ششم ہفتم ہشتم ۱۲ [13] حدیث دوم ششم ہفتم ۱۲ [14] حدیث دوم و ہشتم [15] (حدیث ۹) احمد والطبرانی فی الاوسط والبیہقی وابن ابی الدنیا عن جابر (۱۰) وابن ابی عاصم وابن مردویہ والبیہقی بوجہ آخر عنہ (۱۱) والآجری فی الشریعۃ عن ابن مسعود کلاہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۱۲ منہ۔

ایسے عظیم وقت میں شاید آپ کا استغراقِ خیال تو یہی حکم لگائے کہ کھلے میدان میں توپ کی آواز بھی سننے میں نہ آئے مگر مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح حدیثیں ارشاد فرما رہی ہیں کہ ایسی حالت میں اتنے پردوں میں مردہ ایسی خفی آواز جوتوں کی پہچل سنتا ہے۔ جس کا تمہیں خود اعتراف ہے۔ اور وہی امام عینی مستند مانعِ مسائل شرح صحیح بخاری شریف میں فرماتے ہیں:

"فیہ ذھول عما ورد فی بعض الاحادیث ان صاحب القبر کان یسأل فلما سمع صریر السبتیتین اصغی الیہ فکاد یھلک لعدم جواب الملکین فقال لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم القھما لئلا تؤذی صاحب القبر ذکرہ ابو عبد اللہ الترمذی"

"یعنی اس قائل کو یاد نہ رہا وہ جو ایک حدیث میں آیا ہے کہ قبر والے سے سوال ہو رہا تھا، اتنے میں جوتوں کی پہچل اس نے سنی۔ ادھر کان لگائے۔ جواب میں دیر ہوئی۔ قریب تھا کہ ہلاک ہو جائے۔ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جوتا پہن کر چلنے والے سے فرمایا انہیں اتار ڈال کہ مردے کو ایذا نہ پہنچے۔ یہ حدیث امام ابو عبد اللہ محمد ترمذی نے ذکر فرمائی"

اور پھر وہ سننا بھی کاہے سے گوش سر سے جس کا ادراک بنسبت ادراکِ روح بہت قاصر و مقصور تو بداہۃً ثابت کہ احوالِ برزخ آپ کے اوہام عادیہ سے منزلوں دُور اور عاداتِ معہودۂ دارِ دنیا پر اُن کا قیاس باطل و مہجور۔

فائدۂ رابعہ:۔ ادراکاتِ رُوح مشروط بجسم ہیں یا نہیں علی الاول مستمع اعتزال و علی الثانی تعلقاتِ بدنیہ کی کمی بیشی سے اُس کے ادراکات میں تفاوت کس لیے توضیح مقام یہ کہ وہ جو ملا تفہیمی نے اہلسنت سے نقل کیا کہ ادراکِ الم و لذت کے لئے وقت تنعیم و تعذیب (جسے وقت ایلام و تعذیب کہا اور ان کے نصیبوں لذت کے حصے کا بھی الم ہی رہا)۔ ایک نوع حیات میت میں آجاتی ہے۔ اور اس سے سماع لازم نہیں وقطع نظر اس سے کہ فقرۂ آن مستلزم سماع نیست عبارات مستندہ میں نہیں) یہ قول اہلسنت بھی قطعاً بدن ہی کے حق میں ہے کہ قبر میں عودِ حیات اُس کیلئے ہوتا ہے اور

اگر حدوث زیادت تعلق بالبدن وقت انعام وایلام وسوال کو رُوح کے لئے عود حیات سے تعبیر بھی کیجئے تو اس سے اگر فرق پڑے گا تو ادراکات جسمانیہ میں جس کا حاصل تفاوت اہلیت بدن کی طرف آئل مگر اہل سنت کے نزدیک ادراکات رُوح بدن پر موقوف نہیں تو وُہ ان تعلقات حادثہ سے پہلے بھی ویسے ہی مدرکہ عالمہ مبصرہ سامعہ تھی، جیسی ان کے بعد یہ تفاوت کہ ایک نوع حیات ملتی ہے جس سے ادراک لذت والم تو ہو اور سماع نہ ہو وہاں ناشی نہیں۔ آخر یہاں گھٹا بڑھا کیا یہی بدن سے تعلق پھر اس سے ادراکات روح کو کیا علاقہ تھا کہ اُس کے تفاوت سے وہ متفاوت ہوں بخلاف بدن کہ اُس کے ادراکات بنفسہ نہیں بلکہ تعلق روح ہی کے باعث ہیں۔ اور تعلقات متفاوت تو وقت مفارقت سلب کلی ادراک ہوگا۔ اور جتنا تعلق بڑھتا جائے گا ادراک بڑھے گا۔ لہٰذا ممکن کہ تعذیب وتنعیم کے لئے تعلق کے مدارج متوسطہ سے وُہ درجہ دیا جائے کہ بدن صرف ادراک لذت والم کا آلہ قرار پائے۔ اُس کے ذریعہ سے سماع وابصار ہاتھ نہ آئے۔ اور سوال وکلام کے لئے اس سے اعلیٰ درجہ ملے جسکے باعث سمع بدن کا بھی رستہ کھلے اور وجہ وہی کہ یہ سب متعلق امور روح وجسم دونوں سے متعلق ہیں۔ تنعیم وتعذیب میں مشارکت بدن کو صرف اسی قدر درکار اور سوال میں شرکت کو سمع بھی مطلوب۔ غرض کلام اہلسنت بدن پر محمول کیجئے۔ اور یقیناً یہی ہے تو آپ کا مطلب فوت، محنت رائیگاں، اور خواہ مخواہ روح کے گلے باندھیے۔ تو ضلال اعتزال نقد وقت ہے مفر کہاں۔

بالجملہ بحمداللہ تعالیٰ توفیق الٰہی رفیق اہلسنت اور خذلان وحرمان نصیب اہل بدعت ہے۔ جو تیر اُن کی کمان سے وصل پاتے ہیں نصل سے پہلے اُنہی کے مُنہ پر پلٹا کھاتے ہیں۔ علمائے اعلام کے جتنے کلام بہزار جانکاہی اپنی دلیل بنا کر لاتے ہیں۔ وُہ اُنہی کے دشمن قاتل اور اہلسنت کے سچے دلائل بن جاتے ہیں۔ الحمدللہ اب ملاجی کا ہاتھ یکسر خالی ہوگیا۔ اس ساری بحث میں ان کی تمام چہ میگوئیوں کا حرف بحرف قلع قمع ہولیا۔

ملاجی اب تو ہمیں اجازت دیجئے کہ آپ ہی کے صفحہ عکس[1] حلق کے شکم زاد بول آپ ہی کے منہ پر پلٹ دیں کہ بیچارہ،

"تنوجی عیارہ پختہ جنون خام کارہ کہ از روی کیش خویش کورو کر بل حشت و بحر بلکہ از انہم بتر شدہ است۔ تصور اینکہ من ہر چہ خواہم نگاشت علماء مؤمنین بران اعتماد خواہند ساخت ہر چہ در شکم داشت۔ از دہان برآورد افسوس کہ ماصرو ہان رعایت این بیچارہ کہ شبہا دریں باب محنت کشیدہ بکردہ تغلیط وی ظاہر کردیم پس این معاملہ طشت از بام شد۔"

والحمد للہ رب العلمین وقیل بعدا للقوم الظلمین۔

جواب پنجم:۔ فرض کیا کہ وہ معتزلہ نہیں، مشائخ اہلسنت ہی ہیں۔ مگر یہ مسئلہ کچھ فقہیہ نہیں!۔ صاحب مأتہ مسائل کو اقرار ہے کہ فقہ سے جدا متعلقہ باخبار ہے۔ سائل نے سوال کیا تھا:

سماعت موتی کلام احیا در شرع جائزاست یا گناہ کدام گناہ آپ اس کے جواب میں اظہار علم فرماتے ہیں کہ عادت وتکیہ کلام سائل آنست کہ در ہر جامی پرسد جائزاست یا گناہ کدام گناہ درینمقام پرسیدن باین عبارت نمی سزد زیرا کہ جواز وگناہ در افعال و اعمال شرعی وایں متعلق باخبار است[illegible]

اور جب مسئلہ علم فقہ سے ہی نہیں تو حنفیت و شافعیت کی تخصیص یا تقلید بعض یا اکثر مشائخ سے اسے تعلق یعنی چہ متعلق باخبار ہے۔ اخبار و احادیث کے خلاف غیر ماخذ سے اخذ کیا معنے غرض تمہید یہ اٹھا کر برخلاف نصوص صریحہ احادیث صحیحہ جواب یوں دینا:

"پس جواب این است کہ نزد اکثر حنفیہ سماعت موتی ثابت نیست۔"

اور پھر اس میں بھی تصریحات جلیلۂ اصل ماخذ کے مقابل یہ توسع کہ،

"چنانکہ از کافی و فتح القدیر حاشیہ ہدایہ صراحۃً و اشارۃً کہ قریب بتصریح است معلوم میشود۔"

[1] درسنام نجومیہ میں ۱۳۰۸ کو فلج لکھتے ہیں جس کا عکس حلق ۱۲ منہ

(حاشیہ: مسئلہ غیر فقہیہ) (حاشیہ: [illegible])

محض بیجا و بے محل واقع ہوا۔ اس جواب کی طرف بھی تصحیح المسائل میں اشارہ فرمایا۔ حیث قال:

"در حقیقت این مسئلہ از علم فقہ ہم نیست چنانچہ مجیب نیز در اینجا اقرار نمودہ"

اقول: صدر کلام میں واضح ہو چکا کہ یہ کلام ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول نہیں۔ استدلال مسئلہ منصوصہ میں طبع آزمائی مشائخ ہے۔ فقہیات میں ائمہ کرام کے بعد مشائخ اعلام کی تقلید بھی علی الراس والعین کہ علینا اتباع ما رجحوہ وصححوہ کما لو افتونا فی حیاتہم گرع

ہر سخن وقتی و ہر نکتہ مکانے دارد!

موافق مخالف سب اہل عقول کا قدیمی معمول کہ ہر فن کی بات اسی کی حد تک محدود مقبول۔ تحقیق حلال و حرام میں فقہ کی طرف رجوع ہوگی۔ اور صحت و ضعفِ حدیث میں تحقیقات فن حدیث کی طرف طبی مسئلہ نحو سے نہ لیں گے نہ نحوی طب سے۔

علماء فرماتے ہیں، شروح حدیث میں جو مسائل فقہیہ کتب فقہ کے خلاف ہوں مستند نہیں۔ بلکہ تصریح فرمائی کہ خود اصول فقہ کی کتابوں میں جو مسئلہ خلافِ کتب فروع ہو معتمد نہیں۔ بلکہ فرمایا، جو مسئلہ کتب فقہیہ میں غیر باب میں مذکور ہو۔ مسئلہ مذکورہ فی الباب کا مقاوم نہ ہوگا کہ غیر باب میں کبھی تساہل راہ پاتا ہے۔ وقد بینا کل ذلک فی رسالتنا المبارکۃ ان شاء اللہ تعالیٰ فصل القضاء فی رسم الافتاء۔

تو بو فرق مراتب نہ کرے غلط بحث کرے جاہل ہے یا غافل۔ فذا اہل برزخ و معاد امور غیبیہ ہیں، جن میں قیاس و اجتہاد کو دخل نہیں۔ اُن کا پتہ تو نبی امین الغیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے ارشاد سے چل سکتا ہے۔ نہ مشائخ کی رائے سے بلکہ علمائے کرام کو اس میں اختلاف ہے کہ عقائد میں تقلید مقبول بھی ہے یا نہیں؟ اللہ کو ایک رسول کو سچا، جنت و نار کو برحق، سوال و جواب و نعیم قبر کو حق جاننے میں اس کا کوئی محل نہیں کہ فلاں فلاں مشائخ ایسا فرماتے تھے محض اُن کے اعتبار پر مان لیا ہے۔ ہاں!

عقائد میں کتاب وسنت، واجماعِ امت وسوادِ اعظم اہلسنت کا اتباع ہے۔ اس لئے کہ خدا ورسول نے ہمیں بتادیا کہ اجماع ضلالت پر ناممکن اور سوادِ اعظم کا خلاف ابتداع ہے۔

اب "کتاب مجید" دیکھئے تو بلاشبہ ثابت فرمارہی ہے کہ روح میت نہیں، روح بے ادراک نہیں، روح کے ادراک بدن پر موقوف نہیں، روح نکلنے بدن کے بعد باقی ومدرک رہتی ہے۔ بہ خلاف ان عبارات مشائخ کے جنھیں تم نے روح پر حمل کرکے صریح کتاب اللہ کے خلاف کردیا۔ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنیے تو کیسی صریح وصحیح وجلیل وجزیل حدیثیں سماع موتیٰ ثابت فرمارہی ہیں جنھیں سن کر پتھر بھی موم ہوجائے۔

اجماع مانگیے تو اس کی نقول اور منقول سوادِ اعظم درکار، تو اس کا نمونہ مقصد سوم سے آشکار۔ یارب پھر خلاف کی طرف راہ کدھر۔ بھلا یہ تو برزخ ومعاد کا مسئلہ ہے، جن کے لئے کوئی فصل وباب کتب فقہ میں نہ پائیے گا کہ وہ بحثِ فقیہہ سے یکسر جدا ہیں کسی قول یا فعل کا موجب کفر ہونا تو خود افعال مکلفین ہی سے بحث ہے۔ اس کے بیان کو کتب فقہ میں باب الردۃ مذکور اور صدہا اقوال وافعال پر انھیں مشائخ کے بیشمار فتوے کفر مسطور۔ مگر محققین محتاط تارکین تفریط وافراط بانکہ سچے دل سے حنفی مقلد اور ان مشائخ کرام کے خادم ومعتقد ہیں زینہار ان پر فتویٰ نہیں دیتے اور حتی الامکان تکفیر سے احتراز رکھتے بلکہ صاف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی روایت ضعیفہ اگرچہ دوسرے ہی مذہب کی دربارۂ اسلام مل جائے گی۔ اسی پر عمل کریں گے اور جب تک تکفیر پر اجماع نہ ہولے کافر نہ کہیں گے۔

وہی درمختار جس میں اما نحن فعلینا اتباع مارجحوہ الخ تھا۔ اسی میں ہے:

" الفاظہ تعرف فی الفتاوی بل افردت بالتآلیف مع انہ لا یفتی بالکفر بشیٔ منھا الا فیما

یعنی الفاظ کفر کتب فتاویٰ میں معروف ہیں بلکہ ان کے بیان میں مستقل کتابیں تصنیف ہوئیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ کہ

اتفق المشايخ عليه كما سيجئ قال في البحر وقد الزمت نفسي ان لا افتي بشئ منها۔

ان میں سے کسی کی بنا پر فتوای کفر نہ دیا جائیگا۔ مگر جہاں سب مشائخ کا اتفاق ثابت ہو جیسا کہ عنقریب کلام مصنف میں آتا ہے۔

بحرالرائق میں۔ فرمایا میں نے اپنے اوپر یہ لازم کر لیا ہے کہ ان میں سے کسی پر فتوی نہ دوں۔

تنویر الابصار میں ہے:

لا يفتي بكفر مسلم امكن حمل كلامه على محمل حسن او كان في كفره خلاف ولو رواية ضعيفة۔

کسی مسلمان کے کفر پر فتوی نہ دیا جائے جبکہ اس کا کلام اچھے پہلو پر اتار سکیں یا کفر میں خلاف ہو۔ اگرچہ ضعیف ہی روایت ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

"قال الخير الرملي اقول ولو كانت الرواية لغير اهل مذهبنا ويدل على ذلك اشتراط كون ما يوجب الكفر مجمعا عليه۔

یعنی علامہ خیرالدین رملی استاذ صاحب درمختار نے فرمایا کہ اگرچہ وہ روایت دوسرے مذہب مثلاً شافعیہ یا مالکیہ کی ہو۔ اس لئے کہ تکفیر کیلئے اس بات کے کفر ہونے پر اجماع شرط ہے۔

یہ علامہ بحر صاحب بحر ...... و علامہ خیر رملی و مدقق علائی دربارۂ تقلید جیسا تصلب شدید حق و سدید رکھنے والے ہیں انکی تصانیف جلیلہ بحر و اشباہ و رسائل زینیہ و درو فتاوی خیریہ وغیرہا کے مطالعہ سے واضح مگر یہاں انکے کلمات دیکھئے کہ جب تک اجماع نہو فتوی مشایخ پر عمل نکرینگے ہم نے التزام کیا ہے کہ اس پر فتوی نہ دیں گے توجہ کیا وہی کہ یہ بحث اگرچہ افعال مکلفین سے متعلق ہے مگر فقہ کا دائرہ تو حیثیت حلال وحرام تک منتہی ہو گیا آگے کفر و اسلام اگرچہ یہ اعظم فرض وہ اخبث حرام مگر اصالۃً اس مسئلہ کا فن علم عقائد و کلام وہاں تحقیق ہو چکا ہے۔ کہ جب تک ضروریات دین سے کسی شئے کا انکار نہ ہو کفر نہیں تو اوکی غیر

بین اجماع ہرگز نہ ہوگا۔ اور معاذ اللہ ان میں سے کسی کا انکار ہو تو اجماع رک نہیں
سکتا۔ لہٰذا تمام فتاوی و نقول سے قطع نظر کر کے مسائل اجماعیہ میں حصر فرما دیا جب
یہاں یہ حال ہے تو ہمارا مسئلہ جس میں نہ فعل مکلف نہ حلت و حرمت بلکہ ایک امر
برزخ کے ثبوت و عدم ثبوت کی بحث ہے کیوں کتاب و سنت و اجماع امت و
سواد اعظم سادات ملت سے منقطع ہو کر رہون نقول بعض کتب فقیہہ ہونے لگا
ھٰذا ھو حق التحقیق والحق احق بالتصدیق۔

جواب ششم۔ اقول: سب بانے دو۔ یہ بھی مانا کہ یہ قول مشائخ
یہاں حجت اور فی نفسہٖ قابل قبول و متابعت ہے۔ اب اس سے زیادہ تو تنزل کا
کوئی درجہ نہیں۔ تاہم ہم پر اس سے احتجاج اصلاً موجہ نہیں۔ کسی دلیل کا فی نفسہ کافی و
صالح تعویل ہونا اور بات، اور اس سے ثبوت و اتمام حجت ہو جانا اور مثلاً قیاس
دلیل شرعی ہے۔ مگر نص کے آگے نامقبول حدیث صحیح آحاد حجت شرعیہ ہے۔ مگر اجماع
کے سامنے غیر معمول وعلیٰ ہٰذا القیاس ولہٰذا حدیث کی صحت حدیثی و صحت فقہی میں
زمین آسمان کا فرق ہے جس کی تحقیق انیق فقیر کے رسالہ[1] "الفضل الموہبی فی
معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی" میں ہے۔ ان مشائخ کے اگر یہ قول ہیں
تو صدہا اکابر اعلام کے ارشادات جلیلہ ہماری طرف ہیں۔ جن کا ایک نمونہ مقصد سوم
نے ظاہر کیا اور ان میں اجلۂ ائمہ و مشائخ و علمائے حنفیہ بھی ہیں۔

تم نے پانچ متاخرین کے قول ذکر کئے۔ ہم نے پچاس سے زائد ائمہ و علمائے
حنفیہ مجتہدین فی المذہب و فقہاء النفس و عمائد محققین سلف و خلف کے ارشادات

---

[1] اس کا سوال شہر ارکاٹ سے آیا تھا۔ لہٰذا تاریخی لقب اعز النکات بجواب سوال ارکات ہے۔
یہ رسالہ غیر مقلدوں کے اس مشہور مغالطہ کے رد بلیغ میں ہے کہ امام اعظم نے خود فرما دیا ہے۔ جب حدیث صحیح ہو جائے
تو وہی میرا مذہب ہے۔ ایک غیر مقلد نے یہ اعتراض بہت طمطراق سے چھاپا اور حنفیہ سے طالب جواب ہوا یہاں
بھی وہ پرچہ بھیجا جس کے جواب میں بفضلہ تعالیٰ یہ مختصر و نافع رسالہ تحریر ہوا ہے[2] منہ۔

---

[2] یہ رسالہ مکتبہ قادریہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور سے مل سکتا ہے۔

دکھا دیئے۔ جن میں خود اُن پانچ سے بھی امام نسفی و امام عینی و امام ابن الہمام شامل۔ اُدھر اگر ایک کتاب میں اکثر مشائخنا کا لفظ لکھا ہے۔ تو ادھر متعدد کتب میں اجماع اہلسنت مذکور ہوا ہے۔ اب دو راہیں ہیں تطبیق و ترجیح۔ ان میں تطبیق ہی اولیٰ و اول اور بتصریح علماء حتی الوسع اسی پر معول۔ اسے اختیار کیجئے تو بحمد اللہ سبیل واضح ہے کہ اثبات سماع روح کے لئے ہے۔ اور انکار سماع بدن پر محمول۔ اس کی تقریر اور اُسکے منافع و فوائد کی تذکیر جواب اول میں مفصلاً تحریر اور اگر توفیق بھی نہ ملے تو بہت خوب باب ترجیح کھلے، یُوں بھی باذنہٖ تعالیٰ میدان ہمارے ہی ہاتھ رہے گا۔

اولاً:۔ ہماری طرف احادیث کثیرہ ہیں، تمھاری طرف ایک بھی نہیں دکھتی حدیثوں میں سُن چکے کہ:

"ان المیت لیسمع" بیشک مُردہ سُنتا ہے۔

یہ بھی کسی حدیث میں آیا کہ:

"المیت لا یسمع" مردہ نہیں سنتا۔

اور یہی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ لا یعدل عن درایۃ ما وافقھا روایۃ کما فی الغنیۃ و ردالمحتار۔

ثانیاً:۔ روح کی موت و بے ادراکی اور اُس کے ادراکات کا جسم پر توقف کہ تمھارے طور پر مفاد کلام مشائخ ہے، کتاب اللہ کے خلاف و معارض ہے۔

ثالثاً:۔ اجماع اہلسنت کے مناقض ہے۔

رابعاً:۔ خود اُن کا کلام مضطرب و متناقض ہے۔

خامساً:۔ بوجوہ قاہرہ مجروح و مرجوح ہے۔

سادساً:۔ عمل علی البدن نہ ما نو محتمل تو ہے اور محتمل صالح معارضہ نہیں۔

سابعاً:۔ اگر کوئی حدیث اثبات سماع میں نہ ہوتی تو سلام خود منصوص و مجمع علیہ ہے۔ اور کلام کا ظاہر سے صرف و عدول باجماع علماء، مردود و مخذول۔

ثامناً:۔ تم خود مان چکے کہ مرے زائرین کا سلام سنتے ہیں۔ (ماۃ مسائل جواب سوال ۱۹)

پھر ثبوت سماع موتٰی میں کیا محل کلام رہا۔ جب قوت سماع حاصل اور خود خارج کی آواز سُننا سمجھنا ثابت تو آواز آواز سب ایک سی اور فرق تحکم باطل وعلی التنزل یہ ایجاب جزئی اس سلب کلی مشایخ کا ضرور نقیض ومبطل تو جس کلام کو خود باطل مان چکے اس سے استناد ہوس عاطل۔

تاسعًا:۔ بحث ایک امر کے وجود وعدم نفس الامری میں ہے وہ شلوخ نافی اور یہ ائمہ مثبت ہیں۔ مثبت مقدم۔

عاشرًا:۔ اگر بالفرض دونوں پلے ہر طرح برابر ہوں تو امر مستوی رہا اور سماع ماننے میں نفع بے ضرر ہے کہ جب مردوں کو مدرک جانیں گے۔ قبور کے پاس کلام بیجا سے باز رہیں گے۔ افعال منکرہ سے حیا کریں گے اور پتھر جانا تو بیباک ہوں گے۔ یُوں بھی انکار سماع میں ضرر واندیشۂ ضیر ہے اور اثبات سماع محض نفع وخیر ہے۔ ختم اللہ تعالیٰ لنا علی محض نفع وخیر وحفظنا من کل ضر وضیر والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین آمین ۰

وہ تین جواب اُن کے صغریٰ پر عائد تھے۔ یہ تین اُن کے کبریٰ پر وارد اور اُوپر گزارش ہو چکا کہ یہ ارخائے عنان ہے۔ حق تحقیق وتحقیق حق جواب اوّل سے عیاں ہے۔ والحمد للہ رب العٰلمین ۰

فقیر نے اس مسئلہ یمین وکلام ام المؤمنین کے متعلق بحث کو زیر حدیث ۵۰ وحدیث ۱۵ بشرط جواب مولوی مجیب صاحب دور آئندہ پر محوّل رکھا تھا۔ مگر اللہ عزوجل دارین میں جزائے خیر وافی ووافر عطا فرمائے مولٰنا المکرم ذی الفضل والکرم ناصر سنن کاسر فتن محب دین متین صدیقنا مولوی محمد عمر الدین سنی حنفی قادری مجیدی نزیل بمبئی سلمہ اللہ تعالیٰ کو کہ اس بحث نفیس وجلیل ومہم کی تحریر وتحبیر پر مصر ہوئے جس کے باعث ہنگام طبع کتاب دونوں مقام مذکور میں ان مباحث کی طرف عود کے وعدہ بڑھائے گئے۔ خیال تھا کہ ایک آدھ جز لکھ دیا جائے گا۔ جو مقصد سوم کی کسی

فصل میں بطور فائدہ اندراج پائے گا۔ طبیعت علیل ذہن کلیل مدت معالجات طویل جس کے سبب قوت ضعف معاذ اللہ تا حد تعطیل با ایں ہمہ نام فرصت معدوم و قلیل روزانہ امصار و اقطار سے ورود فتاوی کثیر وجزیل مگر جب لکھنا آغاز ہوا بارگاہ واہب الفیض عزجلالہ سے در فیوض باز ہوا بحمد اللہ تعالیٰ وہ جواہر عالیہ و زواہر غالیہ عطا ہوئے کہ فقیر حقیر کی حیثیت و لیاقت سے بدرجہا ورا تھے۔ لہٰذا اس تذییل جلیل کو رسالہ مستقلہ کیا اور بلحاظ تاریخ الوفاق المتین بین سماع الدفین و جواب الیمین ۱۳۱۶ لقب دیا جو با انصاف بے اعتساف اسے دیکھے گا ان شاء اللہ تعالیٰ بدل صاف شہادت دے گا کہ مسئلہ یمین آج حل ہوا جسے مخالف موافق، موافق مخالف سمجھا کرتے تھے۔ اُس کا عقدہ اب منحل ہوا جن کلمات کو مخالفین اپنی دلیل بنایا کرتے اب وہ کلمے خود انھیں کو ذلیل بنائیں گے۔ جن اقوال کو موافقین محتاج جواب سمجھے، اب انہی کو اپنی دلیل بنائیں گے۔ اور اس کے ساتھ ہی "تفہیم المسائل" کی ساری بلاخونیاں بھی نیچی پڑیں۔ صبح سنت شرق حق سے چمکی۔ باطل کی ظلمتیں دھواں بن کر اڑیں یہ سب آثار بحمد اللہ تعالیٰ ادنیٰ تصدق کفش برداری اعلیٰ حضرت سید العلماء المحققین سند الفضلاء المدققین حامی السنن ماحی الفتن حجۃ الخلف بقیۃ السلف اعلم علماء العالم سیدنا الوالد الماجد الاکرم حضرت مولٰینا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب حنفی قادری برکاتی و کمترین برکات خاکبوسی آستان فیض نشان اقدس حضرت امام العرفاء الکاملین سنام الاولیاء الواصلین بدر الطریقۃ بحر الحقیقۃ حبر الشریعۃ اقوی الذریعۃ سیدی و مولائی و مرشدی و کنزی و ذخری لیومی و غدی حضور سیدنا سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہما و اتم نورھما و نور قبورھما و قدس سرھما و اعاد علینا فی الدارین برکاتھما و رزقنا بمنہ برھما آمین الٰہ الحق آمین ھی الحمد للہ رب العلمین۔

جو اہلسنت ان حروف سے نفع پائیں، مامول کہ دونوں حضرات عالیہ کو ایصالِ ثواب فاتحہ فاتحہ سے شاد فرمائیں۔ اور اس فقیر حقیر اور مولٰینا مولوی محمد عمر الدین صاحب موصوف کو، کہ اس تفیسۂ جلیلہ کے محرک تالیف اور الدال علی الخیر کفاعلہ کے

مصداق منیف ہوئے اور عالی ہمتانِ زمن محبّانِ دین و سنن حاجی اسحاق آدم صاحب صباغ پلنبدری و حاجی ابو حاجی حبیب صاحب پلنبدری میمن ایں حفظہما اللہ تعالیٰ عن الفتن والمحن کہ جن کی ہمتِ بلند سے اصل کتاب اور جامع فضائل قامع رذائل۔ مولٰینا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب قادری نقشبندی شاذلی سلمہ اللہ العلی الولی کو جن کی سعی جمیل سے یہ اجزائے تذییل جمیل منطبع اور اہلسنت ان جواہر دینیہ سے منتفع ہوئے۔ دعائے عفو و عافیت و خیر و برکات دنیا و آخرت سے یاد فرمائیں۔

صحیح حدیث میں ہے پس پشت اپنے بھائی مسلمان کے لئے دعا پر ملائکہ کہتے ہیں:
آمین ولک بمثل۔ تیری یہ دعا قبول اور اسکے مثل تجھے بھی عطا ہو۔

والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولٰینا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین۔

الحمد للہ! آج اس رسالہ سے تصانیف فقیر[1] کا عدد ایک سو اسی ہوا۔ اکرم الاکرمین جل جلالہٗ قبول فرمائے۔ اور فقیرِ حقیر و اہلسنت کیلئے دارین میں حجت نجات بنائے۔ آمین۔

حسنِ اتفاق یہ کہ یہ رسالہ سمع ارواح کے باب میں ہے اور شمار تصنیف میں ایک سو اسی، اور اسمائے الٰہیہ میں صفت سمع پر دال اسم پاک سمیع ہے اس کے عدد بھی ہی۔ ۱۸۰

نسأل السمیع ان یسمع دعواتنا ویستر عوراتنا و یؤمن روعاتنا ویقضی حاجاتنا و یغفر سیأتنا ویصلی ویسلم و یبارک علی سیدنا الکریم النبی المکین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ کان ذلک لیوم ھو اوّل النصف الآخر من آخر النصف

---

[1] یہ اجتماع بھی حسنِ اتفاق سے ہے۔ ہزار دوم کی صدی چہارم کا عشرہ دوم سنہ ۱۳۱۱ھ کے شروع سے سنہ ۱۳۲۱ھ کے آغاز تک ہے۔ اور اس عشرہ کے نصف اخیر کا اول ابتدائے سنہ ۱۳۱۶ھ اور رسال کے نصف اول کا اخیر ۱۵ جمادی الآخرہ لکھنے نصف اخیر کا اول تاریخ ۱۶۔ تو حاصل یہ ہوا کہ ۱۶ جمادی الآخرہ سنہ ۱۳۱۶ھ ہجریہ قدسیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ آمین ۱۲

الاول من اول النصف الأخر من العشر الثانية من السا ئة الرابعة من الالف الثانى من هجرة سيد المرسلين مولى الأمال ومولى الامالى صلى الله تعالى وسلم وبارك عليه وعلى أله وصحبه وذريته وحزبه وعياله قدر حسنه وجماله وجوده ونواله آمين۔ والحمد لله رب العلمين۔ سبحنك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك سبحن ربك رب العزة عما يصفون وسلم على المرسلين ہ والحمد لله رب العلمين ہ

تجدید تعدید!

صفحہ ۱۸۰ پر معلوم ہو لیا کہ شمار احادیث و اقوال علماء اصل کتاب میں جس قدر مذکور تھے اس کا بھی استیعاب نہ کیا۔ پھر اس ذیل مبارک کا اضافہ علاوہ۔ لہٰذا از سرِ نو تجدید شمار مناسب۔

احادیث پچھتر ہیں۔ ۶۰ متن میں دو کا پتا حاشیہ ص۳۷ ایک کا حاشیہ ص۶۹، آٹھ کا ص۵۰ دو حدیث ائمہ اہلبیت طہارت کا ص۱۳۲ پر دیا پانچ ص۲۲۵، ۲۸۰، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸ پر مذکور ہوئیں۔ ازیں جملہ دو صفحہ اخیرہ کی حدیثیں اسلئے کہ احادیث سلام میں کثرت وافرہ ہے۔ انہی کی کیا تخصیص نہ گنیے تو شمار ۷۵ رہا۔

ائمہ و علماء دو سو پانچ ہیں۔ صحابہ ۲۹۔ ۱۱ متن میں ص۸۲ پر مذکور ہوئے۔ ۱۰ کا میں پتہ دیا۔ عبداللہ بن سلام و ام المؤمنین صدیقہ حاشیہ ص۸۳ پر معدود ان کی تقریر ص۲۱ ان کے ارشادات و استنادات ص۴۵، ۴۷، ۴۹، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸ بلکہ ۲۵۰ پر بھی موجود ان کے علاوہ مغیرہ بن شعبہ و افضل الاولیاء امیر المؤمنین صدیق اکبر و عمران بن حصین و سمرہ بن جندب ص۵۰ عبداللہ بن ابی فروہ ص۵۶ سعد بن ابی وقاص حاشیہ ص۶۹ پر مذکور رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

تابعین ۲۱۔ ۱۲ متن میں ص۴۷، ۵۱ بسماعت حاشیہ ص۸۳ پر امام زین العابدین و امام حسن مثنیٰ ص۱۷۶ سعید بن المسیب ص۲۲ حبان بن ابی جبلہ ص۴۷ ابو قلابہ ص۴۸ و ابن مینا ص۴۸ سلیم بن عمیر ص۹۵۔ ان کے سوا سلیم بن عامر ص۲۷ عبید بن مرزوق ص۶۵۔

تبع تابعین ۴۔ تین متن میں ابن ابی نجیح حاشیہ پر۔

بقیہ علمائے دین ۱۵۱۔ ۹۶ متن ۵۵ حاشیے میں ان کے علاوہ امام اجل احمد بن حنبل و امام ضیائی مقدسی و امام ابوبکر ابن العربی مالکی ص۶۶ امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام صاحب فتح القدیر جنھیں وہابیہ نے خود اسی مسئلہ میں براہِ جہالت مستند جانا ص۱۹۸!

۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲ ۔ امام رکن الدین ابوبکر محمد بن عبدالرشید کرمانی حنفی صاحب جواہر و علامہ شمس الدین محمد قہستانی صاحب جامع الرموز ص۱۲۵ صاحب فتاوی غرائب ص۱۲۲ صاحب نصاب الاحتساب ص۱۳۵ علامہ محمد بن یوسف بن علی دمشقی صالحی صاحب عقود الجمان ص۹۵ علامۃ الوجود امام ابوالسعود عمادی مفتی دیار رومیہ صاحب ارشاد العقل ص۱۹۱ علامہ عزیزی صاحب سراج المنیر شرح جامع صغیر ص۱۹۲ ۔

اور ہاں ذریت اسمٰعیل کا دم چھلا تو رہا ہی جاتا ہے ۔ خود ذیبوشش کامل صاحب تفہیم المسائل کہ سماع موتی کا سخت منکر اور آپ ہی جا بجا قائل ص۲۳۲، ۲۴۶، ۲۶۲، ۲۶۶

جدول

اقوال علماء پونے چار سو ہیں، ۳۰۵ سلسلہ وار شمار اور ۷۰ کی فہرست اس جدول سے آشکار،

نام	صفحہ	نام	صفحہ
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	۳۰	امام ابن حجر مکی	۶۸
سیرۃ حلبی	۳۰	علامہ طاہر	۶۸
مرقاۃ	۳۱	امام ابوالقاسم قشیری	۸۹
ابن جریر طبری	۴۱	سیدی ابوسعید خراز	۸۹
احکام کبری	۴۱	حضرت ابوعلی رودباری	۸۹
ابن عبدالبر	۵۲	حضرت ابراہیم بن شیبان	۹۰
سید سمہودی	۵۳	حضرت ابویعقوب نہرجوری	۹۰
امام قرطبی	۵۳	سیدی علی خواص	۹۵
شرح الصدور	۵۴	امام شعرانی	۹۵
مدارج شریف	۶۱	امام ابن حجر ہیتمی	۹۵
امام ابن الصلاح	۶۷	امام شہاب الدین شارح منہاج	۹۵
امام ضیا	۶۸	عقود الجمان	۹۵
امام عسقلانی	۶۸	ردّ المحتار	۹۵
امام سخاوی	۶۸	مرقاۃ و شرح لباب	۹۵
امام احمد	۶۸	نصاب الاحتساب	۱۴۸
امام ابن العربی	۶۸	شیخ ابراہیم کردی	۱۵۸

مذکورین حواشی

قطعۂ تاریخ طباعت
اشاعتِ ثانی

از قلم: عبد الحکیم خان اختر شاہجہانپوری

زیرِ نظر کتاب حیات الموات ہے
تصنیف کیا ہے چشمۂ آبِ حیات ہے

کوئی دلیل تیری کسی سے نہ رد ہوئی
کلکِ رضا کے زور تیری کیا ہی بات ہے

قائم نصوص اس پہ کیے چار سو پچاس
مرتا ہے جسم، روح کو دائم ثبات ہے

منکر سماعِ موتیٰ کا ہے جو بھی بے بصر
اس کے لیے تو روزِ منور بھی رات ہے

سرمایۂ ملت کا نگہبان کہیں جسے،
احمد رضا بریلوی ہی کی وہ ذات ہے

وہ چودھویں صدی کا مجدد ہے بے گماں
علم و عمل میں فرد ہے، والاصفات ہے

اختر ہے یہ کتاب نشورِ تجلیات
۱۴۰۱ ھ

یا مہرِ درخشاں کے اجالوں کی بات ہے
۱۹۸۰ ء